فضائلِ صحابہؓ و اہلبیتؓ

مع مکتوبات شاہ عبدالعزیزؒ و شاہ رفیع الدینؒ دہلویؒ

مصنّفہ

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

۱۲۴۳ھ
۱۸۲۴ء

قومی کتب خانہ لاہور

ہو المستعان

سلسلہ سیرت و کردار

فضائل

صحابہؓ و اہل بیتؓ

مع

مکتوبات شاہ عبد العزیز و شاہ رفیع الدین (دہلوی)

از شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۴ء)

مع مقدمہ

محمد ایوب قادری ایم۔ اے

ناشر

بیگم ہمایوں ٹرسٹ ۵، ۶ ریلوے روڈ لاہور

سال طباعت — فروری ۱۹۶۷ء

بار دوم — ایک ہزار

قیمت — ۹/۵۰ — ساڑھے سات روپے

مطبوعہ — انجمن حمایت اسلام پریس لاہور

محمد نصیر ہمایوں نے باجازت محمد نعمت اللہ قادری مالک پاک اکیڈیمی کراچی بعد تصحیح بیگم ہمایوں ٹرسٹ کے لئے .... ۶۵ ریلوے روڈ لاہور سے

شائع کیا۔

فضائلِ صحابہؓ و اہلِ بیت

یعنی مجموعہ رسائل

(۱) سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل
(۲) عزیز الاقتباس فی فضائلِ اخیار الناس
(۳) وسیلۃ النجات
(۴) مکتوبات شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین دہلوی

مؤلفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی (ف ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۴ء)

(۵) حجۃ الوداع یعنی رسولِ اکرمؐ کا آخری خطبہ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِينَ مَعَهٗۤ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ط

(پ ۲۶ سورۃ الفتح قرآن مجید)

بیادگار

۱- مولانا عبد الشکور لکھنوی رح (ف سنہ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء)

۲- مولوی پیر غلام دستگیر نامیؒ لاہور (ف سنہ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء)

فہرست مضامین

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

مقدمہ

از محمد ایوب قادری ایم اے

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی، ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام "غلام حلیم" ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی، والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) خواجہ محمد امین کشمیری (ف ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۳ء) اور ان کے خسر مولوی نوراللہ بڈھانوی (م ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۳ء) نے تربیت فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے علوم معقول و منقول میں علامہ روزگار تھے۔ نامور مدرس، مصنف، خطیب، واعظ، شیخ طریقت، مفتی محدث اور مفسر تھے انہوں نے علوم دینیہ اور ملت اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مرجع علماء و مشائخ تھے، تمام عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ و پند اور تلامذہ کی تربیت و اصلاح میں صرف کر دی۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۲۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان مہندیوں میں دفن ہوئے۔ مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیز کے انتقال پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

بے سر و پا گشتہ اند از دست بیداد اجل
عقل و دین، لطف و کرم، فضل و ہنر، علم و عمل

۱۰۰ + ۱ + ۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۴۰ سنہ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

شاہ عبد العزیز کے ایک ہمعصر وقائع نگار مولوی عبد القادر رام پوری۔۔۔ (ف سنہ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) لکھتے ہیں[1]

"مولوی شاہ عبد العزیز، علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظرہ اصطرلاب، جرثقیل، طبیعیات، الہیات، منطق، مناظرہ، اتفاق اختلاف، ملل، نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے، فن، ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق کے ہو یا نہ ہو"

---

[1] علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی)، مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اول ص ۲۶۳، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی سنہ ۱۹۶۰ء

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہندوپاکستان کے مسلمانوں کے زوال وانحطاط کا دور ہے
وہ محمد شاہ بادشاہ (ف ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کی حکومت کے آخری زمانے میں پیدا ہوئے ۔
انہوں نے احمد شاہ (معزول ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) عالمگیر ثانی (ف ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء) شاہ عالم ثانی
(ف ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) اور اکبر ثانی (ف ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر دورِ حکومت دیکھا یہ
مغل بادشاہ اپنے وزراء اور اُمراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے، شاہ عبدالعزیز
کے بچپن میں احمد شاہ اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ عالمگیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نعش جمنا
کی ریتی میں پھینک دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں پورب میں بھٹکتا پھرا۔ پھر انگریزوں
سے معاہدہ کے بعد سیندھیا کی حمایت میں اس نے دہلی کے اُجڑے تخت کو زینت
بخشی، مگر بابر و اکبر کا یہ جانشین حسرت و یاس کی زندہ تصویر تھا تا آنکہ بصارت
سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کس حسرت سے کہتا ہے ؎

صرصرِ حادثہ برخاست پئے خواری ما
داد برباد سر و برگِ جہانداری ما

۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اکبر شاہ ثانی برائے نام پنشن
خوار تھا۔ مغل متاخرین کے زمانہ میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں
ہنگامہ آرا تھیں، پنجاب میں سکھوں، آگرہ اور بھرت پور میں جاٹوں اور تمام ملک
میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ مرہٹوں کے ہاتھوں بستیاں ویران اور غیر آباد
ہو چکی تھیں۔ کسی کا جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا۔ مرہٹوں نے سترہ ۱۷
حملے تو شمالی ہند پر کئے جن میں پہلا حملہ ۱۱۵۴-۵ھ/۱۷۴۱-۲ء اور آخری حملہ ۱۲۲۹ھ/۱۸۰۴ء
میں ہوا۔ مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر تاخت کی پہلی مرتبہ ۱۱۵۵-۵ھ/۱۷۴۱-۲ء میں آخری مرتبہ

۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲-۳ء میں حملہ آور ہوئے مرزا ظہیر الدین اظفری لکھتے ہیں [۱]

"یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بدعملی اور بدنظمی کی وجہ سے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دکھنیوں کی مملکت میں آبادی کیونکر باقی رہے گی ہم نے تو اپنی زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکھنیوں کا عمل ہوا تو کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو غرض ہندوستان کی یہ ساری تباہی دکھنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے۔"

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ (ف ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳ء) کو منظوم عربی حکایت میں لکھا ہے [۲]

"اللہ تعالیٰ سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھائے بہت برا مزہ بہت جلد بلا تاخیر و مہلت کے ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا، اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا، ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں۔"

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بدحالی سے صوبے دار خود سر ہو چکے تھے بنگال میں علی وردی خاں اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں، دکن میں آصف جاہ نظام الملک کا اقتدار تھا۔

---

[۱] واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری، مرتبہ عبدالقادر، بہ تصحیح و ترجمہ محمد حسین محوی صفحہ ۱۱۱ مدراس ۱۹۳۷ء [۲] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۲۹،۳۷ دلبا طادب کراچی ۱۹۵۳ء

یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے، معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بد سے بدتر تھے اس زمانے کی عام تاریخیں، شخصی وقائع، روزنامچے شعراء کے شہر آشوب اور دوسرا اہم عصر ادب اس موضوع پر خاصی معلومات فراہم کرتا ہے محمد شاہ کے زمانے میں دکن کے ایک رئیس درگاہ قلی خاں (وفات ۱۱۸۰ھ / ۱۷۶۶ء) نے دہلی کی سیاحت کی ہے یہ سیاحت نامہ "مرقع دہلی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے اس کے پڑھنے سے شرم و حیا کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور غیرت و حمیت کو حجاب آتا ہے۔ سپاہی اور بادشاہ، عامی اور عالم ہر شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے۔ عمل سے گریز اس دور کی عام خصوصیت ہے، بدعات اور محدثات کا زور ہے، تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے زمانے میں شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے یوں تو اصلاح و تبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر "تشیعت اور تفضیلیت" کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کوشش اور حسن تدبر سے روکا یہ انہیں کا حصہ تھا اور یہ اس زمانے کا سب سے اہم مسئلہ تھا آیئے اب ذرا اس مسئلہ کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

مغل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی (شیعہ اور سنی) دو مستقل پارٹیاں تھیں۔ سیاسی اثر و اقتدار کے لئے ان دونوں پارٹیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایرانی پارٹی اگرچہ اقلیتی پارٹی تھی۔ مگر اثر و اقتدار کے اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی۔ وہ بہت تدبر اور تنظیم سے کام کرتی تھی، اور اکثر کامیاب ہوتی تھی۔ اس کا اثر دربار سے لے کر بازار تک تھا۔ یوں تو اس تنظیم و فکر کی بنیاد دکن کی شیعہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان آنے

پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ اکبر کی پالیسی مذہبی معاملہ میں بڑی آزادانہ تھی۔ اس کا فائدہ بھی بلا واسطہ اسی جماعت کو ہوا، اس کے زمانے میں نور اللہ شوستری (ف ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰-۱۱) دار السلطنت لاہور کے قاضی مقرر ہوئے ان کی کتاب مجالس المومنین مشہور و معروف ہے۔ جس میں انہوں نے اہل سنت کے اکابر مشائخ و علماء کو "زمرہ مومنین" میں دکھایا ہے۔ جہانگیر کے زمانے میں زمام حکومت نورجہاں کے ہاتھ میں تھی۔ شاہ جہاں کے زمانے میں نورجہاں کے بھائی آصف خاں اور اس کے خاندان کو اقتدار حاصل رہا کیونکہ آصف خاں کی کوششوں سے شاہجہاں "تخت شاہی" پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بیٹی ممتاز محل، شاہجہاں کی چہیتی بیگم تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سنی مشہور ہے۔ مگر اس کے امراء و مصاحبین میں اہل تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے۔ اورنگ زیب کا فرزند، بہادر شاہ اول جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کیا، مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں [۱]

"چوں بر تحقیق خود مذہب شیعہ امامیہ را حق می دانست ہمیں مسلک اختیار نمودہ"

اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں ہوا [۲]

"در ترویج و تقویت مذہب شیعہ می کوشید"

اس نے اپنے نام میں "سید" کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹-۱۰ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خاں کے مشورہ سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے

---

[۱] [۲] سیر المتاخرین جلد دوم از غلام حسین طباطبائی ص ۳۸۹ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء)

ذکر میں حضرت علی رضؓ کے نام کے ساتھ "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ" داخل کیا جائے اس حکم سے جمہور اہل سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے احمد آباد (گجرات) میں ایک خطیب مارا گیا۔ لاہور میں بات اس سے بھی زیادہ بڑھی، بہادر شاہ نے علمائے لاہور کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ مولانا یار محمد کی قیادت میں مولوی محمد مراد دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے خود مباحثہ و مناظرہ کیا۔ مگر مولانا یار محمد نے نہایت جرأت اور استقامت سے اعلان حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے بادشاہ نے برآشفتہ ہو کر کہا کہ "تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا" تو اس مرد مجاہد نے جواب دیا [1]

> "میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا اول تحصیل علم دوم حفظ کلام اللہ سوم حج چہارم شہادت، الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں عطا کیں، آرزوئے شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں"

اس مناظرہ کے نتیجہ کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ دہلوی لکھتے ہیں [2]

> "اس مباحثہ میں کئی روز لگے ایک ایک آدمی جن میں بعض افغان تمن دار بھی تھے۔ حاجی یار محمد سے متفق ہوئے شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ

---

[1] تاریخ ہندوستان جلد نہم از شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ دہلوی صفحہ ۱۲۸ (شمس المطابع دہلی ۱۸۹۸ء)

[2] تاریخ ہندوستان جلد نہم از مولوی ذکاءاللہ صفحہ ۷۳

اس جماعت کا طرفدار تھا آخر کو جب حیدر نے خطبہ کے لئے عرضی دی
تو بادشاہ نے اس پر دستخط کئے کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھا
جایا کرے، اس طرح جھگڑا ختم ہوا کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد
اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفتہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا۔"

اس کے بعد سید برادران قطب الملک عبداللہ خاں (ف ۱۱۳۵ھ ۱۷۲۲ء) اور
امیر الامراء حسین علی خاں (ف ۱۱۳۲ھ ۱۷۲۰ء) کا دور وزارت آیا اور ان دونوں بھائیوں
نے اس قدر اقتدار اور غلبہ حاصل کیا کہ "بادشاہ گر" مشہور ہوئے وہ ملکی سیاست پر
ہر طرح چھا گئے۔ ان کے عقائد و نظریات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور انہیں قبول عام حاصل
ہوا۔ امیر الامراء حسین علی خاں ہر مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو مجلس منعقد کرتے تھے
صمصام الدولہ شاہنواز خاں لکھتے ہیں [۱]

احداث مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلاد عظیمہ
دکن نمودہ کہ تا حال (سنہ ۱۱۶۰ھ) است"

فرخ سیر کے دور میں خان دوراں خاں بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے
ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں
گائی جاتی تھیں۔ بعض مریدین و معتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے
اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے۔ ملتان کے ایک واعظ شیخ عبداللہ دارالسلطنت
دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ [۲]

[۱] ماثر الامراء جلد اول از صمصام الدولہ شاہنواز خاں صفحہ ۳۲۸ (کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء)

[۲] تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۱۲۱

"سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے۔"

اور شیخ عبداللہ ملتانی نے مسجد جامع میں جمعہ کے دن وعظ کہا کہ[۱]

"حضرت علی داخل اہل عبا نہیں ہیں اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنجتن کو پاک کہتے ہیں اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے۔"

انجام یہ ہوا کہ[۲]

"جمعہ کے روز کچھ مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیں گردن اور بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں شیخ عبداللہ کے ہوا خواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے۔"

دہلی میں عزا داری اور مرثیہ خوانی بڑے زوروں سے ہوتی تھی نواب درگاہ قلی خاں نے اس سلسلہ میں خاصی تفصیل دی ہے، جس طرح دہلی میں "قدم شریف"

---

[۱] تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ صفحہ ۱۲۱

[۲] تاریخ ہندوستان جلد نہم صفحہ ۱۲۲

کے نام مجاروں نے ایک فرضی زیارت گاہ قائم کر رکھی تھی اور مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے [1] اسی طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں "شاہ مردان" اور "پنجہ شریف" [2] کی زیارات قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علی کا نقش قدم ہے [3] اس کی یہ کیفیت تھی کہ [4]

"بروز شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ ار
محرم کو (بروز زیارت خامس اہل عبا) خصوصیت سے اہل عزا برسم
پرسہ داری گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجالاتے تھے
اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا تھا کہ زیارت سے محروم رہے"

مرثیہ خوانی کا بڑا زور ہوتا تھا درگاہ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں [5]

"نہائے مرثیہ بر عجیب سوز وگداز می گزارد معدن اندوہ است

---

[1] قدم شریف کے فرضی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" از محمد ایوب قادری صفحہ ۲۱۰ ، ۲۲۱ (ادارہ تحقیق وتصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء)

[2] "پنجہ شریف" کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علی رض کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۳۶۰ وملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۲۰۰/۲۰۱

[3] ملاحظہ ہو مخدوم جہانیاں گشت صفحہ ۲۲۳ ۔ عوام کو بہکانے کے لئے اوچ، حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں حضرت علی رض کے نقش قدم اور ٹھٹھہ میں حضرت حسین رض کے نقش قدم شیعہ مجاوروں نے مشہور کر دیئے ہیں

[4] مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں صفحہ ۲۴ (مقدمہ م ۲ متن) حیدرآباد دکن سن طباعت ندارد

[5] مرقع دہلی صفحہ ۵۰ - ۵۱ ، ۵۲

وکان الم مخسترن مصیبت است دگنجینہ غم امیر اہتمام عاشور خانہ جاوید خاں است و بمراعات زائراں وتعزیہ داراں، می پردازد

دوسرے کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے[1]

"میر عبداللہ از تعزیہ داراں جناب حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام است مرثیہ ہائے نادیم وحزیں را تسیمے باہنگ ہائے حزیں می خواند کہ بے اختیار شور از نہاد سامعاں برمی خیزد از کثرت نوحہ و فریاد گوش فلک کر می گردد... درماہ محرم مقدمش ہمہ جا واجب الاحترام، نوبت در تعزیہ خانہائے مردم عمدہ واری شود و بتقدیم مراسم عزامی پردازد خلائق درا ماکن موعودہ بر یک دگر سبقت جستہ ہجوم می نمایند"

ایک اور تعزیہ دار اور مرثیہ خواں کا ذکر ملاحظہ ہو[2]

"میر درویش حسین از تعزیہ داران جناب خامس آل عبا است و در تقدیم مراسم شیون بے ہمتا، آہنگ ہائے برجستہ، انتخابش پیش ہمہ کس مسلم الثبوت است وایرادرا دخلے نیست"

دہلی میں تعزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے رزیڈنٹ چارلس مٹکاف کے زمانے (سنہ ۱۸۲۵ء تا سنہ ۱۸۲۶ء) میں تعزیہ داری کے موقعہ پر جھگڑا ہو گیا تو اس

---

[1] مرقع دہلی صفحہ ۵۰ ـ ۵۱ ـ ۵۲

[2] مرقع دہلی صفحہ ۵۳

نے مفتی اکرام الدین صدر الصدور دہلی (ف ۱۲۶۰ھ) سے اس کے آغاز و ابتدا کے متعلق استفسار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ :[1]

"ماہ محرم از قدیم است مگر تعزیہ داری نبود ہر گاہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ در دکن رفتند لشکریاں شاہی از عبداللہ پیر زادہ دکن کہ در آنجا تعزیہ داری می کرد ایں رسم آموختند ازاں در شاہجہاں آباد نیز رسم تعزیہ داری جاری گردید"

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نے دو معرکتہ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں ازالۃ الخفا کے آغاز میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :[2]

"دریں زماں بدعت تشیع آشکار شد و نفوس عوام بشبہات ایشاں متشبث گشت"

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امراء و وزراء کی سرپرستی میں شیعیت اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہب اور ادب ہر شعبہ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے۔ اردو شاعری کے اساطین شعراء، میر (د ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء)، فغاں (د ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء) سودا (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) سوز (د ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۸ء) میر حسن (د ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء) انشا (د ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء)

---

[1] سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رام پوری صفحہ ۹۳ (قلمی) مخزونہ صولتیہ لائبریری رام پور

[2] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی جلد ۱ (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

سلیمان شکوہ سلیمان (ف ۱۸۳۷ء)، نظیر (ف ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء)، آتش (ف ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء)، ناسخ (ف ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور اسی فکر و نظر کے مبلغ و مناد شعراء اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار و خیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی مشائخ شاہ فخرالدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) وغیرہ نے تو اس لے کو آگے بڑھایا جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے گی اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقمطراز ہیں [1]

"ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کو تمام تر سنی المذہب قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں نزاری اور مستعلی اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوئی ہے۔ چنانچہ نزاریوں کے پیر صدر الدین اور حسن کبیر الدین... اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتا ہے اثنا عشری علماء مبلغین بھی تصوف کے پردہ میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے جن کا ایک واضح اشارہ ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں کیا ہے۔"

یہ تو خاص مرکز دہلی کے حالات کا ایک ہلکا سا ناممکل جائزہ ہے دکن، سندھ اور بنگال کا بھی یہی حال تھا، دکن میں یہ پودا سب سے پہلے بارآور ہوا اور دکن کی شیعہ حکومتوں نے اس کو خوب پروان چڑھایا اس دور میں ایران سے امراء و علماء آئے اور دکن

---

[1] اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بی اے پی ایچ ڈی رضا کار لاہور اربعین نمبر ۱۹۶۳ء

میں قیام پذیر ہو کر اپنے ادارے قائم کر کے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے، آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدرآباد دکن میں جو ریاست قائم کی اس میں شیعہ امیروں، رئیسوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے یہ افکار و نظریات خوب پھیلے، سندھ میں "امیران سندھ" کا بھی یہی مسلک تھا، تاریخ و ادب اور شعر و شاعری سب میں ان ہی افکار و خیالات کی صدا گونجتی نظر آ رہی ہے سندھی ادبی بورڈ نے اس دور کا جو فارسی لٹریچر شائع کیا ہے اس میں اس کی بھرپور تفصیل ملتی ہے یہاں صرف ایک مثال ملا محمد معین سندھی (ف سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۷-۸ء) "دراسات اللبیب" کی پیش کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو وہ "غیر مقلدیت" کے مبلغ ہیں تو دوسری طرف "رفض و شیعیت" میں ڈوبے ہوئے ہیں [1] اور یہ اس دور کے متصوفین، شعراء اور امراء کا عام رجحان تھا، "امیران سندھ" کے اقتدار کی آخری نشانی "ریاست خیرپور" تھی کہ جس نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری مستعدی سے پورا کیا، سندھ کے دوسرے امیروں اور متصوفین کا بھی یہی حال تھا، تاریخ اوچ کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمٰن بہاولپوری (ف سنہ ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) "اوچ میں شیعیت کا آغاز" کی سرخی کے تحت رقم طراز ہیں [2]

---

[1] دراسات اللبیب کو مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ایڈٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار و معتقدات کا جائزہ لیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ دراسات اللبیب صفحہ ۱-۱۰۷ (سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی سنہ ۱۹۵۷ء)

[2] تاریخ اوچ از مولوی محمد حفیظ الرحمٰن صفحہ ۱۱۶ دہلی سنہ ۱۹۳۱ء)

"جندوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر سہراب خاں تالپر کے اثر تربیت و صحبت سے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصرالدین سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال بخاری و مخدوم جہانیاں جہاں گشت، بن گیا . . . جندوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لا کر اوچ اور ریاست بہاولپور میں مروج کیا۔"

عہد فیروزی کے مشہور سہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء کی خانقاہ کا یہ حال ہے اور اس کے سجادہ نشین اب اہل تشیع ہیں۔

بنگال اس معاملہ میں سب سے آگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی "مرشد قلی خاں" ایک شیعہ امیر تھے۔ اس کے بعد جب مسند مرشد آباد پر علی وردی خاں کی بالادستی قائم ہوئی تو مرشد آباد اور عظیم آباد اس تحریک کے دو خاص مرکز قائم ہو گئے علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاصا حصہ لیا ان کے زمانے میں فضلائے ایران جوق در جوق بنگال و بہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ خود بھی روزانہ بعد عصر ان ایرانی افاضل و اکابر کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الافاضل میر محمد علی فاضل، تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں میرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے کتاب کافی مصنفہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی

سے دو احادیث روزانہ پڑھی جاتیں اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے [۱]

غلام حسین طباطبائی نے سیر المتاخرین کی ایک فصل میں ان افاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا۔ غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کربلائی حائری تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے [۲]

"در تشیع نہایت دبے باک و در کمال استغنا بود"

شاہ حیدری بھاگل پور (بہار) میں مقیم تھے وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے تو ان شاہ صاحب نے کس طرح اپنے معتقدات کی تبلیغ کی ملاحظہ ہو [۳]

"محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار شد و بیماریش اشتداد یافتہ، از حیاتش امیدے نماند، درآں وقت شاہ حیدری کہ از مباینت مذہبش نفور اما از شجاعتش راضی و مسرور بود بسر وقتش رسیدہ بشرط قبول مذہب تشیع ضامن شفائے او شد و او قبول نمود و شفا یافت و ارادت کامل باشاہ حیدری بہم رسانیدہ، مع اولاد مطیع و منقادش بود"

---

[۱] ملاحظہ ہو سیر المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹ - ۶۱۰ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء)

[۲] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۵ - ۶۲۰

[۳] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۳

جب ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں اس کا مدت قیام بھی زیادہ رہا اور اس کے حکمرانوں نے اپنے اپنے عقائد و افکار کی اشاعت میں بہت سرگرمی سرگرمی دکھائی اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں (ف ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء) ہیں جن کو پہلے مرشد قلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہی (۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء) میں وہ اودھ کے مستقل صوبیدار ہوئے برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کو تباہ و برباد کرایا۔ حکیم نجم الغنی خاں تاریخ مظفری کے حوالے سے لکھتے ہیں [۱]

"روز دیگر فردوس آرام گاہ خلعت میر بخشی گری بہ نظام الملک فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت خاں برہان الملک کہ امیدوار ایں خدمت بود از حد کبیدہ خاطر گشت و نادر شاہ را بر فتن دار الخلافہ شاہجہان آباد ترغیب نمود و او نمک حرامی ادا کرد و خزائن و دفائن آنجا گوش زد کرد"

مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی ہے

"از گفتن او (برہان الملک) نادر شاہ از میدان قتال کرنال بہ بہانۂ ضیافت در قلعہ شاہجہان آباد داخل شدہ والا ارادۂ نادر شاہ چنیں نبود چنانچہ تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد چنیں یافتہ اند ع بے سعادت نمک حرام مرد"

---

[۱] تاریخ اودھ جلد اول از حکیم نجم الغنی ص ۸۱ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابوالمنصور خاں صفدر جنگ (ف ۱۱۶۷ھ ؍ ۱۷۵۴ء) ہوئے جنہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا۔ صوبہ اودھ سے ملی ہوئی فرخ آباد اور روہیل کھنڈ کی ریاستیں تھیں جن کے حکمران بنگش اور روہیلہ پٹھان تھے مذہباً یہ لوگ سُنّی تھے۔ اختلاف مذہب کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کا وجود صفدر جنگ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور انہوں نے ان دونوں مسلم ریاستوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، ان کی اس آرزو کی تکمیل ان کے بیٹے شجاع الدولہ اور پوتے آصف الدولہ کے ہاتھوں ہوئی۔ برہان الملک اور صفدر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی اودھ میں آئے اور حکومت کے نظم ونسق میں ہاتھ بٹایا نجم الغنی خاں لکھتے ہیں۔

> "ان (صفدر جنگ) کی سرکار میں سواران مغلیہ بیس ہزار تھے لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ کا ادھر میلان پاکر ان کا سا لباس پہن کر بات چیت کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے"[1]

صاف ظاہر ہے کہ فوج کی ملازمت کے لئے ایرانی لباس وزبان ضروری تھے تو الناس علی دین ملوکہم کے مصداق معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیرباد کہا ہوگا، اختلاف مذہب کی وجہ سے ان حکمرانوں کے زمانے میں سنی علماء ومشائخ کی بہت سی جائدادیں ضبط ہوگئیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں[2]

---

[1] تاریخ اودھ جلد اول از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۹۷

[2] مآثر الکرام جلد اول از غلام علی آزاد صفحہ ۲۲۲ (آگرہ ۱۹۱۰ء)

"تا حدود ۱۱۳۰ھ ہنگامۂ علم و علماء دریں گل زمین دلگرام گرمی داشت تا آنکہ برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم اودھ شد و اکثر بلاد صوبہ الٰہ باد ... نیز دار الخیر جون پور و بنارس و غازی پور و کڑہ و مانک پور و کوڑہ جہاں آباد و غیرہا ضمیمہ حکومت گردید و وظائف و سیور غالات خانوادہائے قدیم و جدید یک قلم ضبط شد کار شرفا و نجباء بہ پریشانی کشید، و اضطرار مردم آنجا از کسب علم باز داشتہ و رواج تدریس و تحصیل بآں درجہ نماند، و مدارسے کہ از عہد قدیم معدن علم و فضل بود یک قلم خراب افتاد و انجمن ہائے ارباب کمال بیشتر برہم خورد انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، و بعد ارتحال برہان الملک نوبت حکومت بخواہر زادہ او ابو المنصور خاں صفدر جنگ رسید وظائف و اقطاعات بدستور زیر ضبط ماند و در اواخر عہد محمد شاہ ۱۱۵۹ھ صوبہ داریٔ الٰہ آباد نیز صفدر جنگ مقرر شد و تتمہ وظائف آں صوبہ کہ تا حال از آفت ضبط محفوظ ماندہ بود بضبط در آمد و در عہد جہاں دار شاہ، صفدر جنگ بپایۂ وزارت اعلیٰ صعود نمود و نائب صوبہ کار را بر ارباب وظائف تنگ تر گرفت و تا حین تحریر کتاب ایں دیار پامال حوادث روزگار است"

جائداد اور املاک کی واگزاری کے لئے بہت سے قدیم خاندانوں نے اپنے

آبائی مذہب کو خیرباد کہہ دیا۔ اس سلسلہ میں مآثر الکرام کے مقدمہ میں بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں [1]

"ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ ان علماء و فضلائے بلگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع میں سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا"

حقیقت یہ ہے کہ سادات بلگرام نے معاشی اور معاشرتی مجبوریوں سے پہلے تفضیلیت اور پھر شیعیت اختیار کی اور آخر زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہوگیا۔ یہاں کی تعزیہ داری نے دور و نزدیک شہرت پائی۔ بلگرام کے صرف ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیہ داری کا حال ملاحظہ ہو [2]

"۱۰ محرم کو گیارہ بجے تک کل محلہ میدان پورہ کے تعزیئے جن کی فہرست درج ذیل مع بنانے والوں کے ہے جو تعداد میں چوبیس پچیس کے ہوتے اور ہمراہ سفید تعزیہ کے گشت میں شامل رہ کر کربلا جاتے مشہور تعزیوں میں بیٹوں کا تعزیہ، کنجڑوں کا تعزیہ کرم میاں پیرزادہ کا تعزیہ، رسول بخش کا تعزیہ، حیدری پنجہ بسار کے تعزیئے تھے اس کے بعد بزقصابوں گاڈ قصابوں، خیاطوں، معماراں، جوگیاں، نور باقاں، گاڈراں کے تعزیئے امام باڑے میں آکر شریک گشت ہوتے تھے اہل ہنود کے یہ لوگ تعزیہ

---

[1] مآثر الکریم جلد اول مقدمہ صفحہ ۳۱

[2] تاریخ خطہ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی صفحہ ۲۵۸ دہلی کراچی ۱۹۶۰ء

بناتے تھے اور شریک عزاداری ہوتے تھے، الیشری شاہ تیتال
ہیرالال سیودجی، سوہن تیتال، گوکل تنبولی، لچھمن بقال، سوہن
نجار... قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تعزیہ متصل مکان مولوی،
محمد عالم صاحب پہنچا تو شیخ مظہر حسین مذکور مرثیہ۔

ع قتل جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

خاص اپنے چیدہ بازؤں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے
اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی ٹیپیں ہیں جو بہت دردناآمیز
اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اس مرثیے کے سننے کے واسطے تمام بلگرام
کے معززین اہل ہنود اور حکامان تحصیل و تھانہ آتے تھے مجمع نہایت
کثیر اور پر رونق ہوتا تھا، ہجوم مرداں کی وجہ سے مرثیہ خوان بمشکل
ایک دو ہاتھ سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے تھے اس مرثیہ کا جواب بھی
اہل ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعدہٗ واپسی تعزیہ از کربلا تمام ہندوگان و
اہالیان محلہ امام باڑہ میں موجود ہوکر علم امام علیہ السلام میں شریک ہوتے
اور مجلس شربت کی ہوتی اور یہی مجلس سوم اور چہلم کو کربلا میں ہُوا
کرتی تھی۔

اودھ اور روہیل کھنڈ میں تعزیہ داری کا یہ رنگ بھی نوابان اور شاہان اودھ
کی ترغیب و تحریص اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بلگرام کی تعزیہ داری
کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے تمام مقام کو چھوڑ کر کم و بیش روہیل کھنڈ کے شہر و قصبات
میں بھی تعزیہ داری کا یہی انداز تھا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ، بدایوں، اور جھبانی

بریلی، پیلی بھیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی زور شور سے تعزیہ داری ہوتی تھی، آج کراچی میں تقسیم کے بعد سے تعزیہ داری کا رنگ اس سے بھی چوکھا ہو گیا ہے بات ذرا آگے بڑھ گئی ذکر تھا صفدر جنگ کے جاگیرداروں کے ضبط کرانے کا آئینہ اودھ کے مؤلف ابوالحسن مانکپوری لکھتے ہیں۔

"سادات موضع بتی، پرگنہ سہوہ و فتح پور خاص میں مقیم ہوئے مدت تک اولاد ان کی بہ مذہب آبائی (اہل سنت) قائم رہی لیکن بعہد ریاست ابوالمنصور خاں صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار کرتے گئے"۔ ؎۱

"ان (سید غلام حسین ثانی ساکن بہرائچ) کے دو پسر غلام محمد و غلام رسول ثانی (ہوئے) یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے بعد شکست بکسر کے سبب صلح نامہ گورنمنٹ انگلشیہ سے ہوا نواب ممدوح الذکر نے حکم ضبطی کل معافیات صوبہ اودھ کا صادر کیا یہ دونوں بھائی بہ طمع بحالی معافی بہ تبدیلی مذہب آبائی (اہل سنت) پابند مذہب امامیہ ہو گئے"۔ ؎۲

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (ف ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۵ء) سریر آرائے حکومت ہوئے وہ اپنی مذہبی پالیسی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے

؎۱ آئینہ اودھ از ابوالحسن مانک پوری صفحہ ۱۱۶ (مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۰ء)

؎۲ آئینہ اودھ صفحہ ۱۵۵

میں یہ پودا اور بھی برگ و بار لایا۔ انہوں نے فرخ آباد کے بنگش اور سنبھل کھنڈ کے روہیلہ حکمرانوں کا پورے طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب نواب دلیر ہمت خاں مظفر جنگ (ف ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء) کے زمانے میں ۱۷۷۲-۳ء میں ریاست فرخ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہوگئی اور ۱۷۷۳ء نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ لوح تاریخی (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مولانا منور علی خاں لکھتے ہیں سلہ

ہر کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اس میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیہ داری وہیں کی۔ امام باڑہ کپڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیے رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ رہتے ہیں چنانچہ نواب مظفر جنگ اس مقام پر شیعہ ہو گئے۔

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لئے چار گاؤں مال پور، کمال پور، تورجہ اور تیزولی معاف کئے سلہ

۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی

سلہ لوح تاریخی از منور علی خاں ورق ۱۲۰ الف (قلمی، سال کتابت ۱۲۷۳ھ) (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ)

سلہ حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۲۵۹ (طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۶ء)

کردی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت اللہ خاں میراں پور کٹرہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہوگیا اور اس کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہوگئی۔ اہل روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ شہر و قصبات بری طرح تاراج کیے گئے، امراء و رؤساء اور علماء و مشائخ کو سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں، شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔ شیو پرشاد کی کتاب فرحت بخش کے حوالہ سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں [1]

"مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں، آنولہ نواب علی محمد خاں کے عہد میں دارالاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں آنولہ کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخوند محمد رحیم کی مسجد میں جو ایک متدین اور مجتہد شخص تھے رنڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کراتیں بدفعلی میں مشغول رہتیں ان سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو"

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور حق گو صوفی، شیخ، پیرزادہ مدن کی جائداد ضبط کر لی اور ان کو قید کر دیا، قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ

---

[1] تاریخ اودھ جلد دوم از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۷۱ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء

مدن ہیں جن کے متعلق مشہور ہے ؎

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

ضبطی جائداد کے سلسلہ میں ہم عصر مؤرخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی مرتب "رقعات" "رقعات لچھمی نرائن" لکھتے ہیں [۱]

"بعد انقضائے مدت دہ سال کہ صحبت شاہ مدن بجہات شتی کہ اظہار آں محض طول مقال است از وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر برہم خوردو دیہات جاگیر ایشاں کہ قریب بہ محاصل یک لکھ روپیہ بود بہ ضبط سرکار دولت مدار در آمد شاہ موصوف باایں ہمہ طنطنہ مشیخت و سیادت محبوس زنداں شدند"

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ مظفری میں ملاحظہ ہو [۲]

"شجاع الدولہ کے سامنے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ بہت متعصب، حاسد شخص تھے شاہ (مدن) صاحب کے احترام سے انہیں دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے طرفدار تھے۔

---

[۱] رقعات لچھمی نرائن مرتبہ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی صفحہ ۵ (مطبع جعفری، کانپور ۱۲۸۸ھ)

[۲] نامہ مظفری حصہ دوم از منشی محمد مظفر حسین خاں صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ (مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

> کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادت مند تھے بلکہ بعض
> راوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مرید بتلاتے ہیں اس وجہ سے
> شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام
> لگایا اور ان کی جاگیرات ضبط کرلیں اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں
> تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے
> زیورات تک شاہ صاحب سے منگوا لئے اس کے چھ ماہ کے بعد
> شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک
> کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب ہونے
> دی حافظ الملک کے قتل کرنے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب
> کے انتقال کے تین ماہ کے بعد عین شباب میں ۴۷ برس کی عمر میں
> ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔"

شجاع الدولہ کے عہد کے دو واقعات کی طرف اشارہ کرنا اور ضروری ہے کہ اس کے عہد میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبد العلی بحر العلوم (وفات ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء) اور ملا محمد حسن فرنگی محلی (وفات ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلاد کئے گئے، اور ان مقبولوں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ملا عبد العلی بحر العلوم نے ساری عمر شاہجہان پور، رام پور، ہگلی اور مدراس میں غریب الوطنی میں گزاری اور مدراس ہی میں پیوند خاک ہوئے۔ ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان افاضل پر فخر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ اہل لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ (شجاع الدولہ) نے ان کے ساتھ کیسا ننگ انسانیت سلوک

کیا ۶ آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

ملا عبد العلی بحر العلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیر آبادی لکھتے ہیں لہ

"بعد ازاں بہ سببے از اسباب از لکھنؤ بر آمدہ چندے در رام پور ماند و آنجا بہ افادہ و افاضہ پرداختند"

مؤلف اغصان اربعہ اس سبب کی کسی قدر نشان دہی کرتے ہیں ؎۲

"در اوائل حال او (ملا عبد العلی بحر العلوم) را سانحۂ عظیمے در وطن پیش آمد، بر سبب آں صورت قیام در آنجا مناسب ندیدہ، ہر چند اعانت و امداد از خویشاں و عزیزاں درخواست آنہا ہم شریک او گشتند لاکن گفتند کہ ماباں مدام در خانہ نمی باشیم ... ملا مذکور بہ فساد ارباب شہر دیدہ قیام دریں شہر نتوانست و راہی شاہجہان پور گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین در ملک خود غنیمت دانست بجمال اعزاز و اکرام او را گرفتہ وجہ معقول برائے مصارف طلبہ علم مقرر ساخت و نواب شاہجہاں پور عبد اللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون قلعہ در حویلی خود او را جا داد تا حیات حافظ رحمت خاں مرحوم ہماں جا سکونت داشت"

لہ تراجم الفضلاء از فضل امام خیر آبادی صفحہ ۱۲ (پاکستان اسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۵۶ء)

؎۲ اغصان الاربعہ للشجرہ الطیبہ از ولی اللہ لکھنوی صفحہ ۱۲۲ - ۱۲۳ مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء

واقعہ یہ تھا کہ بلگرام کا ایک رئیس نورالحسن خاں ملا بحرالعلوم کے مدرسہ کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی محب اللہ کے مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا محرم کا مہینہ آگیا اس رئیس نے وہاں تعزیہ منگوایا اس بات پر جھگڑا ہوگیا، بحرالعلوم کی جان کے لالے پڑ گئے ان کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی وطن نصیب نہ ہوا۔

ملا حسن بھی اسی نوع کے قضیے میں لکھنؤ سے نکالے گئے، مؤلف اغصان الاربعہ لکھتے ہیں [1]

"بشرارت بعضے از حساد مفسدہ عظیم در وطن سر دادہ کہ در آں ہلاک خود را مشاہدہ ساخت وطعام وطن ممکن ندانستہ راہی روہیل کھنڈ شد وبقیہ عمر درحمایت حکام آں ملک بسر بردہ در رام پور وفات یافت"

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (ف ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ کے بعد جلد ہی شجاع الدولہ کا انتقال ہوگیا تھا لہٰذا نظم ونسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔ روہیلوں کے مرکزی مقامات کے محلات، اور سرائیں ضبط ہوکر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف سے ان مقامات پر مقرر ہوئے آنولہ میں نواب علی محمد خاں کے قلعہ میں شیعہ سادات آباد کئے گئے یہ لوگ ۱۹۴۷ء تک قلعہ کے ایک حصہ چوبرجی میں قابض و دخیل رہے، تقسیم

---

[1] اغصان الاربعہ صفحہ ۸

ہند کے بعد یہ تتر بتر ہو گئے، سید الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں [1]

"شاہان اودھ کے عہد حکومت میں اہل تشیع حضرات کی مہذب و ذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا روہیل کھنڈ کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان آکر سکونت پذیر ہو گئے اور حکومت جانب سے ان کو معقول زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں۔ بریلی میں حسینی باغ گزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام باڑہ وغیرہ اسی عہد کی مشہور یادگاریں ہیں۔"

محرم کی عزا داری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقمطراز ہیں [2]

"سرزمین روہیل کھنڈ میں موجودہ زمانے کی سی دھوم دھام کی محرم داری جس میں باجے تاشے، نوبت، علم، تخت، تعزیوں وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا روہیلوں کے دور حکومت یا اس سے قبل کے زمانے میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا، اس قسم کی تعزیہ داری کا سلسلہ بعد شہادت حافظ الملک والیانِ اودھ کے بست و ہفت سالہ عہد سلطنت میں شروع ہوا، کالا امام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور بریلی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں۔"

بسولی میں نواب دوندے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل سرا میں میر مشرف علی کو مقیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنؤ

---

[1] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحہ ۲۱۸

[2] حیات حافظ رحمت خاں (طبع دوم) صفحہ ۳۲۵ — ۳۲۶

ہوئے تھے، ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل سرا میں رہتی تھی اور یہ حصہ حویلی سادات
.... کہلاتا تھا۔ اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد
بسولی میں وہ فوت ہوئے۔ اسی طرح اوجھیانی کا قلعہ جو نواب عبداللہ خاں ولد نواب
علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا۔ اس خاندان کے آخری آدمی سید شیدا
علی بن سید حمزہ علی تھے، آصف الدولہ کے زمانے میں اوجھیانی میں (محلہ ساہوکارہ) ایک وسیع
اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ
کو چھ گاؤں برائے امام باڑہ وقف کئے تھے، اس امام باڑہ کی تمام عمارت ختم ہو گئی صرف
صدر دروازہ باقی ہے اس خاندان کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے
ہو کر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائداد موضع نناکھیڑہ اور پیر پور ضلع بدایوں
بیچ کر خورد برد کر دی تھی۔

غرض کہ آصف الدولہ کے دور میں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب
نشر و اشاعت ہوئی۔ حکومت کی طرف سے تحریص و ترغیب اور تنبیہ و تخویف کے حربے
بھی استعمال کئے گئے، گزیٹیر مراد آباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو[1]

> "اکبر کے عہد سے نوابان اودھ کے تسلط حکومت کے ابتدائی زمانہ
> تک، امروہہ کے تمام سید موخر الذکر مذہب (اہل سنت وجماعت)
> کے پابند تھے نوابان اودھ چونکہ بذات خود غالی شیعہ تھے اس لئے امروہہ
> کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب[2] (شیعیت)

---

[1] گزیٹیر مراد آباد صفحہ ۱۸۴ (مطبوعہ الہ آباد ۱۹۱۱ء) [2] گزیٹیر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب اہل سنت وجماعت تھا۔

پھر اختیار کر لیا اور اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سے دنیوی فوائد بھی، صحرائی و سکنائی جائداد و املاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے۔

اس سلسلہ میں آل حسن بخشی مؤلف نخبۃ التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو[1]

"سید علی اصغر در ابتداء مذہب قدیم اہل سنت و جماعت داشت چوں او را و ہم دیگر سادات جاگیرداران امروہہ را پئے استخلاص حال جاگیر ضبط کردہ نواب آصف الدولہ کہ درآں وقت متصرف ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ افتاد و چندگاہ آنجا اقامت اختیار کردند و صحبت ہائے شیعان آنجا کہ معادن کار آناں بودند، بر داشتند "الصحبۃ مؤثرۃ" مذہب تشیع اختیار کردند پیش از و دریں سلسلہ کسے متہم بہ شیعیت نشد"

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف آئینہ عباسی اس مسلک کی اشاعت کا چشم دید حال اس طرح بیان کرتے ہیں[2]

"اس شہر (امروہہ) میں بعد سالار غازی کہ آٹھ سو برس ہوئے ہوں گے اہل اسلام سادات و شرفاء بود و باش رکھتے ہیں سب کا ایک مذہب اہل سنت و جماعت تھا جیسا کہ آثار و اطوار و تصانیف و اخبار سے بخوبی

---

[1] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۷۹ دہلی ۱۹۳۰ء

[2] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول صفحہ ۲۷۸

ثابت ہے اب عرصہ ۷۵ برس سے بوجہ آنے عملداری نواب وزیر کہ وہی

اس مذہب کا موجد ہندوستان میں ہے بمصداق الناس علیٰ دین ملوکہم

بعض بعض نے بہ طمع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تشیع اختیار کیا

اب ہمارے سامنے اس مذہب کی ترقی ہوئی"

جنہوں نے نوابانِ اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستان بھی سُنیے مؤلف تذکرہ کاملان رام پور، علی برادران (مولانا محمد علی و شوکت علی مرحومین) کی ننھیال کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں [1]

"اودھ کے تسلطِ روہیل کھنڈ کے وقت امروہہ کے امراء نے تبدیل مذہب اور حاضری دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا اس لئے کثیر حصہ جائداد کا ضبط ہو گیا۔

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے ۱۷۷۴ء میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہُوا اور اپنے پیش رو فتح خاں خانساماں (وفات ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء) کی حویلی میں مقیم ہوا۔ کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہو کر لکھنؤ اور الٰہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیہ داری شروع ہوئی شیعہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تعزیہ داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ (محلہ بھاجی ٹولہ۔ حسینی گلی) سے نکالے گئے خواجہ آفتاب کے بعد مسلمان عاملوں میں خواجہ عین الدین، مہدی علی خاں، الماس علی خاں اور

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰

حسین علی خاں آئے [1] ان شیعہ حکام کے قیام کی غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیہ داری کے جلوس گزرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ ہی سے اس گلی کا نام "حسینی گلی [2] پڑ گیا خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے غالی تھے [3]

"وہ ائمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا۔ یہ روایت مشہور ہے کہ عشرہ محرم میں معمول تھا کہ عاشورے کو تمام مال و متاع ولقد و جنس اور عمارات اور زن و مرد بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہداء کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض ادہار سے زر نقد پہنچا کر مول لیتا تھا جس جگہ تھوڑے دنوں کے لئے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا۔"

---

[1] عمدۃ التواریخ (تاریخ بدایوں) از مولوی عبدالحیٔ صفا بدایونی صفحہ ۴۸ - ۴۹ (مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۸۶۹ء)

[2] بدایوں کے اس تاریخی کوچہ "حسینی گلی" کی طرف ذرا اشارہ کرنا ضروری ہے ۱۸۸۶ء و ۱۸۸۷ء میں مسٹر لیمب کلکٹر ضلع بدایوں کے زمانے میں عشرۂ محرم اور دسہرہ ایک ساتھ پڑے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا، ہندو مانع تھے کہ اس گلی سے تعزیئے نہ نکلیں مسلمان مصر تھے کہ حسب معمول نکلنے جائیں واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی بستی ہے صرف ایک دو مکان مسلمانوں کے، ایک مسجد اور ایک مزار اس گلی میں ضرور واقع ہیں، اس جھگڑے کے موقعہ پر مسٹر ٹیل کمشنر روہیل کھنڈ کے معاینہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام "سید حسین شہید" رکھ کر اسی نام سے "حسینی گلی منسوب کیا تنقیح طلب امر یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندو محلہ ہے اس راستے سے مسلمانوں کے علم، تعزیئے اور جلوس کیوں نکلے جبکہ وہ محلہ میں آباد بھی نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اودھ کے شیعہ حکام کی وجہ سے تعزیہ داری کے جلوس اسی گلی سے نکلے اور اسی وجہ سے اس گلی کا نام "حسینی گلی" پڑا۔ [3] تاریخ اودھ جلد سوم ص ۱۵۲

بدایوں میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی (وفات ۱۹۶۳ء) اپنے ایک مقالہ "بدایوں کے اہل تشیع" میں لکھتے ہیں[1]

"صورت سنگھ نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا کہ عوام کی تالیف قلوب عطیات سے کی جاوے اور علماء میں سے بھی انتخاب کر کے مخالفت کی آواز کو بالکل نہ اُٹھنے دیا جائے چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی، مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی لے کر سکوت اختیار کر لیا۔

مفتی صاحب نے علاوہ ہدایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کر لیا اور ان کی اولاد اس وقت تک شیعیت پر قائم ہیں مفتی جی کی ترویج شیعیت سے ان کے اکثر عم زادوں نے شیعیت اختیار کی مفتی جی کے بیٹے مفتی مظفر علی نے "عروج الشیعہ فی البدایوں" لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کرایا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے یہ میرے مکان کی شمالی حد تھا اس امام باڑے کے نام موضع خیر پور[2] تحصیل بدایوں میں معافی عطیہ

---

[1] بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۶، رسالہ [illegible] کراچی ۱۹۵۹ء مملوکہ محمد ایوب قادری

[2] اس امام باڑے کیلئے خیر پور (ضلع بدایوں) میں ۱۲۲ ایکڑ اراضی وقف تھی، ملاحظہ ہو بدایوں کی معافیات کا دخل نامہ مورخہ ۹ اگست [illegible] جاری شدہ صدر بورڈ آف ریونیو شمالی مغربی صوبہ آگرہ (محمد ایوب قادری)

نواب آصف الدولہ ہے "

اسی زمانے میں بدایوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوا (ف ۱۲۴۶ھ / ۱۸۲۹ء) ولد مولوی علی دلیل اللہ صدیقی حمیدی نے بھی اثنا عشری مسلک اختیار کر لیا تھا۔ نوا مدتوں لکھنؤ۔ حیدر آباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان ہی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ بدایوں میں ایک اور امام باڑہ (۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) میں تعمیر ہوا ضلع بدایوں کے قصبہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات عہد آصفی کی یادگار ہیں اسلام نگر میں ایک امام باڑہ بھی تھا۔ شیعہ سنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں [1]

"بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم دگر شادی و بیاہ ہوتے ہیں عموماً شیعہ لڑکیوں کی اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اکثر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں۔ بدایوں شہر (حدود میونسپلٹی) کا کوئی سید شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں شیخ صدیقی ہیں نہ جیلدری نہ علوی نہ جعفری"

نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں رام پور پر چڑھائی کی اور ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا اس واقعہ کی تہہ میں بھی مذہبی جذبہ کار فرما تھا نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے چونکہ وہ آصف الدولہ کے دربار لکھنؤ میں رہے تھے اس لئے نواب کی ترغیب سے انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا انہوں نے سربرآرائے حکومت ہونے کے بعد لکھنؤ کے آئین و قانون رام پور میں بھی جاری کئے انہوں نے غلام محمد خاں کو شریک بنا کر محمد علی خاں کو ختم کر دیا۔ پس پھر کیا تھا

---

[1] بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸

انگریزوں کو ساتھ لے کر آصف الدولہ نے فوج کشی کی اور مقتول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔ اسی زمانہ سے رام پور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رام پور کے تمام نواب اثنا عشری ہوئے۔ نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام باڑہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایٹہ کا مشہور قصبہ ہے یہاں پیر زادوں کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے جس میں نامی گرامی مشائخ گذرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے۔ ان میں اثنا عشری مسلک کی ترویج کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مؤرخ مولوی سید محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں[1]

"ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فخام سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب مہذب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آئے تھے اور اپنے اس دین متین و مذہب مہذب میں تعصب و تصلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور بتاتے رہتے تھے اور اگرچہ اودھ کی رافضی سلطنت کے قرب اور اثر سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہنے والے بعض ہماری نسل کے منتسبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصۂ کثیر و دراز سے ہو گیا تھا جو بامتداد زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم و عمل ظاہری و باطنی اور ان کی پختگیٔ دین و مذہب و حفاظت شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس ضلالت

---

[1] خاندان برکات از مولوی سید محمد میاں صفحہ ۸۱ - ۸۲ (مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۹۲۷ء)

کو داخل نہ ہونے دیا جہاں تک معلوم ہوتا ہے اول جما میاں صاحب[1]

لکھنؤ اور پورب کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کی بانچ بجیہ

کی نسل کی جو حالت ہے وہ میں اوپر بتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ

آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہ کے بعد ان کے دوسرے بیٹے

سید محمد تقی خاں صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داغ

بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں

جو شیعہ تبفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی

جو نسل مارہرہ سے باہر کوات، بلگرام، باڑی ساندی وغیرہ میں ہے

ان میں بھی ایک عرصہ سے شیعیت گھس گئی ہے۔"

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اس لئے ہم نے اس کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی تھی مولوی سید عبدالحی مصنف گل رعنا لکھتے ہیں[2]

"نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو و لعب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انہوں

---

[1] جما میاں کا نام آل امام بن آل برکات ہے ۱۱۹۲ھ میں پیدا ہوئے ۸ رمضان ۱۲۴۸ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے دیکھئے خاندان برکات ۲۴ سے ۲۵

[2] گل رعنا از مولوی عبدالحی صفحہ ۱۵۲ -- ۱۵۳

نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اسی کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں خاندان سُنّی سے شیعہ ہو گئے اور ان کو جاگیریں ملیں اور جو اپنی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں، جو شاہان مغلیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں۔

سید غلام علی نقوی مصنف عماد السعادت لکھتے ہیں [۱]

"بانی جمعہ و جماعات در اثنا عشریاں در لکھنؤ او (حسن رضا خاں) بودہ است در ہیچ شہرے از شہر ہائے ہندوستان نماز جمعہ و جماعت در مذہب امامیہ رائج نبود بلکہ کسے را گمان ایں ہم نہ بود کہ در ایران و بلاد عرب نماز جماعت در عشریاں گزاردہ می شود"

سید کمال الدین حیدر مشہدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں [۲]

"دوسرا امر حسنات دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مومنین برائے نام شیعہ تھے۔ اور اپنی عدم واقفیت سے اعمال عوام خلاف بھی کرتے تھے اس قدر ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جو از راہ علم واقف تھے طریقہ ہدایت پند و وعظ و جماعت نماز علی الروس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے ہر چند اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی فقط مرزا حسن رضا خاں کی بجہت سے ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جواں بخت شاہزادہ و فرزند

---

[۱] عماد السعادت، از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۷ ؛ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء)

[۲] قیصر التواریخ جلد اول صفحہ ۱۱۳ ، ۱۱۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء)

شاہ عالم ثانی) مہمان جناب عالی (آصف الدولہ) تھے کس واسطے کردہ سنی تھے پہلے نماز جمعہ جماعت میں جناب عالی (آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے جناب غفراں مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہاد (اجتہاد؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی سے کر آئے تھے صالحین و مقدسین جو اس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کے صلاح و مشورہ سے جناب غفراں مآب کا جانا بھی عتبات عالیات کا ہوا تھا نظر با احتیاط امامت نماز اپنی گوارا نہ کی ان کے واسطے تجویز کی تھی وگر نہ جناب غفراں مآب مرزا حسن رضا خاں کے بیٹے کے معلم تھے غرض غفراں مآب پیشوا و مقتدائے مومنین ہوئے چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعہ نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم و تلقین سے اکثر جاہل ناواقف اپنے اعمال خلاف سے باز رہے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور رد و غلط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے۔"

"صالحین و مقدسین" کی نشان دہی کرتے ہوئے سید عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں[۱]

"شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کر کے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کے اقتدا میں ۱۳ رجب ۱۲۰۰ھ کو نماز ادا کی

---

[۱] گل رعنا صفحہ ۱۵۴

یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کر لیا
نائب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمام مذہب دی"
ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں، مولوی مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء
لکھتے ہیں [1]

"وقتیکہ جناب غفران مآب دریں بلاد بنائے اقامت جمعہ و جماعت فرمودہ
واشاعت شعائر شریعت نمودہ باعث آں ملا علی مذکور شد کہ بہ ترغیب
و تحریص او ایں امر خیر از نواب آصف الدولہ و وزیرش نواب سرفراز
الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم کہ از عقیدت مندان ملا علی بودند بظہور
پیوست۔"

ملا محمد علی فیض آبادی کی "ترغیب و تحریص" کے سلسلہ میں یہی مصنف رقمطراز ہے [2]
"دریں اثناء قدوۃ الافاضل و فخر الاماجد والاماثل مقبول بارگاہ اللہ ملا
محمد علی کشمیری ملقب بہ پادشاہ طاب ثراہ کہ در علم فقہ علم اشتہار
برافروختہ و در فیض آباد رحل اقامت انداختہ بود و در رسالہ در بیان فضیلت
نماز جمعہ کہ از احادیث ماثورہ و غیر آں یا دلہ شرعیہ واضح ست تالیف
نمودہ و خطبہ آنرا بنام نامی جناب نواب مرحوم (آصف الدولہ) مزین
فرمودہ و در پنج باب مبوب گردانید و باب چہارم آں را مختص ایماء

---

[1] نجوم السماء از مرزا محمد علی صفحہ ۳۵۱ (مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)
[2] نجوم السماء صفحہ ۳۴۷

ہر کس را کہ بہ طبق تحقیق شاں دریں بلاد و اہلیت پیش نمازی داشتند

نوشتہ باب پنجم را متضمن التماس کہ بخدمت وزیر الممالک نواب آصف

الدولہ مرحوم کردہ و در آں رسالہ مندرج ساختہ مرسل نمودہ "

ملا محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے[1]

"سخن ملا علی در دل نواب مرحوم (آصف الدولہ) استقرار یافت و چناں

تصمیم فرمود کہ ہر گاہ اتفاق مراجعت جناب مولانا از وطن بہ بلدۂ لکھنؤ افتد

تکلیف گزاردن نماز جماعت بآں عالی جناب نماید افتاد نواب جنت مکاں

التماس گزاردن نماز بجماعت فرمود و دریں باب مبالغہ از حد گزرانید

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ

تیار کرایا اور نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی

سہولت ہوئی آصفی دور کی سب سے اہم دریافت "درگاہ حضرت عباس" کا قیام ہے، ایک

شخص فقیرا نامی نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور مشہور یہ کیا کہ

مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ "حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکۂ کربلا میں تھا وہ فلاں

مقام پر دفن ہے تو اس کو نکال لے" چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا

تو علم نکلا رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت ہوئی ضعیف الاعتقاد عوام منت مرادیں مانگنے لگے

اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمت گار سے خفا ہو گیا اور کہا کہ کل تیری

ناک کٹوا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہ عباس پر منت مانگنے پہنچ گیا، آصف الدولہ

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۹

کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہوگیا ایک روز خادم نے باتوں باتوں میں نواب کو ناراضی کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا "بعنایت خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی" نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے فقیرا کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا نجم الغنی خاں لکھتے ہیں[1]

"نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس علم کی زیارت کے لئے آنے لگے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کرا دیا۔ یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا"

نواب آصف الدولہ کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خاں (ف ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء) روہیل کھنڈ کی صوبے داری سے معزول ہو کر بنارس پہنچے، سعادت علی خاں نے یہ نیت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بعد لکھنؤ کی حکومت مجھے مل گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دوں گا چنانچہ آصف الدولہ کے متبنیٰ وزیر علی خاں کے علیحدہ ہونے کے بعد سعادت علی خاں نواب اودھ بنے اور ان کی دلی مراد بر آئی۔ نواب سعادت علی خاں نے درگاہ علم عباس کے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی۔ اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کئے اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی اس کے بعد غازی الدین حیدر نے بلند نقار خانہ بنوایا۔ نوبت اور گھڑیال رکھے گئے، اندرون درگاہ، دروازہ اور ضریح چاندی کے بنائے گئے اور آرائش کا سامان

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ ۱۰۷

رکھا گیا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکہ زمانیہ نے درگاہ کا باورچی خانہ تعمیر کرایا[1]۔ غرض اس قسم کی درگاہیں قائم کر کے عوام کے لئے عقیدت کے آستانے فراہم کئے گئے[2]۔

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثنا عشری مسلک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ انگریزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہو گئیں۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی لکھتے ہیں[3]

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۳

[2] ماہنامہ "عارف" لاہور ستمبر ۱۹۶۲ء میں "رضا کار لاہور" مجریہ ۱۲ رجولائی ۱۹۶۲ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قافلہ نبوت لاہور میں" مضمون نگار کا نام حکیم خادم اسلم ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی رقیہ زوجہ مسلم بن عقیل، عقیل کی پانچ بہنوں کے ہمراہ واقعہ کربلا (۶۱ھ) کے بعد ہندوستان آئیں اور لاہور میں "بیبیاں پاک دامناں" کی جو قبریں ہیں وہ انہی خواتین کی ہیں مضمون میں کشف و کرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے، تاریخ کا منہ چڑایا گیا ہے حیرت تو ہمیں مدیر "عارف" عبد الرحمٰن شوق مصنف تاریخ اسلام پر ہے کہ انہوں نے اپنے موقر جریدے میں کیسے نقل کر دیا، پیر غلام دستگیر نامی (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از پیر دستگیر نامی صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ (لاہور ۱۹۶۰ء)

[3] لکھنؤ کا دبستان شاعری از ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی صفحہ ۲۸ (لاہور ۱۹۵۵ء)

"نواب وزیر اور ان کے خاص محل کے ذاتی اثر نے اس عقیدے (امامیہ مسلک) کو لکھنوی تمدن کا ایک نمایاں عنصر بنا دیا۔"

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامراء (ف ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے تھے۔ ۱۷۷۱ء میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا۔ امراء کی آپس کی کمزوری، نفاق اور دشمنی نے موقعہ دیا کہ وہ سب پہ بازی لے گئے۔ وہ اپنے عقائد میں نہایت متصلب اور متعصب تھے۔ مرزا محمد علی مولف نجوم السماء لکھتے ہیں [1]

"نواب نجف خاں مرحوم کہ سرآمد امرائے روزگار، و از شیعانِ المتمہ اطہار بود۔"

شیخ غلام ہمدانی مصحفی لکھتے ہیں [2]

"در عہد شاہ عالم بادشاہ کہ بہ سبب بودن امیر الامراء ذوالفقار الدولہ بہادر در دہلی علویٔ اہل تشیع بیشتر بود۔"

ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامراء کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلا اور غلبہ رہا۔ ان کے زمانے میں ان کے مسلک کو بڑا فروغ اور سنیوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا مظہر جانجاناں لکھتے ہیں [3]

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۵۲ [2] عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی، مرتبہ مولوی عبدالحق، صفحہ ۵۵ (اورنگ آباد دسمبر ۱۹۳۴ء) [3] کلمات طیبات (ملفوظات و مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں) مرتبہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی صفحہ ۸۵ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ)

"حالِ مردم ایں شہر از روزیکہ نجف خاں" است از شاہ تا گدا تباہ است"

اکابر صحابہ کرام مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت مظہر جان جاناں جیسے شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خواں تبرا کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے [1]

"حضرت ایشاں (مرزا مظہر جان جاناں) می فرمود کہ یک بار فقیر را بر جمع از مرثیہ خواناں شیعی اتفاق گذر افتاد ناگاہ یکے از آناں بے ادبی در جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشود چوں تاب تحمل و طاقت ضبط آں نماند زمام اختیار از دست رفت"

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے بعد حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی پر تبرا ہوتا تھا [2] مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ اور اجل شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی

---

[1] معمولات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۵۰ مجتبائی نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

[2] اخبار رنگیں از سعادت یار خاں رنگیں (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) صفحہ ۲۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۲ء) مرزا محمد رفیع سودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہجو کی ہے قصیدہ کا مطلع ہے ؎ کہ دل چمن میں اگر جا کے غزل خوانی — تو بلبلیں ہوں میرے پیچھے کی دیوانی تفصیل کے لئے دیکھیے "سودا" از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۶ء)

سے روکا تھا اور عقائدِ اہلِ سنت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی مرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں [۱] ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ [۲] نے مرزا صاحب کو شہید کیا ایک اہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے [۳]

"در دورۂ نواب نجف خاں بہ سبب اختلافِ مذہب از دست شخصے شیعہ بضربِ طپانچہ رخصتِ شہادت یافت"

ایک قریب العصر مؤرخ مولوی عبد القادر رام پوری لکھتے ہیں [۴]

"جناب مرزا کو نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت آکر اور حضرت کو تنہا پاکر بندوق کی گولی ماردی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا اس زخم نے مرزا مظہر جانجاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ شاہ عالم نے اس سانحہ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالجہ کے لئے تجویز فرمایا اور نجف خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لئے حضور میں پیش

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کلماتِ طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) مقاماتِ مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) معمولاتِ مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ)

[۲] آبِ حیات از شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۴ (شیخ مبارک علی، لاہور)

[۳] طبقاتِ سخن از مبتلا میرٹھی بحوالہ مرزا مظہر جانجاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۳

[۴] علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد اول ص ۲۲۹

غیرتِ اسلامی اور معافی

کرے جناب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو مضمون لکھا ۔
دستِ شیعہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرانا اپنے کی شکایت غیر
سے ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے
تو اس کو احقر ہی کے حوالے کر دیں تاکہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں۔"
غلام علی آزاد ابراہیم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے [1]

"گویند بہ سبب تعصب مذہب منع تعزیہ سید الشہدا علیہ السلام
می نمود بدیں جمیعت از دست یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار
و یک صد و نود و چہار ہجری [2] کہ عمرش قریب صد بود کہ مقتول شد
علی لطف اس سلسلہ میں کچھ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں [3]

"کہتے ہیں کہ ہفتم روز عاشورہ کو لبِ بام پہ اپنے گھر میں مرزا بیٹھے
تھے اور کوئی سردار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے
کہ ناگاہ گذر شدوں کا ان کے زیر بام سے ہوا اس روہیلے نے کھڑے
ہو کر سینہ زنی بھی کی اور موافقت سلام سے ہوا اور میرزا صاحب مذکور جس طرح
بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس
جس مقدمہ کو ہو چکے ہوں ہر سال اسے زیادہ کرنا کیا بدعت ہے اور

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹
[2] گلشن ہند از مرزا علی لطف (تحشیہ و تصحیح از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق)
۲۱۶ حیدرآباد دکن ۱۹۰۶ء)
[3] گلشن ہند صفحہ ۲۱۷ یہ تاریخ غلط ہے ۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ ۱۷۹۰ء کو یہ واقعہ ہوا۔

لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی خفت ہے یہ گفتگو بخشہ روہ

وہ لوگ جو کہ ظلم اور تشدد کے ساتھ تھے انہوں نے سنی اور تعصب

کی مرزا صاحب مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو

رہی آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہار دہم عاشورہ سے

ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پہ آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر

آئے تو بے گفتگو ایک چوٹ طپنچے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے

نلدہ راہ اپنے گھر کی لی "

غرض نجف خاں کی امیر الامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں جیسے

اجل شیخ دن دھاڑے قتل ہو گئے جن کے ہزاروں مرید و معتقدین پاک و ہند میں پھیلے

ہوئے تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر و قبول عام تھا اور پھر اس ظلم صریح کی داد فریاد

شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں[1]

"نجف خاں کہ بہ تقاضائے او مرتکب ایں امر شہادت مرزا

شدہ بودند و وے در اجرائے حد تغافل کرد، عنقریب مرد و اتباع او

باہم مجادلات نمودہ رخت حیات بر بستند نشانے از آں ظالماں پیدا

نیست "

کسی نے کیا خوب کہا ہے[2]

---

[1] مقامات مظہری از شاہ غلام علی دہلوی صفحہ ۹۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولات مظہریہ از محمد نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۱۴۴ (مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

نجف خاں نماند و نجف خانیش نہ افراسیاب ورنہ ہمدانیش
نہ لشکر بماند و مرزا شفیع شود حاکم تولفضل ربیع

خود شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد و مصائب اختیار کرنے پڑے اس کا سبب شاہ صاحب کا شیعیت کے خلاف قلمی و لسانی جہاد میں حصہ لینا تھا۔ شاہ صاحب کی جائداد اور املاک ضبط ہوئی اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے مؤلف مناقب فخریہ کا بیان ہے [1]

"فرزندان شاہ ولی اللہ مغفور در انچہ متصدیان سلطانی حویلی علیحدہ ساختہ و حویلی را بضبط آوردہ بودند"

امیر الروایات میں ہے [2]

(نجف خاں) نے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان معہ زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے اس کے بعد مولانا فخرالدین صاحب

---

[1] مناقب فخریہ از غازی الدین خاں نظام صفحہ ۱۹ (مطبع احمد دہلی ۱۳۱۵ھ)

[2] حکایات اولیاء مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۴ (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء)

شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین دہلوی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی ماخذ یا ہم عصر لٹریچر میں نظر سے نہیں گزرا پھر دہلی سے لکھنؤ یا جونپور جانا کیا معنی رکھتا ہے وہاں بھی نوابان اودھ کی حکومت تھی اگر جاتے تو روہیل کھنڈ (رام پور) وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جونپور کے اس دور کے کسی شخص نے نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ بحفاظت روانہ ہو گئے
تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری نہ ملی تھی
اور شاہ رفیع الدین صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز
صاحب پیدل جون پور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ سوار
ہونے کا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا ۔"

اگرچہ یہ روایت قدرے مبالغہ آمیز ہے مگر ضبطی جائداد کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ
جائداد کے متعلق تحریری حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ۳۰ رجون
۱۸۰۶ء کو ایک درخواست رزیڈنٹ دہلی کے توسط سے سیکرٹری، پولیٹکل ڈپارٹمنٹ
کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جو جائداد ضبط ہو چکی ہے وہ واگزاشت کی جائے اس درخواست
کو قابل اعتنا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت کے خانہ میں درج ہے ۔

The Resident, Delhi forwards copy and letter from the Superintendent of the Assigned Territory and recommends that the land in Haveli Palam formerly owend by Maulvi Shah Abdul Aziz be restored to him

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۱۰ رجولائی ۱۸۰۶ء
سیکرٹری پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ

شاہ عبدالعزیز کی جائداد واگزاشت ہونے کی تجویز منظور کرتی ہے [۱]

معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی (کوچہ انبیاء) اور پھر حویلی خاں دوراں خاں (کلاں محل) میں مقیم رہے چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیعہ حضرات کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا [۲] پھر مکانات واگزاشت ہو گئے ہوں گے اور صحرائی... جائداد باقی رہ گئی ہو گی جو انگریزی حکومت کے قیام کے بعد واگزاشت ہوئی۔ مگر ان شدائد و مصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری رکھا۔ ملفوظات عزیزی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا [۳]

> "غازی الدین حیدر بلا منصب و جاگیر مجھے طلب کرے تو میں جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے اور انشاءاللہ خلقت الٰہی کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کر کے ان کو مفید بنا دوں گا اور نئے انداز کی تقریریں کرونگا

---

[۱] جائداد اور اس کی واگزاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈس ان دی پنجاب سیکرٹریٹ جلد اول (دہلی ریزیڈنسی اینڈ ایجنسی ۱۸۰۶ - ۱۸۵۷) لاہور ۱۹۱۱ء" ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو

[۲] ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی و مولوی محمد علی)، صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء)

[۳] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱

جو عوام میں مقبول ہوں گی اور لوگ فریفتہ ہوں گے۔"

اس زمانے میں شیعیت کے فروغ کے ساتھ "تفضیلیت" کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا بلکہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علی رض کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ طاہرین کا دم بھرتے اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں۔ متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ واشاعت ہوئی ہے اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبدالواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سبع سنابل کا پہلا سنبلہ (باب) تفضیلی عقائد اور مفضلہ سادات ہی کے رد میں لکھا ہے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر واشاعت میں حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) نے سب سے زیادہ حصہ لیا وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے امام باڑے جاتے، ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سُنی ان کو سُنی سمجھتے تھے[1] ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (بیعت کرنے سے) سب و شتم اور تبرا سے باز آجاتے ہیں[2] اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام سنیوں

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۲۱

[2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۷۹

میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سنت میں پنجتن پاک، ائمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک اور دوسرے شیعہ معتقدات و معمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہوا حضرت شاہ فخر دہلوی رح کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلوی رح (ف ۱۲۵۰ھ ۱۸۳۴ء) روہیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے افکار سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے [1]

"حضرت نیاز بے نیاز کا معمول تھا کہ دوپہر کو اندر مکان کے قیلولہ فرما کر قبل نماز ظہر خانقاہ میں برآمد ہوتے تھے لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہیں لائے ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آگیا اس وقت خادماں و غلامان موجود خانقاہ اس خلاف معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنانہ مکان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میرے خانقاہ نہ آنے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے ہو جس میں مولا علی کی شان میں طریق گستاخانہ

---

[1] نازونیاز صفحہ اول حالات و ملفوظات شاہ نیاز احمد بریلوی، مرتبہ نصیر الزماں خاں صفحہ ۶۹ ولنظامی پریس بدایوں سال طباعت ندارد

کا استعمال کیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کردو
جب خانقاہ میں آئیں گے یہ سُنکر حاضرین میں سے ایک صاحب
نے معذرت کی کہ فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے۔ آج
دوپہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے
کے لئے خانقاہ میں لے آیا تھا اب فوراً کتاب واپس کرتا ہوں
غرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی، جب حضرت خانقاہ میں
تشریف لائے کتاب تحفۂ اثنا عشریہ درحقیقت تصنیف شاہ
عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے
ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا"

اس کے بعد مؤلف راز و نیاز نصیر الدین صاحب نے حضرت شاہ
ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی مزید تخفیف، تنقیص بلکہ تبرا کیا ہے[1]
اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی رد (ف ١٢١٢ھ / ١٨٩٤ء)
مشہور تفضیلی بزرگ گزرے ہیں[2] انہوں نے روہیل کھنڈ میں سب سے پہلے
علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریف "میلاد مصطفوی و مرتضوی" لکھا اور مروج کیا
اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے موقعہ پر گایا جاتا ہے اس

---

[1] راز و نیاز (حصہ اول) صفحہ ٦٩ ــــ ٧٠

[2] شاہ دلدار علی مذاق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الواصلین از رضی الدین
بدایونی صفحہ ٢٦٢ ــــ ٢٦٤ (نظامی پریس بدایوں ١٩٤٥ء)

سہرے کا پہلا شعر ہے ؎

علی نوشہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا
ملا خلعت نبی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تفضیلیت کی اشاعت تکیۂ کاکوری کے مشہور قلندریہ مشائخ کے ذریعہ ہوئی انہوں نے یہ صور اتنی بلند آہنگی سے پھونکا کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔ اضلاع سہارن پور، میرٹھ، مظفر نگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے [1] دیوبند میں تو (تمام شیخ عثمانی) تفضیلی تھے [2] نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ تفضل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو گئے تھے [3] شیعہ اور سنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں [4]

"دیوبند کہ زاد و بوم احقر است شیعان و سنیاں چناں مخلوط اندکہ رشتہ و رابطہ قرابت طرفین را بطرفین محکم و مستحکم است"

دیوبند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کے لئے ایک کتاب نور الہدیٰ

---

[1] حکایات اولیاء صفحہ ۱۴۱

[2] سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۶۱

[3] سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۶۲، ۶۳

[4] فیوض قاسمیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی صفحہ ۵، ۶ (کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سال طباعت ندارد)

لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں [۱]

"خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہہ الدین صاحب عثمانی ساکن دیوبند ضلع سہارن پور مضاف صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد خدمت ارباب تحقیق میں عرض کرتا ہے کہ سن شعور سے از روئے عقیدۂ آبائی یہ عاجز متمسک طریقہ اہل سنت وجماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھتا تھا اور فرقہ شیعہ سے بالخصوص ایک قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں درحقیقت ورثہ پدری میں پہنچا تھا اور اگرچہ متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پر نہایت مستقل طور سے قائم تھا اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو [۲]

"اب بالکل یقین اس بات کا ہو گیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثناعشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زٹلی کا یہ قول صحیح ہے کہ "السنی متمسک مذہب ناحق بزور مجادلہ"

---

[۱] انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۲ مطبع اثنا عشری دہلی ۱۳۰۹ھ

[۲] انوار الہدیٰ صفحہ ۴

حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں بعض مشہور مشائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔
اوپر ہم نے حضرت فخرالدین دہلویؒ اور شاہ نیاز احمد بریلوی وغیرہ کا ذکر کیا ہے
یہاں ہم ایک واقعہ مجالس رنگین سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری
مریدی کے ذریعہ سے بھی اثنا عشری مسلک کس خوبی سے پروان چڑھا سعادت یار
خاں رنگیں لکھتے ہیں [1]

"سہارن پور کے قریب ایک اشرافوں کا شہر ہے اس کو منہاروں
کا رام پور کہتے ہیں اس میں ایک بدی آدھے سنی آدھے شیعہ
آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باعث دین کے نزاع رہتی ہے
پر ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہر گاہ فرقہ سنیوں کا کچھ
لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم
کرتے ہیں اور آزردہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ رام
پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں
پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کر کے روتے ہیں۔ قصہ کوتاہ
اب کی سال جو فرقہ شیعوں نے سنا کہ میاں صابر بخش پیر زادے
نے امام باڑہ بنا کر تعزیہ داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب
کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے انھوں نے محرم میں سر یا نار
جبس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کر کر اپنی ماتم داری اظہار

---

[1] اخبار رنگیں ص ۱۴ ، ۱۸

کی تو انہوں نے کمال اس بات کی شادی کی کہ سبحان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کو جو چور ہم میں چھپے ہوئے لوگوں کو مرید کر کر گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوئے۔"

شاہ میر محمدی (وف ۱۲۱۰ھ / ۱۸۲۰ء) حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ ہیں [1] صابر بخش (وف ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۰ء) چشتی صابری سلسلہ کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں [2] حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے ایک مرید و خلیفہ مشہور شاعر مرزا قمر الدین منت (وف ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۴ء) تھے [3] انہوں نے کھلم کھلا شیعہ مسلک اختیار کر لیا قمر الدین منت کے متعلق مولوی عبد القادر رام پوری لکھتے ہیں [4]

---

[1] میر محمدی بیدار کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ دیوان بیدار از جلیل احمد قدوائی صفحہ ۱۱-۱۲ (ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۵ء) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم (مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۸۱/۱) (لاہور ۱۹۳۳ء)

[2] ملاحظہ ہو علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ آثار الصنادید صفحہ ۲۳، ۲۴ (باب چہارم) لکھنؤ ۱۸۷۶ء

[3] قمر الدین منت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ (۲) لکھنؤ کا دبستان شاعری از ابو اللیث صدیقی صفحہ ۱۲۹، ۱۳۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵ (۴) فخر الطالبین (ملفوظات شاہ فخر الدین دہلوی) مرتبہ نور الدین حسینی صفحہ ۱۹ - ۲۰ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

[4] علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱

"میر قمر الدین منت جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور یگانۂ آفاق جناب مولوی فخر الدین اورنگ آبادی مولانا و دہلوی مرقداً جناب شاہ کے مرید ہوئے۔ اور ایک عالم کے مرشد ہو گئے... قمر الدین منت نے کچھ عرصہ کے بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا خاں اور حیدر بیگ خاں کا تقرب حاصل کر لیا اپنے کو اثنا عشری ظاہر کیا۔ اور اس راہ (مذہب اہل سنت) سے پھر گیا حیدر بیگ خاں کی رفاقت میں کلکتہ آیا اور مر گیا"[1]

قمر الدین منت شاہ ولی اللہ کے پروردہ یافتہ اور شاہ عبد العزیز کے عزیز اور شاگرد تھے[1] شاہ صاحب نے اصول حدیث کی مشہور کتاب عجالۂ نافعہ ان ہی کے لئے قلم بند فرمائی[2]

تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی مجددی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں[3]

"درویشاں ایں شہر اسماء می خوانند و تعویذ ہا می نویسند برائے تسخیر و رجوع خلق و تفضیل جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ص ۹۲

[1] قمر الدین منت کے شیعہ ہونے کا اشارہ ملفوظات عزیزی میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبد العزیز

[2] عجالہ نافعہ از شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۳ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ

[3] مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ رؤف احمد مجددی صفحہ ۱۶۱ ولاہور ۱۳۷۱ھ

بر خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم می نمایند و تعزیہ ہا می

سازند و مرثیہ ہا می شنوند و امر می کنند بایں دو کارو

شنیدن طنبور و سارنگی و بدعتہا طریقہ دارند

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں [1]

"و تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن و تصویر پیش خود داشتن و

تراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برآں نہادہ

خلق را سنگ پرست ساختن و قصر ریش کردن، و نماز

ترک قومہ و جلسہ و طمانیت ضائع نمودن و لہو بادہ مزیع

جنگا نیدن و نغمہ تار طنبور و اعمال جوگیاں و انواع اذکار

کہ از قدما مردی نیست معمول داشتن طریقہ صحابہ نیست"

ایک اور خط میں لکھتے ہیں [2]

"شنیدن تار و نغمہ و تعزیہ بادہ مرثیہ ہا و صور تصاویر

معاذ اللہ اکابر چشتیہ و قادریہ رحمۃ اللہ علیہم با مریداں را

بایں بدعتہا نفرمودہ اند"

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سنت

کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۵۹

[2] ایضاً صفحہ ۱۴۶

کرتے رہے ہیں۔ ایک مشہور شیعہ مشنری نقاء علی حیدری بدایونی دفات ۱۹۶۴ء
اپنی خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں۔[1]

"رنگون کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ
پہلے دن چاندو صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد
کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے
منظور تو کر لیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے
(شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا بہر
حال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے ان کا حلیہ یہ تھا بہت لانبی
داڑھی، عبا، قبا، جبہ دستار سے مزین، لانبا عصا، ہاتھ میں متعدد
رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے، لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے
میں نے بھی تعظیم کی، دعا کی چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف
لے گئے، پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیرالمومنین کی شان
میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا پڑھا پھر چند منٹ
کچھ فضائل اہل بیت اور خاتمہ پہ جناب علی اصغر کی شہادت بیان
کی، تقریر کے بعد کہنے لگے میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف
حیدری صاحب کا بیان سننے آیا ہوں، وہ منبر سے اُترے اور میں نے
ایک گھنٹے کے قریب فضائل و مصائب عترت اہل بیت اطہار بیان کئے

---

[1] سرگذشت از نقاء علی حیدری صفحہ ۳۶، ۴۷ (کراچی ۱۹۶۳ء)

لوگ بے حد متاثر ہوئے، ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا: "نجم الحسنؒ سے کہہ دینا کہ علی حسین ملا تھا" جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ و کعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا تو بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں۔"

اس عہد میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے وہ اثنا عشری مسلک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ میں محمد حسین قتیل فرید آبادی (م ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) اور محمد رام قدسی لاہور کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نو مسلم عقیدتاً شیعہ تھے اور اس مسلک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد و نعت کے بعد منقبت علیؑ یا ائمہ اطہار لکھنی ضرور سمجھتے تھے، وقائع عالم شاہی کا مؤلف کنور پریم کشور فراقی لکھتا ہے[2]

"صلوات بے غایات و نیاز بے نہایات بر ابن عم و وصی اکرم او کہ مظہر العجائب و اسد اللہ الغالب و صاحب ذو الفقار و قسیم الجنۃ والنار راست"

دیا شنکر نسیم مثنوی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں:

---

[1] نجم الحسن مشہور مجتہد و مہتمم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

[2] وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراقی (مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی صفحہ ۱ رام پور ۱۹۴۹ء)

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے
یعنی کہ مطیع پنج تن ہے

راجا رتن سنگھ زخمی (ف ۱۲۶۷ھ) ایک "قصیدہ ہفت بند" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں (۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) میں لکھا ہے اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں [1]

تا بسے درد و غم ندارد بیش ازیں زخمی دگر
زود رحمے کن بحالش اے شہ والا مقام
تا بکے ایں درد غربت تا کے ایں رنج سفر
در بریلی باز کے بینم دل خود را بکام
بر تو شاہا صد سلام و بر تو شاہا صد درود
زخمی غم دیدہ را بہر خدا دریاب زود [2]

اس دور میں امارت و وزارت، جاگیرداری و منصب داری کے عہدوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور رفاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اسی لئے فریقین اہل سنت و اہل تشیع میں مناکحت و مصاہرت کے رشتے بھی ہوتے تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی اشاعت ہوتی تھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) اپنے وصیت نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشاندہی کرتے

---

[1] قصیدہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے دیکھیے معتقد علی گڑھ بابتہ ۱۵ اپریل ۱۹۲۶ء

[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ مزاقی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ قدسی اور ثقیل کے ساتھ محشور ہوں گے

ہوئے فرماتے ہیں [1]

"از جملہ تقدیم مصلحت دینی بر مصلحت دنیوی آنست کہ
در مناکحت دینداری کا منظور دارد و چوں دریں زمانہ دریں
شہر مذہب روافض بسیار شیوع یافتہ است و شرفا بیشتر
بہ علو نسب یا رفاہ معیشت نظر می دارند اول رعایت ایں باید
کرد و دختر بکسے رافضی یا متہم برفض اگرچہ صاحب دولت عالی
نسب باشد نباید داد روز قیامت سوائے دین و تقویٰ ہیچ بکار
نخواہد آمد و نسب را نخواہند پرسید"

قاضی صاحب اپنی معرکۃ الآرا تصنیف السیف المسلول کے آغاز میں مذہب
روافض بسیار شیوع یافتہ است" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں [2]

"روافض خصوصاً اثنا عشریہ در زمانہ دریں وقت دریں و
دیار مذہب اثنا عشریہ ظہورے پیدا کردہ و بسبب
جہل و حمق اکثر اہل زماں خصوص بعض از اہل بلدہ پانی پت
کہ آبا و اجداد شاں اہل سنت و ایمان بودند گمراہ شدند فقیر خواست
کہ کتاب بعبارت فارسی آسان در رد روافض نویسد تا ہر عامی
ازاں نفع گیرد و شاید کہ کسے براہ ہدایت آید و اجر و ثواب

---

[1] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹ (شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء)

[2] السیف المسلول از قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۲ (مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ)

براقسمم عابد گدرر ۱۱

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعی ملتانی کے رد میں ایک اور رسالہ "شہاب ثاقب برد الروافض الشیاطین المارقین" تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلوی رح حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح حضرت شاہ غلام علی نقشبندی رح حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رح وغیرہم نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا، اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز رح نے کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خاندان میں داخل ہو چکا تھا[۱] ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمرالدین منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے قلمی جہاد فرمایا، اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دو معرکۃ آرا تصانیف ازالۃ الخفاء اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین نے مشعل راہ کا کام دیا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور "ہرچہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔

اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی سب سے معرکۃ الآرا تصنیف تحفہ

---

[۱] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۲

اثنا عشریہ" ہے جو اپنے موضوع پر نہایت مدلل، مفصل، متوازن اور واضح کتاب ہے۔ علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین اس کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں شاہ صاحب کا انداز بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے۔ کلامی مباحث کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رشتۂ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں[1]

در یں رسالہ انچہ ز کتب معتبر شیعہ منقول است احتمال
افتراء و بہتان را در آں گنجائش ندہد زیرا کہ کتب منقول
عنہا از مشاہیر کتب شیعہ و معتبرات ایشاں اند باید کہ بے
دماغی نفر باید و نقل را با اصل مطابقت دہد و ناتماں متہر سد کہ
اگر صحت نقل ظاہر شود تقبل آں لازم گردد"

تحفۂ اثنا عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں[2]

در غرض از تسوید ایں رسالہ و تحریر ایں مقالہ آں است
کہ دریں بلاد کہ ماساکن آنیم و دریں زماں کہ ما دراَنیم رواج
مذہب اثنا عشریہ و شیوع آں بحدے اتفاق افتادہ کہ کم خانہ

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز صفحہ ۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲ دفتر المطابع دہلی ۱۲۹۰ھ

باشد کہ یک دو کس ازاں خانہ بآں مذہب متمذہب نباشند
در رافضیہ بایں عقیدہ نشوند لیکن اکثرے از حلیہ علم تاریخ واخبار
خود عاطل وازاحوال اصول واسلاف خود بے خبر و غافل می
باشند و ہر گاہ در محافل و مجالس با اہل سنت وجماعت
گفتگوی نمایند کج مج حی گزینند وشتر گربہ می آرند حسبۃ للہ
تعالیٰ بتحریر ایں رسالہ پرداختہ شد تا در وقت مناظرہ از جادۂ
خود بیروں نروند و اصول خود را منکر نشوند و در بعضے از امور
واقعی شک و تردد را راہ ندہند و دریں رسالہ التزام کردہ شد
کہ در نقل مذہب شیعہ وبیان اصول ایشاں والزاماتے کہ عاید
بایشاں می شود غیر از کتب معتبرہ ایشاں منقول عنہ نباشد"
تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ ابواب میں تقسیم کیا
گیا ہے۔

باب اول، در کیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آں بفرق مختلفہ

باب دوم، در مکائد شیعہ وطرق اضلال وتلبیس

باب سوم، در ذکر اسلاف شیعہ علماء وکتب ایشاں

باب چہارم، در احوال اخبار شیعہ وذکر رواۃ انہا

باب پنجم، در الہیات

باب ششم، در نبوات

باب ہفتم، در امامت

باب ہشتم ، در معاد

باب نہم ، در مسائل فقہ

باب دہم ، در مطاعن خلفاء ثلثہ وام المومنین و دیگر صحابہ

باب یازدہم ، در خواص مذہب شیعہ ، اوہام ، تعصبات ، ہفوات

باب دوازدہم ، در تولا و تبرا

شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ بارھویں صدی کے گذرنے کے بعد لکھا ہے

خود فرماتے ہیں [۱]

"بعد از انقضاء قرن ثانی عشر از ہجرت خیر البشر علیہ التحیہ والسلام صورت تالیف پذیرفتہ و جلوہ ظہور گرفتہ"

خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں [۲]

"ایں نسخہ عجیبہ کہ مسمیٰ بہ تحفہ اثنا عشریہ است بعد از گزشتن دوازدہ قرن صدی از ہجرت حضرت خیر الانام علیہ وعلی اہل بیتہ واصحابہ التحیۃ والسلام سمت تحریر یافت ، نقش اختتام پذیرفت"

تحفہ اثنا عشریہ ۱۲۰۴ھ (۹۰-۱۷۸۹ء) میں تالیف ہوا کسی نے تاریخ تالیف کہی ہے [۳]

تحفہ را یک فن مداں کہ درد   سوئے ہر معرفت سراغ آمد

[۱،۲] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲ - ۷۰۱

[۳] ملفوظات عزیزی صفحہ ۷۰

سوئے الفاظ معانی اش بنگر ہست دریا کہ در ایاغ آمد
بسکہ نور ہدایت است بیقین سال تصنیف او "چراغ" آمد

سنہ ۱۲۰۳ھ

تحفہ اثنا عشریہ کے رد میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (ف سنہ ۱۲۳۵ھ ۱۸۱۹ء) نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفہ اثنا عشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نزہت اثنا عشریہ سنہ ۱۲۰۶ھ ۱۷۹۱-۲ء میں تالیف کی[1] تحفہ اثنا عشریہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں امیر الامرا ر کے مرنے کے بعد لکھا گیا۔ مرزا کا انتقال ۶ اپریل سنہ ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء میں ہوا ہے۔

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پہ مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم، اور اس کی پارٹی کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیع، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے[2]۔ اول الذکر افراسیاب اور مرزا شفیع نجف خاں کے پروردے اور متبنیٰ تھے اور مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد یہی دونوں امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہوئے[3] ان دونوں کے خاتمہ کے بعد مہاداجی سندھیا اور غلام قادر روہیلہ کا عمل دخل ہوا

---

[1] نجوم السماء کی تالیف سنہ ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نزہت اثنا عشریہ کی تالیف کو اسی سال ہو گئے (ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۳۵۹)۔

[2-3] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴ ۱۹۷ (کلکتہ سنہ ۱۹۵۲ء)

مگر اس وقت بھی شیعہ امراء زین العابدین دیوان مرزا نجف خاں، نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے[1] ان لوگوں کے اقتدار، تشیع کے عام غلبہ اور اودھ کے نواب وزیر کے سیاسی اقتدار و استیلاء کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبد العزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور انہوں نے مصنف کی حیثیت سے اپنا غیر معروف (تاریخی) نام "غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد"[2] لکھا ہے تحفہ اثنا عشریہ نے شیعیت اور تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے میں بہت کام کیا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں[3]

"غرض کہ منظور رد ایں مذہب بود کہ مردم بدیدن ایں کتاب ورآں اعتقاد سست شوند یا ترک نمایند الحمد للہ کہ ایں معنی حاصل شد منظور فقیر ازیں مقدمات سلوک ایں طریق جدید بیا ذہان اولی الالباب وطالبان راہ صواب بود الحمد للہ کہ حاصل شد"

---

[1] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴ - ۱۷۰ (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

[2] شاہ عبدالعزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا

[3] فتاوائے عزیزی جلد اول (بہ تصحیح مولوی محمد احسن نانوتوی) صفحہ ۱۳۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ)

مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں [1]

"چوں فاضل عزیزیہ تحفۂ خود را ظاہر نمود، ضلالت
شیوع گرفت و مردم جہاں و ناحق بین بطرف آں گردیدند"
تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق سر سید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) لکھتے
ہیں [2] "اوائل حال میں فرقہ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور
باعث تفرقہ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز
نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفہ اثنا عشریہ کہ غایت
شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیز سے
بایں کثرت ضخامت تصنیف کی کہ دقت عبارت اس کتاب کی اس
طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بر یاد ہے اور
حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقہ مذکور نے شاید بجز نام کے
سنا نہ ہوگا، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت
عبارت اور لطائف و ظرافت جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہے"

سر سید احمد خاں نے ۱۸۴۴ء میں تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارھویں
باب کا اردو ترجمہ "تحفہ حسن" کے نام سے شائع کیا [3] یہ دونوں باب خلفائے

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۵۲ [2] تذکرہ اہل دہلی (آثار الصنادید باب چہارم) از سر سید احمد خاں، مرتبہ
احمد میاں اختر جوناگڑھی، صفحہ ۵۲، ۵۴، (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء) [3] سیرت فریدیہ
از سر سید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی) صفحہ ۱۷ (پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۴ء)

ثلاثہ، ام المومنین اور صحابہؓ کے مطاعن کے جواب اور تولا وتبرا بیان کیے ہیں، سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نورالحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا چنانچہ سید صاحب خود اسی میں لکھتے ہیں "مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استادی مولوی نورالحسن کاندھلوی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا" لہ یہ تحفہ اثنا عشریہ کا (جزوی طور سے) پہلا اردو ترجمہ ہے جو سرسید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس مسلک کا اس قدر زور تھا کہ سرسید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی۔ حالانکہ جب علامہ شبلی نے "الفاروق" کی تالیف شروع کی تو سرسید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کہیں شیعہ و سنی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ

"تحفہ اثنا عشریہ فی الحقیقت ایک عہد آفریں کتاب ہے اور شاہ عبد العزیزؒ نے اس کی تالیف میں بیحد محنت اور جانفشانی

لہ سرسید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۳۵ ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۴ء

کہ رود کوثر از شیخ محمد اکرام صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲ (لاہور ۱۹۵۸ء)

سے کام لیا اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں
تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی
تفضیل الشیخین، ازالۃ الخلفا اور بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث
کی تھی لیکن ایسی جامع ومانع کتاب کوئی نہ تھی فی الحقیقت تحفہ اثنا
عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے کتاب کا مطبوعہ نول
کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے
لیکن چونکہ بیان میں بڑے ایجاز و اختصار سے کام لیا گیا ہے اسلئے
مطالب معانی اور دلائل وحوالے بے شمار آگئے ہیں کتاب کے جامع
ومانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات و
بیانات کے بیان میں فقط مستند از معتبر شیعہ کتب پر انحصار
کیا گیا ہے اور تواریخ وتفسیر میں سے فقط ان ہی چیزوں کو
چُنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں کتاب کی زبان
اور طرز بیان بھی متین اور مہذبانہ ہے"

علمائے شیعہ نے تحفہ کے رد میں پوری کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی
شاہ عبدالعزیز کے علمی وقار ومرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی تو یہ
الزام تراشا کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اس بات کو
شہرت دی کہ یہ کتاب مسروقہ ہے اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی "صواعق موبقہ" کا فارسی
ترجمہ ہے[1] لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شد ومد سے کیا گیا۔ چنانچہ شاہ

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۵۳، ۳۵۸

صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنوی (ف ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض رفع ہو جاتا ہے بلکہ تحفہ اثناء عشریہ کے ماخذ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں [1]

"در وقت تصنیف تحفہ اثناء عشریہ از کتاب ہائے اہلسنت که در رد مذہب شیعہ وکتب شیعہ کہ در رد مذہب اہل سنت تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ بود قسم اول در مجادلہ این مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت خلفائے ثلثہ و رد آں مثل نواقض الروافض و مرافض الروافض و صواعق محرقہ و شرح تجرید از طرف اہل سنت و مصائب النواصب و رد شبہات الاعور و اظہار الحق و سفینۃ النجات از طرف شیعہ قسم دوم آں کتاب ہا است کہ در مسئلہ امامت و شروط آں و مواقع آں بہ تفصیل تصنیف شدہ مثل بحث امامت در شرح مقاصد و شرح مواقف و طوالع الانوار و اربعین از طرف اہل سنت و تصانیف علامہ حلی و مقداد و حدائق مولقہ در رد صواعق محرقہ و مقداد از طرف شیعہ قسم سوم آں است کہ تمام مذہب شیعہ را ہم در الہیات و ہم در معاد و ہم در امامت و ہم در روایت احادیث و ہم در اصول رد

---

[1] فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۹، ۱۳۱

کردہ اند شل ابطال الباطل و صواعق مولفۂ تالیف،
نصر اللہ کابلی از طرف اہل سنت منہج الحق علامہ حلی و احقاق
الحق نیز ہمیں ترتیب دارد و ابطال الباطل نیز ہمیں
ترتیب دارد لیکن ترتیب صواعق بسیار مختصر و خوش نما
بہ نظر آمد ہماں را اختیار کردہ شد مگر بحث تولا و تبرا
درآں نبود و شرح حدیث الثقلین نیز درآں نبود و مسئلہ
انکار نبوت و الحاد کہ لازم مذہب شیعہ است بشرح و بسط
نیز درآں نبود ایں ابواب افزودہ شد و باب مطاعن و
جواب آں اصلا درآں کتاب مذکور نیست و نیز در صواعق
اکتفا بہ دلائل کلامیہ نمودہ در روایات از کتب امامیہ کوشیدہ
شد پس ایں کتاب را ترجمۂ آں گفتن محض نظر بظاہر ترتیب آں
می تواند شد مانند آں کہ مواقف را از طوالع و مسلم را از مختصر
مختصر الاصول ابن حاجب ماخوذ دانند حالا فرق واضح شد
پس فی الحقیقت ایں را ترجمہ قرار دادن کہ دور از عقل و
ادراک است در ہر دو کتاب نظر تامل بکار بردہ شود تا ایں
خیال بالکلیہ زائل گردد"

تحفہ اثنا عشریہ متعدد مطابع میں چھپتا رہا ہے اس کا اردو ترجمہ بھی
شائع ہو چکا ہے پہلا اردو ترجمہ مولوی عبد المجید خاں بیلی بھیتی نے کیا تھا جو
ہدیۂ مجیدیہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ حال میں کارخانہ تجارت کتب (کراچی)، نے

بھی اردو ترجمہ شائع کیا ہے ترجمہ کے فرائض مولوی سعد حسن خاں یوسفی نے انجام دیئے ہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ کا عربی ترجمہ مولوی اسلمی مدراسی (ف ۱۲۷۴ھ) نے کیا کہا جاتا ہے کہ نواب علی محمد خاں والاجاہ کے صاحبزادے نے عربی ترجمہ عرب بھیجا تھا [۱] مولانا اسلمی کے عربی ترجمہ کی تلخیص مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

اب ہم شیعہ علماء کی ان کوششوں کا جائزہ لیتے ہیں جو انہوں نے تحفہ اثنا عشریہ کے رد کے سلسلہ میں صرف کی ہیں اس ضمن میں حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (ف ۱۲۳۵ھ) کا نام سرفہرست ہے وہ اپنے دور کے نامور فاضل اور طبیب تھے اور بقول مؤلف نجوم السماء تحفہ کی تالیف سے پہلے حکیم صاحب اور شاہ عبدالعزیز کے درمیان آپس میں ملاقات کا سلسلہ جاری تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱-۲ء میں نزہت اثنا عشریہ کتاب تالیف کی مؤلف نجوم السماء نے نزہت اثنا عشریہ کا ایک طویل اقتباس اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب تہذیب و متانت اور شرافت و ثقاہت کے دامن کو چھوڑ کر سب و شتم پر اتر آئے ہیں [۲] مرزا محمد

[۱] ملفوظات عزیزی صفحہ ۷۰

[۲] نجوم السماء صفحہ ۳۰۵ تا ۳۵۷

نے نزہت اثناء عشریہ کا دوسرا نام نصرۃ المومنین و ذلۃ الشیاطین رکھا[1] اس کتاب میں تحفہ کے پہلے، تیسرے، چوتھے، پانچویں اور نویں باب کا رد کیا گیا ہے مؤلف نجوم السماء کا بیان ہے کہ نزہت اثناء عشریہ کے جواب میں شاہ عبدالعزیز نے ایک رسالہ عزۃ الراشدین لکھا جس کے جواب دینے سے حکیم مرزا محمد نے اعراض کیا مگر ایک دوسرے شیعہ عالم حکیم باقر علی خاں نے جو اپنے آخر زمانے میں دہلی میں رہ پڑے تھے عزۃ الراشدین کے جواب میں ایک کتاب معین الصادقین لکھی عزۃ الراشدین کا دوسرے شیعہ علماء نے بھی جواب لکھا[2]

دوسرا قابل ذکر نام مجتہد العصر سید دلدار علی (ف ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء) کا ہے ان کی تبلیغی کوششوں کا اوراق گزشتہ میں جائزہ لیا جا چکا ہے انہوں نے تحفہ اثناء عشریہ کے مختلف ابواب و مضامین کی تردید میں مختلف چھ رسالے۔

(۱) صوارم الٰہیات

(۲) حسام الاسلام

(۳) احیاء السنۃ

---

[1] نجوم السماء ۳۵۸۳

[2] نجوم السماء صفحہ ۳۵۹

(۴) رسالہ ذوالفقار

(۵) کتاب صوارم (رسالہ دراثبات امامت)

(۶) رسالہ غیبت لکھے [1]

مجتہد العصر کے فرزند سید محمد (ف ۱۸۶۷ء) نے تحفہ اثنا عشریہ کے رد میں دو رسالے البوارق فی مبحث الامامت و طعن الرماح فی مبحث فدک والقرطاس لکھے [2] اور ان کے تلمیذ مفتی سید محمد قلی خاں کنتوری (ف ۱۲۹۰ھ) نے تحفہ کے رد میں متعدد رسالے لکھے انہوں نے پہلے باب کے رد میں سیف ناصری دوسرے باب کے رد میں تقلیب المکائد، ساتویں باب کے رد میں برہان السعادت اور آٹھویں باب کے رد میں تشئید المطاعن وکشف الضغائن اور گیارھویں باب کے رد میں مصارع الافہام لکھیں تشئید المطاعن دو ضخیم جلدوں میں ہے [3] اور مفتی کنتوری کے فرزند مولوی حامد حسین نے اپنی تمام

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۵۰

[2] الثقافتہ الاسلامیہ فی الہند از سید عبدالحی صفحہ ۲۲۰ (دمشق ۱۹۵۸ء)

[3] نجوم السماء صفحہ ۴۲۲ نیز دیکھئے الذریعہ الی تصانیف الشیعہ از محمد محسن جلد سوم صفحہ ۹۶ (نجف ۱۳۵۷ھ)

عمر تحفہ کے رد میں صرف کردی سید عبدالحی لکھتے ہیں سلہ

"فشانۃ صرف عمرہ فی الرد علی التحفہ"

ملفوظات شاہ عبدالعزیز میں ہے کہ حسن رضا خاں نے تحفہ کے رد کے لئے علامہ تفضل حسین خاں (سنہ ۱۲۱۵ھ) سے کہا تھا مگر انہوں نے اس کا رد لکھنے سے انکار کردیا ٹلہ

شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ کے خاتمہ کے طور پر ایک رسالہ "سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" لکھا ہے جس میں انہوں نے عقلی و نقلی دلائل سے فضیلت شیخین رضہ کو "کالشمس فی النہار" کی طرح واضح کیا ہے یہ رسالہ گیارہ مقدمات پر مشتمل ہے شاہ صاحب اس رسالہ کے سبب تالیف میں لکھتے ہیں۔

"چوں از تسوید و تبئیض تحفہ اثنا عشریہ
بعون عنایت الٰہی فراغت حاصل شد
بعضے از دوستان صادق و یاران
موافق بآرزوئے تمام اشتیاق لاکلام
استدعائے نمودند کہ مسئلہ تفضیل را

سلہ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند از سید عبدالحی صفحہ ۲۲۰

ٹلہ ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۷۱۲

نیز تفضیلے لائق دادہ شود تا دریں مباحث
کہ نقل ہر مجلس و مشغلہ ہر محفل اند تعطشی
باقی نماند برآں ایں رسالہ مختصر
بطریق عجالہ آں وقت تحریر در آمد
کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ " سمیتہا
بالسر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل "

رسالہ کے خاتمہ میں لکھتے ہیں ۔

" چوں ایں مقدمات احدی عشر تمام شد
خاتمہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ تمام شد

رسالہ سر الجلیل فی مسئلہ التفضیل، فتاوای عزیزی کی جلد دوم میں شامل ہے، اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۱۹۰۵ء) کے کتب خانہ سے مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کو دستیاب ہوا تھا مفتی صاحب نے مولوی عتیق احمد دیوبندی مدیر قاسم العلوم دیوبند کی فرمائش پہ اس کا اردو ترجمہ ۱۳۴۹ھ میں رسالہ قاسم العلوم کی مختلف اشاعتوں میں شائع کیا تھا ۔ پھر یہ رسالہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہوا ۔ مفتی صاحب کا وہی ترجمہ ان کی اجازت سے اس مجموعہ میں شامل ہے ۔

شاہ عبد العزیز نے ایک دوسرا رسالہ عزیز الاقتباس

فی فضائل اخیار الناس تحریر فرمایا اس میں شاہ صاحب نے وہ احادیث جمع فرمائی ہیں جو خلفائے اربعہ کے فضائل میں مروی ہیں اس رسالہ کا آخری حصہ ان احادیث پر مشتمل ہے جو اہل بیت کے فضائل میں ہیں اس کا فارسی ترجمہ مرزا حسن علی لکھنوی نے کیا تھا ۱۹۰۴ء میں یہ رسالہ تطہیر الدین۔۔ سید احمد ولی اللہی کی سعی ہے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے ترجمہ اور تحشیہ کے فرائض مولوی نظام الدین کیرانوی نے انجام دیئے ہیں۔ اس پر نظر ثانی حکیم عبدالغفور مرحوم نے فرمائی ہے یہ رسالہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔

اس موضوع پر شاہ صاحب کا ایک اور رسالہ "وسیلۃ النجاۃ" ہے جس میں شاہ صاحب نے کسی شخص کے سوال کے جواب میں دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ فرقہ ناجیہ "اہل سنت و جماعت" ہے اور اس رسالہ میں شاہ صاحب نے بڑی حد تک نصوص قرآنی ہی کو بنیاد بنایا ہے اور صحابہ کرام کے مرتبہ کو بڑے مؤثر کن انداز میں بیان کیا ہے یہ رسالہ بھی فتاویٰ عزیزی جلد اول میں شامل ہے اور علیحدہ بھی متعدد بار چھپ چکا ہے، یہ رسالہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے، اردو ترجمہ پر نظر ثانی کے فرائض مولوی حکیم عبدالغفور وقت ۱۹۶۴ء (۱۴ اگست)

نے انجام دیئے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز نے بہت سے ان مسائل کا مفصل بیان کیا ہے جو اس زمانے میں شیعہ سنی مباحث کے موقعہ پر زیر بحث آتے تھے یہ تمام مسئلے فتاویٰ عزیزی میں موجود ہیں۔ اگر ان مسائل کی تبویب کی جائے تو بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ شیعیت اور تفضیلیت کے متعلق ہر مسئلہ پر شاہ عبدالعزیز نے اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اور مذہب اہل سنت وجماعت کی حقانیت کو ثابت کیا ہے

شاہ عبدالعزیز کے آخر الذکر تینوں رسالے

(۱) سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل

(۲) عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس

(۳) وسیلۃ النجات ایک مجموعہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں اور مجموعہ کا نام "فضیلت صحابہؓ و اہل بیت" رکھا گیا ہے مجموعہ کے آخر میں شاہ عبدالعزیز اور ان کے بھائی شاہ رفیع الدین (ف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) کے مکتوبات بھی شامل کر دیئے ہیں یہ مکتوبات مختلف کتابوں اور رسالوں سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ مولوی محمد سلیمان بدایونی مرحوم (ف ۱۹۶۳ء) اور مولوی محمد جمیل الدین بدایونی نے کیا ہے۔

پاک اکیڈمی "کراچی کی کوششیں قابل تحسین اور مبارک باد

ہیں کہ اس نے شاہ عبدالعزیز رح کے ان نادر اور قیمتی رسائل کو فراہم کر کے "فضیلت صحابہ اور اہل بیت" کے نام سے شائع کیا ہے اللہ تعالیٰ جمیع مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ ان رسائل سے استفادہ کریں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعلیٰ مقام کو پہنچائیں۔

محمد ایوب قادری

یکم جمادی الاول ۱۳۸۴ھ

مطابق ۹ ستمبر ۱۹۶۴ء

بروز چہار شنبہ

۱/۱۴۱ د سید آباد

کراچی ۱۸

سِرّ الجلیل

فی

مسئلۃ التفضیل

(فارسی متن)

(مؤلفہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

مفتی محمد شفیع صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ ذوالفضل العظیم وصحبہ
اولی الفخر الجسیم۔

امابعد: چوں از تسوید تبفیض تحفہ اثنا عشریہ بعون عنایت الٰہی فراغت
حاصل شد بعضے از دوستان صادق و یاران موافق باآرزوی تمام واشتیاق
مالا کلام استدعا نمودند کہ مسألۂ تفضیل را نیز تنقیحے لائق دادہ شود تا دریں مباحث
کہ نقل ہر مجلس و مشغلہ ہر محفل اند لغطے باقی نماند بنا براں ایں رسالہ مختصر
بطریق عجالۃ الوقت بتحریر آمد کہ مالا یدرک کلہ لایترک کلہ وسمیتہا بالسر
الجلیل فی مسألۃ التفضیل وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وہو حسبی ونعم الوکیل۔
وایں رسالہ مشتمل ست بر پانزدہ مقدمہ اولیٰ باید دانست کہ فضل منقسم است
بدو قسم۔

قسم اول

اختصاصی از جانب خدا کہ بی سابقہ عملی و بی تقدم خدمتی و
عبادتی چیزے را بر چیزے دیگر فضل بخشیدہ ترجیح دہد زیرا کہ او مالک ست ہر چہ
را خواہد از مملوکات خود یا فزونی مرتبہ و اعلائے منصب امتیاز دہد و دریں فضل
عمومیست بنہایت وسیع کہ ناطق وغیر ناطق وحیوان وجماد ونبات بلکہ جواہر و
اعراض را نیز شامل ست مثل تفضیل ملائکہ در آفرینش کہ پیش از ہمہ خلعت وجود
پوشیدہ اند ومثل تفضیل انبیاء کہ بی استعداد سابق و عبادات وریاضات
بانزال وحی مشرف شدہ اند و از ہمیں جنس ست تفضیل سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلعم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر جمیع اطفال و تفضیل ناقہ حضرت صالح علیہ السلام بر شتران عالم و تفضیل مکہ و مدینہ بر جمیع شہرہا و تفضیل مساجد بر سائر بقاع و تفضیل حجر اسود بر سائر احجار و ماہ رمضان بر ماہ ہا و روز جمعہ و عرفہ عاشورہ بر دیگر روزہا و دہ روز ذی حجہ بر بقیہ ایام و شب قدر بر شب ہائے دیگر و نماز فرض بر نفل و نماز عصر و صبح بر دیگر فرائض و تفضیل سجود بر قعود و ارکان نماز تفضیل بعض اذکار بعض و درین تمثیلات واضح شد کہ درین قسم فضل بر انقسام ست پس گاہی وجہ فضل معقول لبشر می شود مثل تفضیل مساجد بر دیگر بقاع کہ محل ذکر الٰہی اند لیکن تخصیص این بقعہ بآن کہ مسجد کردہ شد محض بعنایت او تعالیٰ است و گاہی وجہ فضل ہیچ در عقل بشری نمی آید مثل تفضیل حجر اسود بر سائر احجار و تفضیل بقعہ کعبہ بر دیگر بقاع و نیز این فضل گاہی اصلی می شود مثل تفضیل حجر اسود بر سائر احجار و گاہی تبعی و طفیلی مثل تفضیل ذبیح اسماعیل علیہ السلام و تفضیل حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجملہ مدار فضل درین قسم بر تخصیص مجرد ست بلا عمل و سعی۔

قسم دوم

فضل جزئی کہ بمقابل عمل عطا می شود و این قسم نسبت بقسم سابق خصوصیتے دارد کہ در غیر اہل عمل یافتہ نمی شود آنہا سہ گروہ اند ملائکہ و جن و انس و مرجع این فضل در آخر کار ہمان فضل اختصاصی ست چنانچہ واضح خواہد شد و این قسم فضل بیشتر محل تنازع و اختلاف می باشد بخلاف فضل اختصاصی کہ در آنجا نص شارع کفایت می کند و نیز درینجا باید

فہمید کہ جمیع صحابہ را فضل اختصاصی ثابت ست بدلیل اختارلی اصحابا و اصھلا وانصارا و ازواج مطہرات و بنات مکرمات را نیز چنانچہ ظاہر ست لیکن حرف در فضل ایں بزرگان فیما بینہم می رود ظاہر از بعض احادیث آں ست کہ ایں ہمہ فضل اختصاصی ست لیکن نظر دقیق و اکثر آیات حکم می کند کہ از قسم فضل جزئی ست آری در ترتیب خلافت اگر حکم بفضل اختصاص بعضے بر بعضے نمودہ آید انسب می نماید چنانچہ خلافۃ علی الا تقدیم ابی بکر و امثال آں ہمراں گواہ است

مقدمہ ثانیہ

فضل جزئے کہ بمقابلہ عمل ست نیز اقسام دارد و حالا دراں اقسام نظر تعمق باید کرد و در محل نزاع قسمی را کہ احق و اولیٰ باعتبار ست جاری باید ساخت تا مورد فضل جزئی متعین شود و نزاع مرتفع گردد پس اول باید دانست کہ ہر عمل را در عمل خود بہ ہفت وجہ فضیلت بر غیر خود می تواند بود و برائے ایں ہفت وجہ وجہی دیگر مدار فضل نمی تواند شد

اول

ماہیت عمل یعنی صورت صنفیہ او مثل فضیلت نماز فرض بر نماز نفل و ایں را چند صورت ست صورت اول آں کہ شخصے باشد کہ تمام فرائض را ادا می کند و دیگرے بعض فرائض را ادا می کند و بعض را ترک می کند و نوافل را می گزارد یا ہر دو باشند کہ تمام فرائض را ادا می کند و نوافل زائدہ نیز بجا می آرند لیکن نوافل یکے زائد بر نوافل

دیگرے باشد در بزرگی و فضیلت یا شخصی باشد کہ ذکر بسیار در نماز می کند و دیگری باشد کہ در خارج نماز ذکر بسیار می کند یا دو کس باشند کہ یکے از آنہا در معرکۂ کفار جہاد بسیار می کند و در موضع خطرناک می آید و دیگری در ملک مقابلین و دفع اعدا از چپ و راست سعی بسیار می کند یا یکے جہاد بسیار می کند و دیگرے مشغول بر نماز و روزہ بسیار ست یا ہر دو اجتہاد می کنند۔ و یکی را اصابت حق بیشتر دست می دہد از دیگر بالجملہ حاصل ایں وجہ آں ست کہ ذات عمل یکے افضل از ذات عمل دیگر باشد۔

دوم۔ لمیت عمل یعنی علۃ غائیہ و غرض کہ آنرا در عرف شرع نیت گویند مثلاً شخصے بہ عمل خود محض رضا الٰہی قصد می کند و امرے دیگر را با او مخلوط نمی نماید و دیگرے باشد کہ در ہر عمل با او مساوی ست اما در قصد رضا الٰہی قصور دارد و نفع دنیا مردم با دیگر وجوہ نفع دنیاوی را با وے خلط می کند۔

سوم۔ کیفیت عمل مثلاً شخصے باشد کہ ہر عمل را با جمیع حقوق و سنن و آداب می کند و دیگرے بعض از سنن و آداب را فوت می کند اگر چہ باطل نمی کند یا شخصے باشد کہ عمل او صاف ست از لوث کبائر و اصرار بر صغائر و دیگرے با وصف طاعت و عمل ارتکاب کبائر یا صغائری نماید و علیٰ ہذا القیاس تفاوت بحضور قلب و عدم آں و تلاوت و ذکر بر طہارت و عدم آں۔

چہارم۔ کمیت عمل پس در ادای فرائض برابر باشند و یکی نوافل زائد دارد بہ دیگری، چنانچہ در حدیث صحیح مروی ست کہ دو کس در یک وقت ایمان آوردند و ہجرت کردند ـــــ و یکی از آنہا شہید شد و دیگرے زندہ

ماند بعد ازاں مردم مردم آں شہید را ترجیح دادند حضرت پیغمبر فرمودند این صلوتہ بعد صلوٰتہ وصیامہ بعد صیامہ۔

پنجم ۔ زمان عمل پس شخصے کہ در صدر اسلام یا در ایام قحط یا در وقتی کہ بر مسلمین حادثہ افتادہ باشد عملی وطاعتی نماید جہادی وصدقہ وانفاقی نماید بہتر است از کسے کہ بعد از قوت اسلام واستغنا ازاں بعمل آرد چنانچہ در حدیث صحیح وارد است کہ در حق صحابہ فرمود لو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ وقال اللہ عز وجل لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وہمچنیں انفاق درہم بوجہ اللہ در وقت فقر واحتیاج وصحت بہتر ست از انفاق اضعاف مضاعفہ آں در وقت غنا وثروت یا وصیت بآں عند الموت وہمچنیں ادائی فرائض در حال خوف ومرض وسفر ومشقت وقلت فرصت ووفور موانع بہتر ست از غیر آں وہمچنیں در قرب موت وآخر اجل شغل عبادت بہتر است ازاں شغل در اول عمر وعمرۃ فی رمضان یعدل الحجۃ ومن تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وافضل الصیام بعد شہر رمضان شہر اللہ المحرم وجمیع طاعات در اشہر حرم مضاعف می شود۔

ششم ۔ مکان عمل مثل نمازی کہ در مسجد حرام یا در مسجد مدینہ ادا کردہ شود بہتر از ہزار نماز است در جائے دیگر وروزہ در دار الحسر سبعۃ

محل جہاد بہتر ست از غیر آں من صام یوماً فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار۔

ہفتم۔ اضافہ بر امور خارجہ مثل فاعل یا مشارک و مقارن پس یک رکعت ہمراہ نبی یا از نبی بہتر ست از غیر آں و ہم چنیں صیام و صدقہ و جہاد کہ از پیغمبر یا ہمراہ پیغمبر واقع باشد بہ ہزاراں درجہ بہتر است از غیر آں۔

ولہٰذا اصحابہ با جمیع اعمال خود را کہ بعد از موت پیغمبر کردہ بودند ہرگز موازی اعمال خود را کہ ہمراہ پیغمبر کردہ بودند نمی دانستند و در حدیث ست کہ عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی و در قرآن جابجا اشارہ بایں مضمون ست .... قولہ تعالیٰ لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم اولٰئک لھم الخیرات واولٰئک ھم المفلحون واز ہمیں باطل شد قول ابی ہاشم جبائی حیث قال جاز ان طال عمر امرأن یعمل مایوازی عمل النبی و نیز ظاہر شد کہ انس ابن مالک و ابوامامہ باہلی و عبداللہ ابن بشیر و عبداللہ ابن الحرث و سہل ابن سعد ساعدی و جابر ابن عبداللہ کہ عمر طویل یافتند و اعمال بسیار کردند ہرگز افضل نمی توانستند شد بر ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و ابوعبیدہ و زید ابن حارثہ و جعفر ابن ابی طالب و مصعب ابن عمیر و عبداللہ ابن جحش و سعد ابن معاذ و عثمان ابن مظعون رضؓ حالاں کہ بعضے از اولین تا ہشتاد سال بلکہ نود سال از موت اینہا طاعات و اعمال بجا آوردند و بہ ہمیں سبب قطع می کنم باں کہ ہر کہ از صحابہ در وقت نبوت آں حضرت افضل بود از دیگرے آں مفضول ہرگز بدرجہ او لاحق نمی تواند شد

مقدمہ سوم

نتیجہ فضل خواہ فضل اختصاصی بود بغیر عمل خواہ جزئی بود بمقابلہ عمل دو چیز
ست اول آنکہ حق تعالیٰ تعظیم فاضل را واجب کند در دنیا بر مفضول و دریں امر
شریک اند جمیع افاضل خواہ مثل کعبہ و مسجد و روز جمعہ و شہر رمضان و ناقہ
صالح وغیرہ جمادات وحیوانات واعراض باشد خواہ مثل انبیاء ملائکہ وصحابہ
وازواج مطہرات واولاد پیغمبر باشند دوم آنکہ برائے فاضل درجہ از قرب
منزلت ومساکن جنت مقرر شود اعلیٰ وارفع از درجہ مفضول وذلک تحقیقاً
لمعنی الفضل والا لم یظہر الفضل وکان الفضل مجرد لفظ لا معنی
لہ و دریں امر خصوصیتی ست کہ غیر از عالمین را میسر نیست ولہذا در غیر فضل جزئی
متحقق نمی شود و نیز دریں جا باید دانست کہ دخول جنت گاہی مبنی بر فضل
اختصاصی می باشد بدون سابقہ عمل چنانچہ اطفال مومنین را وعلی الخصوص
اطفال انبیاء را۔

مقدمہ چہارم

کل من امرنا بتعظیمہ فہو ذو فضیلتہ دریں مقدمہ خدشہ کہ
بخاطری رسد آنست کہ مادر و پدر کافر را نیز تعظیم و بر و احسان و تذلل واجب
ست حالانکہ ہیچ فضیلت ندارند جوابش آنکہ تعظیم ایشان در عرف شرع تعظیم
نیستبلکہ نوعی ست از احسان و بر و احسان را تعظیم نمی تواں گفت مجرد تذلل

نیز تعظیم نیست لان الانسان قد یتذلل لمن یخاف ضره وحیه قسم تعظیم الوالدین الکافرین است در شرع مامور به باشد حالاں کہ براہ از انہا واجب ست قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون وقال اذ قالوا لقومہم انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ بلکہ تعظیم شرعی آنست کہ ناشی باشد بر محبت فی اللہ وللہ ولایت ودوستی از دل واین معنی در غیر اہل فضل ہرگز در شرع وارد نہ شدہ کما یدل علیہ التصفح

مقدمہ پنجم

بیقین معلوم است کہ بعد از تعظیم خدا در شرع تعظیم انبیاء آں در مستحق وواجب است کہ دیگراں را نیست وہیچ کس مستحق آں تعظیم نیست غیر از انبیاء وبعد از انبیاء ازواج مطہرات آں جناب راآں قدر استحقاق تعظیم بہ نص قرآنی ثابت ست کہ ہرگز در دیگراں نیست قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم پس در حق ازواج مطہرات فضیلت صحبت آنسرور زیادہ بر صحابہؓ اکثر متحقق است زیرا کہ صحبت ایشاں اعلیٰ است از صحبت غیر ایشاں وبا فضیلت صحبت حق امومیت دینی نیز موجب تعظیم ایشاں گشتہ۔

مقدمہ ششم

ہرگاہ سخن در تفضیل جاری شود مطلق نباید پرسید زیرا کہ مفاضلہ واقع

نمی شود الا دراں دو چیز کہ فضل آنہا از یک وجہ باشد و باہم دراں وجہ زیادہ
وکم بودہ باشد و اگر فضل آنہا از دو جہت باشد پس درانجا مفاضلہ متحقق نمی تواند
شد زیراکہ ہرگاہ بگوییم ای ھذین اکثر اوصافا فی ما اشترکا فیہ پس
رمضان نمی تواں گفت کہ بہتر ست یا ناقۂ صالح یا کعبہ بہتر ست یا نماز و نمیتواں
گفت کہ مکہ بہتر ست یا مدینہ در رمضان بہتر است یا ذی الحجہ و نماز بہتر ست
یا زکوٰۃ و ناقہ صالح بہتر ست یا عصاء پیغمبر پس ازینجا معلوم شد کہ تفضیل
حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ مثلاً بر ابوبکر معنی ندارد زیراکہ فضل ابراہیم
مبنے بر عمل نیست بلکہ اختصاص مجرد ست

مقدمہ ہفتم

علو درجہ در بہشت گاہے بطریق تبعیت می باشد مثل اعلائے درجہ اولاد
صغار آں حضرت بہ تبعیت آں حضرت وایں اعلاء درجہ دلالت بر افضلیت
تفضیل جزئی نمی کند و گاہے بطریق اصالت می باشد در مقابلہ عمل ایں شخص ایں
دلالت می کند بر افضلیت تفضیل جزئی وعلیٰ ہذا القیاس تقدم در دخول جنت
و در ورود حوض و شفاعت و موقف حساب بر دو قسم ست یک قسم ازاں
دلالت بر افضلیت تفضیل جزئی دارد و یک قسم نہ مثل تقدم است مصطفویٰ را
در ایں امور بر انبیاء و ذلک قال اللہ ھم وازواجھم فی ظلال علی
الارائک متکئون الحقنا بھم ذریتھم الی غیر ذلک

مقدمہ ہشتم

سیادت غیر فضل ست زیرا کہ سیادت دلالت بر شرف ایں شخص می کند پس اولاد آں حضرت بسبب شرفے کہ دارند سادات اند فضل موقوف بر جزای عمل ست و ہم چنیں امارت موقوف بر فضل نیست بدلیل آں کہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ مامور بود باطاعت عمرو بن العاص رضؓ در حالت امارت وازینجا معلوم شد کہ وجوب طاعت شخصے بر شخصے نیز دلالت بر فضل مطاع بر مطیع نمی کند۔

مقدمہ نہم

وجوہ ہفت گانہ مفاضلت چوں باہم متعارض شوند از روئے آیات و احادیث احق واولیٰ بالاعتبار را تعین باید کرد۔ پس بالقطع از شریعت ثابت است کہ کمیت عمل را در جنت کیفیت آں اعتباری نیست و نیز کمیت و کیفیت را در جنت زماں عمل اعتبار نیست لقولہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل و ایں قدر خود از روئے احادیث صحیحہ ثابت است کہ عمل صحابہ را در حضور پیغمبر و با پیغمبر ہیچ عمل نمی رسد و نیز بالقطع معلوم ست کہ با عمل پیغمبر عمل برابر نمی شود پس در عمل کہ با پیغمبر شریک شوند ہیچ عمل با آں برابر نمی شود زیرا کہ مشارکۃ جماعتہ در عمل آں نورانیت و حدانیت بہم می رساند مثل کیفیت وحدانیت مزاج کہ در ہر جزء از اجزاء مرکب متشابہ می گردد و لہذا

جماعت را مشروع ساختہ اند و باین اعتبار صحابہ را فضل جزئی بر جمیع امت ثابت ست و درمیان صحابہ سبقت و تقدیم را بموجب لا یستوی منکم... اعتبار باید کرد زیرا کہ ہر قدر تقدم و سبق بیشتر وقت احتیاج اسلام و تقویت آں بیشتر چنانچہ حدیث فقال صدقت وقلتم کذبت دلالت برآں دارد پس باین اعتبار کسانے کہ قبل ازہجرت باعمال اسلام قیام نمودہ اند افضل باشند از من بعد خود مثل ابوبکرؓ و عثمانؓ و علیؓ و حمزہؓ و جعفر و عثمان ابن مظعون و طلحہ و زبیر و مصعب ابن عمیر و عبدالرحمٰن ابن عوف و عبداللہ ابن مسعود و سعید ابن زید و زید ابن حارثہ و ابی عبیدہ و بلال و سعد و عمار ابن یاسر و ابوسلمہ ابن الاسد و عبداللہ بن جحش وغیرہم من نظرائھم بعد ان اھل العقبۃ بانہ اھل العقبۃ الثانیہ بانہ اھل بدر بانہ اھل مشاھد مشھد مابعد مشھد تاآں کہ نوبت بہ صلح حدیبیہ رسد زیرا کہ انزال سکینہ و صفائی قلوب ایشاں منصوص بنص قرآنی ست اما بعد ازاں پس بالقطع ہیچ مشہد نیست کہ مدار فضل برآں وجہ باشد زیرا کہ در ہر مشہد جماعت منافقین ہم بودند قولہ تعالیٰ و ممن حولکم من الاعراب منافقون و من اھل المدینۃ مردوا علی النفاق آمدیم برآں کہ فیمابین ایں اشخاص کدام یک افضل ست و ہمیں ست محل نزاع زیرا کہ کلام در خلفاء اربعہ است و ایں ہا ہمہ متفق اند در سابقیت و قدم۔

مقدمہ دہم

تعیین افضل را دو طریق است اول نص شارع دوم تتبع احوال

واستعمال اگر گویند کہ طریق اول مخدوش ست بجہت تعارض وقتی مے افتد کہ
یک لفظ در حق دو کس وارد شود و دلالت بر افضلیت ہر دو کند و عند التفحص
چنین نیست۔ بلکہ لفظ افضل و خیر کہ نص در مدعا است در حق ابوبکرؓ و عمرؓ
ورود یافتہ و لفظ سیادت و واجبیت و شرف در حق مرتضیٰ علیؓ و فاطمہؓ و دیگرانؓ
ورود یافتہ و سابق گذشت کہ معنی سیادت و شرف و واجبیت دلالت بر فضل جزئی
می کند پس در حقیقت تعارض نیست اما طریق دوم کہ تتبع احوال و اعمال ست
پس ازاں جملہ است جہاد اگر گویند کہ مرتضیٰ در جہاد افضل بود ازابوبکر
و عمرؓ گوئیم جہاد را سہ قسم ست جہاد زبانی کہ بدعوت اسلام و ——
فہمانیدن شرائع و وعظ و نصیحت و ترغیب و ترہیب می باشد دوم جہاد
نزدیک جنگ بتدابیر و رائے و القاء رعب در قلوب مخالفین و جمع مردم برائے
قتال و تفریق جماعت اعداء سیوم جہاد بدست بطعن و ضرب و بلاشبہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدو قسم اول از جہاد مشغول بودند بقسم ثالث
و قسم ثالث بالیقین ادنیٰ مراتب جہاد ست و دراں دو قسم ابوبکرؓ و عمرؓ
برجمیع صحابہ پیش قدم اند زیرا کہ بدعوات ابوبکرؓ در اول اسلام عمدہ صحابہ
مسلمان شدہ اند و دائماً ہمیشہ مشغول بود بایں دعوت و از روزیکہ عمرؓ اسلام
آوردہ عزت و غلبہ اہل اسلام افزود و عبادات اسلام را جہاراً و علانیہ در مکہ
رواج دادہ و در رائے و مشورہ ایں ہر دو مشیر و زیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بودہ اند ہیچ غزوہ و ہیچے بی مشورہ ایشاں واقع نشدہ و در جمع مردم و تفریق
جمعیت اعدا ہمیشہ بحضور آں حضرت مساعی جمیلہ زیادہ ہر دیگراں نمودہ اند

و نیز بالیقین معلوم است که آں حضرت اشجع الناس بود او ہمیں دو قسم جہاد را اختیار فرمودہ پس ایں دو قسم افضل اند از قسم ثالث و ابوبکرؓ و عمرؓ دریں جہاد ہرگز مفارقت او نمی کردند پس جہاد ایشاں افضل باشد از جہاد دیگراں مثل مرتضیٰؓ و زبیرؓ و حمزہؓ و مصعبؓ و ابودجانہ و سعد ابنؓ معاذ و سماک ابن حربؓ نازیں جاست کہ اکثر سرایائے آنحضرت بسرداری ابوبکرؓ سرانجام شدہ و مع ہذا عمرؓ بن الخطاب نیز مشارکت کردہ است۔ در قسم ثالث کما یدل علیٰ ذالک التواریخ و ازاں جملہ است علم گویند کہ علی در علم افضل بود از دیگر و خدا می فرماید قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون گوییم زیادتی در علم بدو طریق تواں دریافت اول کثرت روایات و فتاوی دوم استعمال آنحضرت شخص را در مقدمہ کہ تعلق بعلم دارد زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامل نمی فرمود در ہیچ مقدمہ مگر کسی را کہ دراں باب اکمل باشد از دیگراں و بالقطع معلوم است کہ آں حضرت ابوبکرؓ را بر نماز و حج و جہاد امیر ساختہ و عمرؓ را عامل فرمود بر صدقات و اخذ زکوٰۃ و نیز معلوم است کہ اکثر روایات صدقات از طرف ابوبکرؓ رسیدہ و مسائل زکوٰۃ را او شرح دادہ و حدیث زکوٰۃ کہ از طرف مرتضیٰ علیؓ رسیدہ بدرجہ صحت نہ رسیدہ و در وے وہمی واقع شدہ کہ ہیچکس از علمار اسلام بداں عمل نہ کردہ و ہو ان فی خمس و عشرین من الابل خمس شیاہ و نیز معلوم است کہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہمیشہ در مسافرت و مصاحبت و مشاورت و مکالمت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می بودند بغیر علم تمام آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائے خود مشیر و وزیر نمی گردانید و ہر قدر صحبت پیغمبر

بسیار باشد اطلاع بر احکام وفتاوی بیشتر واتم پس ابوبکرؓ زندہ نماند بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر اندکی ومردم بسبب آں کہ ــــ قریب العہد بہ صحبت پیغمبر بود محتاج نہ شدند بہ روایت از وہ نیز از مدینہ بیرون نرفت مگر برائے حج وعمرہ تا مردم بلاد دور از وہ روایت می کردند وبا وصف ایں ہمہ از وی یک صد وچہل وپنج حدیث صحیح مرویست کہ اجلاء صحابہ از وے روایت کردہ اند منہم علیؓ ابن ابی طالب وعمرؓ بن الخطاب وعثمان رضؓ بن عفان وحضرت مرتضیٰؓ باوجود طول حیٰوۃ کہ قریب لبی سال امتداد یافت بعد از پیغمبر وباوصف سیر وورود در بلاد وکثرت احتیاج مردم بہ روایت و کثرت تقریبات روایت کہ وقت اختلاف از دو تنازع اہل اہوا بود ہمگی روایات پانصد وہشتاد وشش حدیث ست پس اگر مدت حیات ابوبکرؓ را با مدت حیات دیگراں ومواقع روایات اورا با مواقع دیگراں قیاس کنیم معلوم می شود کہ نزد ابوبکرؓ اضعاف علم دیگراں بود وبہ ہمیں قیاس باید کرد فتاوی راو ہمچنیں ست حال عمر بن الخطاب زیرا کہ مستندات او پانصد وسی وسہ حدیث است وفتاوی او زیادہ از حد بلکہ بہر مسئلہ فقہی تکلم فرمودہ وتحقیق حق نمودہ ومسائل عقائد و سلوک وتفسیر را نیز بیان مستوفی دادہ چنانکہ از مجموع احکام او کتابی مستقل شافی در ہر علم تواں برآورد وچنانچہ صاحب ازالۃ الخفاء در یں باب سعی وافر فرمودہ وہمگی روایات وفتاوی اور جمع نمودہ کتابی کافی ترتیب دادہ معلوم ست کہ مدت حیات مرتضیٰ علی قریب ہفدہ سال زیادہ

از مدت عمر است و دریں مدت دراز مسانید علی رض بر مسانید عمر زیاده نمی شوند الا بقدر چہل و نہ حدیث و در وقت مرتضیٰ علی رض ہیچ مسئلہ مختلف فیہا منقح نہ شد و فتاویٰ وے قاطع نزاع نگردید بخلاف عمر رض وازیں جا معلوم می شود کہ نزد عمر رض اضعاف علم بود بنسبت بہ دیگراں وایں معنی را در وقتی کہ نسبت احادیث او با حادیث علی رض نمودہ آید و فتاویٰ او بفتاوے کردہ شود ہیچ کس منکر نمی تواند شد واز آں جا ست علم قرآن و دریں جا خود...
بالقطع معلوم است کہ مرتضیٰ علی رض را زیادتی در علم قرأت بر ابوبکر رض و عمر رض نبود بالاتفاق بین الفریقین واہل سیر ابوبکر رض و عمر رض و علی رض در یک مرتبہ بودہ اند وقراۃ عثمان رض را دریں امر زیادت بین بود و نیز تقدیم آں حضرت ابوبکر رض را بہ شئی در نماز نیز دلالت می کند بر آنکہ علی رض اقراء از ابوبکر رض نبود وکذا الافقہ والا علم و ازاں جملہ تقویٰ و اتباع شریعت و بالیقین معلوم ست کہ ابوبکر رض ہیچگاہ مخالفت آں حضرت کلمہ نگفتہ چنانچہ در صلح حدیبیہ و اخذ فداء بدریاں معلوم ست و ارادہ او گاہی مخالفت فرمودہ آں حضرت نبودہ و در امتثال او امر ہرگز تہاون نکردہ واز حال مرتضیٰ علی رض معلوم ست کہ در نکاح دختر ابوجہل و در تقیید نماز تہجد مورد عتاب گردیدہ وازانجملہ است زہد گویند کہ از ہد ناس علی بودہ گوئیم زہد نام بی رغبتی ست در تلذذ دنیا و اولاد و اتباع از ازواج و حشم و تدام و بالیقین معلوم ست کہ ابوبکر رض چوں اسلام آورد مال بسیار داشت وآنہمہ را للہ و فی مرضاۃ رسول اللہ صرف کرد و جماعت را از ضعفای مسلمین خریدہ آزاد فرمودہ تا آں کہ ہیچ درہم از مال او باقی نماند وازیں جہاں گذشت و

هیچ مزرعه و عقارے برای خود نخرید و از بیت المال نه گرفت الا بقدر قوت
باز از حصه خود که از غنایم می رسید در بیت المال صرف می کرد بخلاف مرتضی رض
که ضیاع و عقار گرفت و مزارع و باغات احداث فرمود و بر حال ابوبکر رض است
حال عمر رض بن الخطاب چنانچه جمیع صحابه آں وقت باین معنی گواہی داده اند امام مرتضی
علی چوں فوت شد چہار زن گذاشت و نوزده سریه و خادمان و غلامان
بسیار و قریب سی کس از اولاد و برائے ایشاں عقار و ضیاع به قدریکه بسبب
آں اغنیار بودند گذاشته رفت و قصبه ینبع که ہزار وسق تمر از اں می آید
سوائے غله و زراعت نیز از متروکه اوست بخلاف عمر رض و نیز نه ہر حقیقے
آنست که بجود لذت دنیا بردارد و نه اقارب و اولاد خود را بداں منتفع سازد و
حال ابوبکر رض ہمیں ست که مثل طلحه رض بن عبیدالله برادر زاده داشت و مثل عبدالرحمن
بن ابی بکر پسری و مثل عائشه رض دختری یکی را ازیں ہما عامل نفرموده و ہمچنیں
عمر ہیچکس را از بنی عدی عامل نمی فرمود مگر نعمان بن عدی را که بر میسان عامل
فرموده بود وی عزل نمود حالاں که در آنہا ش سعید بن زید و ابو جہیم بن حذیفه
خارجه بن حذیفه و معمر ابن عبدالله و عبدالله بن عمر رض بوده اند و
مرتضی علی رض عبدالله بن عباس رض را عامل بصره فرمود و عبیدالله بن عباس رض را
بر یمن و قثم و معبد ابن عباس را بر مکه و مدینه و جعده بن ہبیره که ہمشیرزاده
اش بر کوفه و محمد بن ابی بکر رض را که ربیب بود بر مصر و حضرت امام حسن رض را خلیفه
فرموده ہر چند ایں ہمه مستحق رسیده لیکن در اقارب و خویشاں ابوبکر و عمر رض
نیز مستحقین ایں مناسب بوده اند کما عمده تا پس زہد آنہا او فرداتم باشد

از زہد علیؓ کہ محض بہ جان خود بود نہ بہ اقارب خود و از آں جملہ است صدقہ و
انفاق و ایں خود امر ظاہر ست کہ مرتضیٰ علی رضؓ را دریں باب شارکتی نیست با ابوبکرؓ
و عمرؓ اگر دریں جا حرف تواں زد از عثمانؓ بن عفان کہ وے دریں امر گوئی
سبقت ربودہ است لیکن ابوبکرؓ و عمرؓ برنری بجہت جہاد و علم و زہد افضل اند و
آنچہ گویند کہ مرتضیٰ علی ہیچ گاہ بت نہ پرستید بر خلاف دیگراں گوئیم کہ نہ پرستیدن
بت بسبب صغر سن ہیچ بزرگی ندارد و بالاجماع ثابت ست کہ عمر حضرت
علیؓ شصت و سہ سال بودہ و در سنہ چہل از ہجرت فوت شدہ اند و
سیزدہ سال پیش از ہجرت بعثت پیغمبر بود پس عمر مرتضیٰ علی رضؓ در وقت بعثت
دہ سال بود و دریں عمر ہمیشہ در خانہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرورش
یافت و آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشغول بت پرستی نہ بود آں ست
قاعدہ اطفال کہ آنچہ از بزرگان خود می بینند بموجب آں عمل می کنند و اگر
بت نہ پرستیدن موجب افضلیت مطلقہ شود لازم آید کہ ہر مولودی کہ در اسلام
اسلام باشد از حمزہ رضؓ و جعفرؓ و سلمانؓ و مقدادؓ و عمارؓ افضل باشد و از آں جملہ
است خلافت و حسن سیاست و کفایت در آں کہ در حقیقت مجمع جمیع اعمال خیر
اسلامی ست و دریں جا خود افضلیت ابوبکرؓ و عمرؓ ظاہر و باہر ست زیرا کہ
اول بعد موت پیغمبر فتنہ مرتدین واقع شد و دراں واقعہ صعب ہیچ کس از ابوبکرؓ
ثابت تر نہ بود و بحسن سیاست او آں فتنہ بکل منتفی شد باز با کسریٰ و قیصر
منازعت افتاد و غلبہ اسلام رو داد تا آں کہ حدود فارس و عراق دار الاسلام
شد و فقراء مسلمین اغنیاء شدند و ذلیل ایشاں عزیز شد و ہر گنہ

درمیان ایشاں اختلاف نیفتاد وہمہ مشغول بقرأۃ قرآن وتفقہ فی الدین گشتند
ودر وقت عمر ہمہ ایں معانی بکمال رسید بخلاف مرتضیٰ علی کہ در وقت او
ہیچ قریہ مفتوح نشد وغیر از خانہ جنگی وقتال وجدال اہل اسلام راکاری
نماند وقرآت قرآن وعبادات ہمہ منسی وفراموش شد وغیر از طعن درکبراو
اسلام وتجسس عیوب ہم دیگر وبدگفتن بعض مربعض راکاری نداشتند پس
مثل آفتاب روشن گشت کہ ابوبکر رض وعمر رض را ہم در علم وہم در قرأۃ وجہاد
وزہد وتقویٰ وخشیۃ وصدقہ وعشق وطاعت خدا ورسول وحسن سیاست
خلافت مرتبہ الیست کہ دیگراں را اصلا نیست وہمیں امور را شارع موقع
فضل وقرب گردانیدہ وسابق گذشت کہ سیادت ونجابت وعلو نسب وقرب
قرابت باپیغمبر وامثال ایں امور باایں فضل کہ متنازع فیہ است مماسی
ندارند —— مقدمہ یازدہم — فیما بین عثمان رض وعلی رض علمارا
اختلاف است کہ کدام یک افضل ست ودریں جا حصول قطع ما را ممکن
نیست زیراکہ فضائل ایں ہردو متقادم اند زیراکہ عثمان رض را در قرأت
بالاجماع افضلیت است وجمیع مردم را بر قرآن او نمودہ وعلی رض را
نسبت باو در فتاوے واجتہاد وروایت احادیث زیادت ست و
علی رض را مقامات عمدہ است از جہاد بدست وطعن وضرب وعثمان رض
را اعانت عظیمہ است در جہاد وتبذل مال وعثمان رض را احتیاط عظیم بود
در قتل مسلم وصبرے عظیم بود بر قتل خود ومشقت حصار وعلی رض را
فضیلتے ست عظیم در کف لسان از اعدا وتکلم بغیر کلمۃ الحق در حق

آنہا بالجملۃ فضائل چنیں باہم متعارض اند و در فضل اختصاصی کہ عبارت
از خیریت ست ہر دو شریک اند واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و چوں ایں مقدمات
احدے عشر تمام شد خاتمہ کتاب تحفۂ اثنا عشریہ تمام شد

اردو ترجمہ

مترجمہ

مفتی محمد شفیع صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

دیباچہ مترجم

زین العلم والعلماء منبع العلوم والفنون سراج الامۃ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی قدس اللہ سرہٗ کے نام نامی سے کوئی اہل علم ناواقف نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کے علمی اور تعلیمی احسانات سے امت کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں آپ کی تصانیف میں تحفہ اثنا عشریہ مشہور و معروف تصنیف ہے جس میں حضرات صحابہؓ اور اہل بیت اطہار کے متعلق اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کو قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ واضح فرمایا اور اہل تشیع کے شبہات و اوہام کو نہایت تحقیق و توضیح کے ساتھ دفع فرمایا ہے۔ یہ کتاب لاجواب امت میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اسی کتاب کے خاتمہ پر حضرت مصنف نے مسئلہ تفضیل کو ایک عجیب مفید انداز میں ایک مستقل رسالہ میں تحریر فرمایا جس کا نام "السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" رکھ کر اس کو تحفہ اثنا عشریہ کا خاتمہ قرار دیا۔

اس رسالہ میں حضرت مصنف قدس سرہٗ نے اول تو اصولی طور پر یہ واضح فرمایا کہ کسی چیز کو کسی چیز پر یا کسی انسان کو کسی انسان پر فضیلت اور تفوق کن کن وجوہ سے ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد ان اصول ترجیح و تفضیل کے معیار پر صحابہ کرامؓ کے

حالات کا موازنہ فرما کر اس بات کو نصف النہار کے آفتاب کی طرح واضح فرما دیا کہ تمام صحابۂ کرامؓ میں افضل ابوبکر صدیق رضؓ ہی ہو سکتے ہیں اور خلافت کی جو ترتیب عمل میں آئی اصول قرآن و سنت کی رو سے وہی ہونا چاہیئے تھی۔

اصل کتاب تحفہ اثناعشریہ کی طرح یہ رسالہ بھی فارسی زبان میں تھا آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے ۱۳۴۹ھ میں میرے محترم دوست مولانا عتیق احمد صاحب صدیقی مرحوم مدیر قاسم العلوم دیوبند نے احقر سے فرمائش کی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کر دیا جائے اسی وقت یہ ترجمہ اردو زبان میں لکھا گیا اور ماہنامہ قاسم العلوم دیوبند میں باقساط شائع ہوا۔ پھر مولانا موصوف نے اس کو مستقل کتابی صورت میں بھی شائع فرمایا۔ اور بحمد اللہ مقبول و مفید ہوا۔ مگر عرصہ دراز سے یہ رسالہ نایاب ہو چکا تھا۔ حال میں محترم محمد ایوب قادری صاحب نے پاک اکیڈمی کراچی ۱۸ سے شائع کرنے کا ارادہ کیا جزاہ اللہ خیر الجزاء و یوفقہ لما یحب و یرضی

بندہ۔ محمد شفیع۔ دارالعلوم کراچی ۱۴

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علی ذوی الفضل العظیم و صحبہ اولی الفخر الجسیم۔

اما بعد! جبکہ تحفہ اثنا عشریہ کے مسودہ کو صاف کر کے عنایات حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی مدد سے فراغت حاصل ہوئی تو بعض دوستوں نے انتہائی اشتیاق و آرزو کے ساتھ فرمائش کی کہ مسئلہ تفضیل کی بھی ایک مناسب تفصیل کر دی جاوے تاکہ یہ مباحث جو آج کل نقل ہر مجلس اور مشغلہ ہر محفل بنے ہوئے ہیں ان میں کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اس بناء پر یہ مختصر رسالہ بطور عجالۃ الوقت کے لکھا گیا۔ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی ضروری، کام کو آدمی پورا نہ کر سکے تو اس کو بالکل چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں۔ اور نام اس رسالہ کا "السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" رکھا گیا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو حسبی ونعم الوکیل اور یہ رسالہ گیارہ مقدمات پر مشتمل ہے۔

مُقدمہ اُولیٰ

معلوم کرنا چاہیئے کہ فضیلت دو قسموں پر منقسم ہے۔

قسم اولیٰ:۔ ایک خصوصیت ہے منجانب اللہ کہ بغیر کسی سابق عمل اور بلا کسی خاص خدمت و عبادت کے حق تعالیٰ کسی چیز کو دوسری چیز پر فضیلت عطا فرما کر ترجیح دیتا ہے کیوں کہ وہ مالک ہے اپنی

مملوکات میں جس چیز کو چاہے زیادتی مرتبہ اور بلندی منصب کے ساتھ ممتاز فرمائے اور اس قسم کی فضیلت میں انتہائی عمومیت اور وسعت ہے کہ انسان و غیر انسان اور تمام حیوانات و نباتات اور جمادات کو بلکہ تمام جواہر و اعراض کو بھی شامل ہے۔

مثلاً فرشتوں کی یہ فضیلت کہ سب سے پہلے خلعت وجود ان کو عطا فرمایا گیا ہے اور مثلاً انبیاء علیہ السلام کی فضیلت کہ بغیر کسی سابق عمل اور بلا عبادات و ریاضات کے نزول وحی سے مشرف فرمائے گئے۔ اسی قسم میں سے ہے فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کی تمام دنیا کے لڑکوں پر اور افضلیت حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کی تمام عالم کے اونٹوں پر اور فضیلت اس دنبہ کی جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ذبح ہوا تھا۔ تمام عالم کی قربانیوں اور حج میں ذبح ہونے والی ہدایا پر اسی طرح حرمین محترمین کی فضیلت تمام دنیا کے شہروں پر۔ اور مساجد کی فضیلت تمام دوسری جگہوں پر اور حجر اسود کی فضیلت تمام دوسرے پتھروں پر اور ماہ رمضان کی فضیلت تمام دوسرے مہینوں پر ـــ اور روز جمعہ و عرفہ و عاشورہ کی فضیلت تمام سال کے دنوں پر۔ اور عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت باقی سب ایام پر ـــ اور شب قدر کی فضیلت دوسری راتوں پر۔ اور نماز فرض کی فضیلت نفل پر اور نماز عصر و فجر کی فضیلت دوسری نمازوں پر ـــ اور ارکان نماز میں سے سجدہ کی فضیلت قعدہ اور دیگر ارکان نماز پر۔ اور بعض اذکار کی فضیلت بعض پر ـــ

ان تمثیلات مذکورہ میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اس قسم میں فضیلت محض قسمت اور تقدیر الٰہی پر موقوف ہے (اس میں افضل کے کسی عمل و فعل کو دخل نہیں) پھر اس قسم میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وجہ فضیلت انسان کو بھی معلوم ہو جائے۔ مثلاً مسجد کی فضیلت دوسری جگہوں پر انسان کو بھی معلوم ہے کہ محل عبادت و مقام ذکر ہونے کی وجہ سے ہے۔ لیکن اس جگہ کو مسجد بنانے کے لئے خاص فرمانا یہ محض حق تعالیٰ کی عنایت پر ہے۔ اس تخصیص کی وجوہ کا احاطہ عقل انسانی نہیں کر سکتی۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ فضیلت کی کوئی وجہ انسان کی عقل میں نہیں آتی مثلاً حجر اسود کو دوسرے پتھروں پر اور مکان کعبہ کو دوسرے مکانات پر فضیلت ہونا (کہ عام عقل انسانی اس کی وجہ معلوم کرنے سے قاصر ہے)۔

نیز یہ فضیلت کبھی اصلی ہوتی ہے۔ جیسے حجر اسود کی فضیلت تمام دوسرے پتھروں پر اور کبھی تبعی اور طفیلی جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ذبح ہونے والے دنبہ کی فضیلت یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم کی فضیلت خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم اول (کی تمام صورتوں) میں (خواہ وجہ فضیلت معلوم انسانی ہو یا نہ ہو اور خواہ ... فضیلت اصلی ہو یا تبعی) بہر صورت مدار فضیلت محض حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی تخصیص پر ہے ــــــــ اس میں کسی کے عمل اور کوشش کو دخل نہیں

فضیلت کی قسم دوم

دوسری قسم فضیلت جزئی ہے جو عمل کے مقابلہ میں عطا ہوتی ہے اور یہ قسم فضیلت بہ نسبت قسم اول کے ایک گونہ خصوصیت رکھتی ہے کہ اہل عمل کے سوا کسی کو نہیں دی جاتی اور اہل عمل کی تین جماعتیں ہیں ۔ ملائکہ اور جنات اور انسان ۔ لیکن انجام کار اس فضیلت کی انتہا بھی اسی فضل اختصاصی (یعنی قسم اول پر ہوتی ہے) جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا! اور اس قسم میں اکثر اختلاف و نزاع واقع ہو جاتا ہے ۔ بخلاف قسم اول یعنی فضیلت اختصاصی کے کہ وہاں محض حضرت شارع علیہ السلام کا ارشاد کافی ہو جاتا ہے

نیز اس جگہ یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ تمام صحابہ کرام کو ایک قسم کی اختصاصی فضیلت ثابت ہے کہ (ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے) اللہ تعالےٰ نے میرے لئے صحابی اور رشتہ دار اور مددگار منتخب فرمائے اور ازواج مطہرات اور حضور کی صاحبزادیوں کو بھی یہ اختصاصی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ ظاہر ہے لیکن گفتگو اس میں ہوتی ہے کہ حضرات صحابہ اور ازواج مطہرات اور بنات مکرمات میں سے آپس میں جو کسی کو کسی پر فضیلت ہے یہ کس قسم میں داخل ہے ۔ اور ظاہر بعض احادیث سے یہ ہے کہ یہ سب قسم اول یعنی اختصاصی فضیلت ہے ۔ لیکن احادیث پر گہری نظر ڈالنے سے اور اکثر آیات قرآنیہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (قسم دوم) یعنی فضیلت جزئی میں داخل ہے ۔ البتہ قریب

خلافت میں بعض خلفاء کی بعض پر تقدیم کو اگر فضیلت اختصاصی پر محمول کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رض کی اس حدیث سے ظاہر ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجز ابوبکر صدیق رض کے اور کسی کو مقدم نہ ہونے دیا۔ نیز اس قسم کی اور بھی روایات اسی فضیلت اختصاصی پر دلیل ہے۔

مقدمہ ثانیہ

فضیلت جزئی کی سات قسمیں فضیلت جزئیہ جو عمل کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ اُس کی بھی چند قسمیں ہیں، اب اس کی اقسام میں غور کرنا چاہیئے اور محل نزاع میں اس قسم کو جاری کرنا چاہیئے جس کا اعتبار کرنا اس جگہ زیادہ مناسب اور اقرب ہے۔ تاکہ فضیلت جزئیہ کا مصداق متعین ہو جائے اور جھگڑا ختم ہو۔ پس اول جاننا چاہیئے کہ ہر ایک عمل کو دوسرے عمل پر سات وجہ سے فضیلت ہو سکتی ہے۔ ان سات طریقوں کے سوا کوئی اور صورت مدار فضیلت نہیں ہو سکتی۔

درجہ اوّل ۔ خود عمل کی ماہیت یعنی اس کی صورت نوعیہ یا وصفیہ جیسے نماز فرض کی فضیلت نماز نفل پر اور اس کی چند صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ایک شخص ہو جو تمام فرائض کو ادا کرتا ہے اور دوسرا آدمی بعض فرائض کو ادا کرتا ہے اور بعض کو ترک کرتا ہے اور نوافل ادا کرتا ہے یا دونوں تمام فرائض کو ادا کرتے ہیں اور نوافل

زائد بھی بجا لاتے ہیں لیکن ایک کے نوافل دوسرے کے نوافل بزرگی اور فضیلت میں زائد ہوں۔ یا ایک شخص ایسا ہو جو نماز کے اندر ذکرِ الٰہی تلاوت وتسبیحات وغیرہ زیادہ کرتا ہے اور دوسرا آدمی خارج نماز بہت ذکر کرتا ہے یا دو شخص ایسے ہوں کہ ان میں سے ایک تو میدان جنگ میں کفار سے بہت جہاد کرتا ہے اور خطرہ کے مواقع میں گھس جاتا ہے۔ اور دوسرا آدمی لڑنے والے مجاہدین کی مدد اور دائیں بائیں سے دشمنوں کو دفع کرنے میں بہت کوشش کرتا ہے۔ یا ایک شخص جہاد کرتا ہے اور دوسرا نماز روزہ میں زیادہ مشغول رہتا ہے۔ یا دونوں کوشش پوری کرتے ہیں ہیں۔ لیکن ایک کو بہ نسبت دوسرے کے حق اور مقصد تک زیادہ رسائی ہو جاتی ہے۔ اور خلاصہ اس وجہ کا یہ ہے کہ ایک عمل اپنی ذات میں دوسرے عمل سے افضل ہو۔

وجہ دوم:۔ نیت عمل کی غرض اور علت: جس کو عرف شریعت میں نیت کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے اپنے عمل میں محض رضائے الٰہی کا قصد کیا ہے، اور کسی چیز کو اس کے ساتھ مخلوط نہیں کرتا اور دوسرا آدمی اگرچہ عمل میں اس کے برابر ہے۔ مگر رضائے الٰہی کے قصد میں کسی قدر کمی اور کوتاہی کرتا ہے اور دنیاوی منافع و مصالح کی نیت کو بھی اس کے ساتھ خلط کرتا ہے۔

وجہ سوم:۔ کیفیت عمل مثلاً ایک شخص ہر عمل کو اس کے تمام آداب و سنت اور حقوق کی رعایت کر کے ادا کرتا ہے اور دوسرا آدمی

بعض آداب و سنن کو چھوڑ دیتا ہے اگرچہ عمل کو بالکل باطل نہیں کرتا۔ یا ایک آدمی ایسا ہو کہ اس کا عمل کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہونے سے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے بے لوث اور پاک ہو۔ اور دوسرا آدمی با وجود طاعت و عبادت کے کبیرہ یا صغیرہ گناہوں میں بھی مبتلا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سے حضور قلب کے ساتھ عبادت کرنے اور بے توجہی کے ساتھ عبادت کرنے میں فرق اور ذکر و تلاوت کو وضو کے ساتھ ادا کرنے اور بلا وضو کے ادا کرنے کا فرق بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

وجہ چہارم۔ کمیت عمل مثلاً دو شخص ادائے فرائض میں برابر ہیں لیکن ایک کے نوافل دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں روایت ہے کہ صحابہ میں، سے دو شخص ایک ہی وقت میں اسلام لائے اور دونوں نے ہجرت کی پھر ایک ان میں سے شہید ہو گئے اور دوسرے زندہ رہے اس کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ یہ جو شہید ہو گئے دوسرے سے افضل ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید کے بعد زندہ رہنے والے کی نمازیں اور روزے کہاں چلے جاویں گے۔ غرض یہ تھی کہ اگر ایک قسم کی فضیلت بوجہ شہادت کے ایک شہید کو نصیب ہوئی تو دوسری قسم کی فضیلت بوجہ کثرت نماز روزے کے دوسرے شخص کو حاصل ہے اس لئے کسی کو یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ شہید کو شہید سے افضل کہے۔

وجہ پنجم — زمان عمل پس جو شخص ابتدائے اسلام میں یا ایام قحط

میں یا کسی ایسے وقت میں جب کہ مسلمانوں پر کوئی خاص حادثہ ہوا ہو۔ کوئی عمل اور عبادت کرے یا جہاد اور صدقہ خیرات وغیرہ کرے تو (ظاہر ہے) کہ یہ اس شخص سے افضل اور بہتر ہے جو اسلام کے قوی ہونے اور اس سے مستغنی ہو جانے کے بعد عمل کرے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہؓ کی فضیلت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ اُحد پہاڑ کی برابر سونا بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کر دو تو حضرات صحابہ رضؓ کے ایک مدّ (تقریباً آدھ سیر) کی بلکہ نصف مدّ (پاؤ سیر) کی برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ اور حق تعالےٰ کا ارشاد ہے لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح واولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا یعنی فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہ نسبت ان لوگوں کے افضل و اعلیٰ ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کیا اور جہاد کیا، اور اسی طرح فقر و احتیاج اور تندرستی کی حالت میں ایک درہم کا حق تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنا اس سے افضل ہے کہ غناء و ثروت کے وقت اس سے بہت زائد خرچ کرے یا موت کے وقت صدقہ و خیرات کی وصیت کرے۔ اسی طرح جو فرائض کہ خوف اور مرض اور سفر اور مشقت اور قلّت فرصت اور اجتماع موانع کی حالت میں ادا کئے جائیں وہ ان فرائض سے افضل ہیں جو دوسرے اوقات میں یا اطمینان کی حالت میں

ادا کیئے جائیں۔ اسی طرح موت کے وقت آخر میں شغل عبادت بہ نسبت اول عمر کے بہتر و افضل ہے اور رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کی برابر ثواب رکھتا ہے۔ اور جو شخص رمضان میں کوئی نفلی عبادت کرے اس کا ثواب ایسا ہوتا ہے جیسے غیر رمضان میں فرض ادا کرنے کا ثواب ہے اور جو شخص رمضان میں فرض ادا کرے تو اس کا اجر ایسا ہوتا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور رمضان کے بعد سب سے زیادہ افضل روزے ماہ محرّم کے روزے ہیں۔ نیز اشہر حرم میں تمام عبادات کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے ——— (اشہر حرم ذی قعدہ و ذی الحجہ اور محرم اور رجب ہیں ان مہینوں میں عبادات کے مخصوص فضائل وارد ہیں ما ثبت بالسنۃ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان کو بتفصیل جمع فرما دیا ہے)۔

وجہ ششم۔ مکان عمل مثلاً جو نماز مسجد حرام یا مسجد نبوی میں ادا کی جاوے وہ دوسری جگہوں کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ اور دار الحرب میں جہاد کے موقع پر روزہ رکھنا بہ نسبت دوسرے مواضع کے زیادہ افضل ہے۔ حدیث میں ہے۔ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ۔

وجہ ہفتم۔ اضافہ بامور خارجہ (یعنی نفس عمل کے علاوہ خارج سے کوئی سبب ایسا مل جاوے جس کی وجہ سے ایک عمل دوسرے سے بڑھ جائے۔ مثلاً فاعل کی وجہ سے یا شریک عمل اور

مقارن کی وجہ سے کوئی عمل دوسرے سے افضل ہو جائے۔ مثلاً نبی کی ایک رکعت اور اسی طرح نبی و رسول کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی ایک رکعت بہ نسبت دوسروں کی رکعت کے افضل و اولیٰ ہے۔

اسی واسطے صدقہ اور روزے اور جہاد جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمل میں آیا یا صحابہؓ نے آپ کے ساتھ کیا وہ دوسرے صدقات و صیام اور جہاد سے ہزاروں درجہ افضل و اولیٰ ہے اسی وجہ سے حضرات صحابہؓ اپنے ان اعمال کو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کئے تھے۔ اپنے ان اعمال کی برابر نہ سمجھتے تھے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتھ بجا لاتے تھے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا اس حج کی برابر ہے جو میرے ساتھ کیا جاوے اور قرآن مجید میں بجا بجا اس کی طرف اشارات موجود ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ

لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم و انفسھم اولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون ۰

ترجمہ! لیکن رسول اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ ایمان لائے اور اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کیا انہیں کے لئے تمام بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اسی سے ابو ہاشم جبائی کے قول کا بطلان واضح ہو گیا۔ وہ اس بات کو جائز کہتا ہے کہ اگر کسی شخص کی عمر طویل ہو تو اس کے اعمال

اس حد تک پہنچ جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال کے برابر ہو جائیں ۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ (صحابہ میں) انس بن مالک ابو امامہ باہلی رضا اور عبداللہ رضا ابن بشیر اور عبداللہ بن الحارث اور سہل بن سعد ساعدی اور جابر ابن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جنھوں نے طویل عمریں پائی ہیں اور بہت سے اعمال صالحہ کئے ہیں، وہ حضرات ذیل سے ہرگز افضل نہیں ہو سکتے ۔ یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضا اور علی رضا مرتضیٰ، ابو عبیدہ رضا، زید بن حارثہ، جعفر ابن ابی طالب رضا، مصعب بن عمیر رضا عبداللہ بن جحش، سعد بن معاذ، عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہم) حالانکہ پہلے طبقہ کے بعض حضرات ان حضرات کی وفات کے بعد تقریباً اسی نوے سال تک عبادات و اعمال صالحہ بجا لاتے رہے ہیں ۔ اسی وجہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے جو شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت دوسروں سے افضل تھا ۔ تو (بعد وفات نبوی) ہرگز دوسرے آدمی اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے ۔

مقدمہ سوم

فضیلت کی دو قسموں کے دو نتیجے

فضیلت خواہ اختصاصی ہو جو بغیر کسی عمل کے حاصل ہوتی ہے یا جزئی ہو جو عمل کے صلہ میں ملتی ہے ان دونوں قسموں کا نتیجہ دو چیزیں ہوا ۔

اوّل یہ کہ حق تعالیٰ دنیا میں مفضول پر افضل کی تعظیم و تکریم
واجب کر دیتا ہے اور اس بارہ میں افضل کے تمام انواع شامل
ہیں خواہ کعبہ اور مسجد اور روز جمعہ اور ماہِ رمضان اور ناقہ صالح ؑ
وغیرہ ہوں جو جمادات و حیوانات اور اعراض میں سے ہیں اور خواہ
انبیاؑ اور ملائکہ اور صحابہ اور ازواج مطہرات اور اولادِ انبیاؑ
وغیرہ ہوں ۔

دوسرے : یہ کہ حق تعالیٰ افضل کے لئے تقرب خاص
اور جنّت کے اعلیٰ درجے مقرر فرماتا ہے جو مفضول کو نہیں ملتے اور
یہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر فضیلت کے کوئی معنی
ہی باقی نہیں رہتے ۔

اور فضیلت کا یہ نتیجہ فقط جنات اور انسان کے ساتھ مخصوص
ہے ان کے سوا دوسری چیزوں کو میسر نہیں اور اس وجہ سے جن
وانس کے علاوہ کسی میں جزئی فضیلت متحقق نہیں ہوتی ۔ اور اس
جگہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دخول جنت بھی کبھی محض اختصاصی طور پر
بغیر کسی عمل کے ہوتا ہے جیسے عام مومنین اور انبیاء علیہم السلام کے بچے

مقدمہ چہارم

افضل کی تعظیم و تکریم

جس شخص یا جس چیز کی تعظیم و تکریم کا شریعت نے ہمیں حکم فرمایا ہے

وہ صاحب فضیلت ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب اس مقدمہ میں ایک خدشہ دل میں آتا ہے کہ ماں باپ اگر کافر ہوں تو شرعاً ان کی بھی تعظیم و تکریم اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے آگے عاجزی کرنا واجب ہے حالانکہ وہ کوئی فضیلت نہیں رکھتے۔

جواب :۔ اس کا یہ ہے کہ یہ تعظیم و تکریم جو ان کے حق میں واجب ہے شرعی تعظیم نہیں بلکہ ایک قسم کا احسان اور حسن سلوک ہے اور احسان و مروت کو تعظیم نہیں کہہ سکتے اسی طرح کسی کے سامنے عاجزی ظاہر کرنا بھی مطلقاً اس کی تعظیم نہیں کیونکہ انسان کبھی اس شخص کے سامنے بھی عاجزی کرتا ہے۔ جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

اور کافر ماں باپ کی تعظیم شریعت میں کیسے واجب ہو سکتی ہے جبکہ ان سے علیحدگی اور بیزاری بھی شرعاً واجب ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الآیۃ) وَاِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (الآیۃ)

بلکہ تعظیم شرعی یہ ہے کہ حب فی اللہ اور دلی محبت و دوستی پر مبنی ہو اور ایسی تعظیم اہل فضیلت کے سوا کسی کے لئے شریعت میں وارد نہیں ہوئی جیسا کہ احکام شرعیہ کی تفتیش سے واضح ہے

مقدمہ پنجم

ازواج مطہرات کا مستحق تعظیم ہونا

یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ کی تعظیم کے بعد شرع شریف میں انبیاء علیہم السلام کی اس قدر تعظیم ضروری اور واجب ہے۔ کہ دوسروں کی ایسی تعظیم نہیں ہو سکتی اور بجز انبیا علیہم السلام کے کوئی اور شخص اس تعظیم کا حقدار نہیں۔ اسی طرح، انبیا علیہم السلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا استحقاق تعظیم نص قرآنی سے اس درجہ ثابت ہے کہ ہرگز ہرگز دوسروں کے لئے یہ استحقاق ثابت نہیں تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

پس سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت صحبت ازواج مطہرات کے حق میں اکثر صحابہؓ سے زیادہ متحقق اور ثابت ہے کیونکہ ان کی صحبت بہ نسبت عام صحابہ کی صحبت کے ایک رتبہ اعلیٰ رکھتی ہے اور فضیلت صحبت کے ساتھ امت کے لئے دینی والدہ ہونے کا رشتہ بھی ان کی تعظیم کا سبب ہو گیا۔

مقدمہ ششم

جب کسی کی فضیلت کے متعلق گفتگو آئے تو مطلقاً یہ سوال نہ کرنا چاہیئے

کہ کون افضل ہے کیونکہ تفاضل (یعنی بعض کا بعض سے افضل ہونا) صرف انہیں دو چیزوں میں واقع ہوسکتا ہے جن کی فضیلت ایک ہی جہت سے ہو اور اس جہت میں باہم کمی زیادتی ہو۔ اگر ان کی فضیلت دو مختلف جہتوں سے ہو تو ان میں تفاضل متحقق نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب ہم یہ کہیں کہ ان دونوں میں سے وصفِ مشترک کس میں زیادہ ہے تو اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ رمضان المبارک بہتر ہے۔

یا ناقہ صالح علیہ السلام اور کعبہ بہتر ہے یا نماز البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مکہ مکرمہ بہتر ہے یا مدینہ طیبہ اور رمضان بہتر ہے یا ذی الحجہ اور نماز بہتر ہے یا زکوٰۃ اور ناقہ صالح علیہ السلام بہتر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ عضباء۔

۔ اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی فضیلت کسی عمل پر مبنی نہیں بلکہ محض اختصاصی ہے۔

مقدمہ ہفتم

جنت میں درجہ کا بلند ہونا کبھی کسی کے اتباع میں ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی اولاد کی بلندی درجہ کہ آپ کے

تبعیت کی وجہ سے ہے اور یہ بلندی درجہ اس فضیلت پر دلالت نہیں کرتی جو فضیلت جزئی کی قسم سے ہے۔

اور کبھی فضیلت اصالۃً (یعنی باستقلال) اس شخص کے عمل کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور یہ بلندئ درجہ از قسم فضیلت جزئی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

اسی طرح جنت میں داخل ہونے اور حوض کوثر پر پانی پینے کے لئے آنے اور شفاعت یا حساب وغیرہ میں کسی کا دوسروں سے مقدم ہونا یہ بھی دو قسم پر ہے ایک قسم فضیلت جزئی کی معنیٰ میں افضلیت پر دلالت کرتی ہے اور دوسری قسم یہ دلالت نہیں کرتی۔

جیسے ان امور مذکورہ میں امت محمدیہ کا انبیاء علیہ السلام سے پہلے ہونا حق تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِىْ ظِلَالٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ؕ

وہ لوگ اور بیبیاں جنت کے سایہ میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ اور ارشاد ہے :۔

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ـ

ہم نے اُن کی ساتھ ان کی اولاد کو بھی ملحق کر دیا

مقدمہ ہشتم

سیادت (یعنی سرداری) اور چیز ہے اور فضیلت اور چیز گیونکہ ریاست

اس شخص کے شرف و بزرگی پر دلالت کرتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اس بزرگی کی وجہ سے جو ان کو حاصل ہے سادات ہیں۔ اور فضیلت جزئی عمل پر موقوف ہے۔

اسی طرح امارت فضیلت پر موقوف نہیں۔ اس دلیل سے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی امارت و خلافت کی حالت میں اس کے مامور تھے کہ عمرو بن العاص رض کی اطاعت کریں اور اس جگہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی شخص کی اطاعت کا کسی پر واجب ہونا اس کی دلیل نہیں کہ جس کی اطاعت واجب ہے وہ وہ اطاعت کرنے والوں سے افضل ہے۔

مقدمہ نہم

جب فضیلت کی ساتوں وجوہ مذکورہ میں تعارض واقع ہو جائے تو آیات قرآنیہ اور احادیث سے متعین کر لینا چاہیئے کہ ان میں سب سے زیادہ اعتبار و اہتمام کے لائق کون ہے پس شریعت سے بہ یقین ثابت ہے کہ کمیت عمل کا بمقابلہ کیفیت کے اتنا زیادہ اعتبار نہیں۔ نیز کیفیت و کمیت کا بمقابلہ زمان عمل کے چنداں اعتبار نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ

تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کے راستہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا

وہ دوسروں کے برابر ہوں گے۔

اور احادیث صحیحہ سے اتنی بات بوضاحت ثابت ہے کہ صحابہ رض کرام کا جو عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور آپ کے ساتھ واقع ہوا ہے کوئی دوسرا عمل اس کے برابر نہیں ہو سکتا، پس جس عمل میں صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہو جائیں تو کوئی عمل اس کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جماعت شرکت کی وجہ سے اس میں ایک نور وحدانیہ پیدا ہو جاتا ہے جیسے مرکب دواؤں میں ایک کیفیت وحدانیہ مزاج کی پیدا ہو جاتی ہے کہ مرکب کے ہر ہر جزو میں ایک تشابہ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی لئے جماعت شروع کی گئی ہے اور اس اعتبار سے حضرات صحابہ کو تمام امت پر فضیلت جزئیہ ثابت ہے اور پھر صحابہ کرام میں حسب تصریح آیت کریمہ :۔

لَا يَسْتَوِي مِنكُمْ سبقت اور تقدم کا اعتبار کرنا ہوگا :۔

(یعنی جو حضرات صحابہ پہلے ایمان لائے ہیں وہ دوسروں سے افضل ہونگے کیونکہ جس قدر تقدم اور سبقت زیادہ ہے اسی قدر اسلام کو تائید و تقویت کی حاجت زیادہ ہے، چنانچہ حدیث ذیل اس پر دلالت کرتی ہے جو آپ نے حضرت صدیق اکبر رض اور دوسرے صحابہ کے حق میں فرمائی ہے فقال صدقت وقلتم کذبت

انہوں نے اول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا کہ آپ نے سچ فرمایا اور تم سبھوں نے اس وقت) میری تکذیب کی۔

پس اس اعتبار سے وہ لوگ جو ہجرت سے پہلے اعمال اسلامی پر کاربند ہو گئے ان لوگوں سے افضل ہوں گے جو بعد میں ان اعمال کے پابند ہوئے مثلاً حضرت ابوبکر، عثمان، علی و حمزہ، جعفر، عثمان، بن مظعون، طلحہ، زبیر، مصعب، ابن عمیر، عبدالرحمن ابن عوف عبداللہ بن مسعود، سعید ابن زید، زید بن حارثہ، ابو عبیدہ، بلال، سعد، عمار بن یاسر، ابو سلمہ بن الاسد عبداللہ بن جحش وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو بالکل ابتداء اسلام میں مشرف باسلام ہوئے دوسروں سے زیادہ افضل ہوں گے ان کے بعد وہ حضرات جنہوں نے ہجرت سے پہلے بیعت عقبہ میں پہلی مرتبہ شرکت کی اور پھر وہ حضرات جو عقبہ ثانیہ میں بیعت کے ساتھ مشرف ہوئے پھر وہ لوگ جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے پھر وہ جو ان کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے سنوار ترتیب کے موافق ایک دوسرے سے افضل ہوں گے یہاں تک کہ صلح حدیبیہ تک نوبت پہنچ جائے کیونکہ ان حضرات پر سکینت کا نازل ہونا اور ان کے قلوب کا پاک صاف ہونا نص قرانی میں منصوص ہے

قال اللہ تعالیٰ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ اِلیٰ اٰخر۔ الآیۃ)

لیکن ان غزوات مشہورہ کے بعد کوئی غزوہ ایسا نہیں جس کی شرکت کو نضیلت کا معیار و مدار کہہ سکیں کیونکہ بعد کے تمام غزوات و جہاد میں منافقین بھی شریک ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ

مردوا علی النفاق۔

اور بعض تمہارے گردو نواح کے اعراب منافق ہیں اور۔۔۔۔۔۔۔۔

بعض اہل مدینہ بھی اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔

نتیجہ :- اس تمام تقریر کے بعد ہم اس مقصد پر آگئے کہ ان تمام حضرات صحابہؓ میں سب سے زیادہ افضل کون ہیں اور یہی بات اصل میں محل نزاع اور اس سارے رسالہ کا مقصود بالذات ہے۔ کیونکہ کلام خلفاء اربعہ میں ہے اور یہ سب کے سب اتنی بات میں تو شریک ہیں کہ قدیم الایمان اور دوسرے اکثر صحابہ سے سابق و مقدم ہیں۔

مقدمہ پنجم

افضل کو متعین کرنے کے دو طریق ہیں۔ اول حضرت شارع علیہ السلام کی جانب سے کوئی تصریح۔ دوم۔ احوال و اعمال کی تفتیش و تلاش۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلا طریق اس جگہ مخدوش ہے کیونکہ نصوص احادیث میں تعارض ہے ہم کہتے ہیں کہ تعارض اس وقت واقع ہوتا ہے جب ایک ہی لفظ دو شخصوں کے بارے میں وارد ہوا ہو اور وہ دونوں کی افضلیت پر دلالت کرتا ہو لیکن تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔

بلکہ لفظ اصل و خیر حضرت ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں وارد ہوا ہے اور لفظ سرداری اور محبوبیت و شرافت حضرت علی مرتضیٰ اور

فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد ہوئے ہیں اور
پہلے گذر چکا ہے کہ لفظ سرداری و محبوبیت و شرافت فضیلت
جزئی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لئے درحقیقت دونوں قسم کی روایات
میں کوئی تعارض نہ رہا۔

اعمال کے اعتبار سے افضل و مفضول
کی تحقیق اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سب سے افضل ہونا

لیکن دوسرا طریقہ کہ احوال و اعمال کی تحقیق ہے سو اس سلسلہ میں
ایک بڑا عمل جہاد ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی مرتضٰی رضؓ
حضرت صدیق اکبر رضؓ اور فاروق اعظم رضؓ سے عمل جہاد میں افضل ہیں تو جواب
دیا جائے گا۔ کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں اوّل جہادِ زبانی جو تبلیغ اسلام
اور تعلیم شرائع اور وعظ و نصیحت اور ترغیب و ترہیب کے ذریعہ حاصل ہوتا
ہے دوسرے جہاد ابتدا جنگ سے پہلے بذریعہ رائے و تدبیر اور مخالفین
پر رعب ڈالنے اور مسلمانوں کو جہاد کے لئے ایک مرکز پہ جمع کرنے اور
مخالفین کی جماعت میں تفریق ڈالنے سے۔ سوم جہاد ہاتھ سے بذریعہ
تیغ و تفنگ وغیرہ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عام حالات
میں اول کی دو قسموں میں مشغول رہے ہیں نہ کہ قسم ثالث میں۔ اور قسم ثالث
یقیناً جہاد کی تینوں مرتبوں میں سے کم درجہ ہے اور ابتدائی دونوں
قسموں میں ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ تمام صحابہؓ سے پیش پیش ہیں کیونکہ حضرت

صدیق اکبرؓ کی تبلیغ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں عمائد صحابہ مسلمان
ہوگئے ہیں اور وہ ہمیشہ اسی دعوت وتبلیغ میں مشغول رہے ہیں ۔ اور جس
روز سے حضرت فاروقِ اعظم رضؓ اسلام لائے تو اسلام کو عزت اور غلبہ
حاصل ہوگیا ۔ اور مکہ مکرمہ میں اسلامی عبادات کا علی الاعلان رواج ہوگیا
اور رائے و مشورہ میں یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشیر
اور وزیر رہتے تھے اور کوئی غزوہ اور کوئی مہم بغیر ان کے مشورہ کے عمل
میں نہیں آئی ۔ اور مسلمانوں کی جمعیت فراہم کرنے اور مخالفین اسلام کی جمعیت
میں تفریق ڈالنے میں ہمیشہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے حضور میں اوروں سے زیادہ مساعی جمیلہ پیش کی ہیں نیز یہ بات یقینی
طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب لوگوں سے زیادہ
بہادر تھے ۔ اور آپ نے انہیں دو قسم کا جہاد اختیار فرمایا ہے اس لئے یہ
دو قسمیں بہ نسبت تیسری قسم کے افضل ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ اور ان دونوں
قسم جہاد میں دوسرے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہرگز جدا نہ ہوتے تھے اس لئے
ان کا جہاد دوسرے صحابہؓ مثلاً علی مرتضیٰ اور زبیر اور حمزہ اور مصعب اور ابوطلحہ
اور سعد بن معاذ اور سماک ابن حربؓ کے جہاد سے افضل اور بہتر ٹھہرا ۔ اور یہی
وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اکثر سریئے (یعنی وہ جہاد جس میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہیں ہوئے) حضرت صدیق اکبرؓ کی سرکردگی میں
انجام پاتے ہیں اور اس کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضؓ نے جہاد کی تیسری قسم
میں بھی شرکت فرمائی ہے جیسا کہ تواریخ معتبرہ اس پر گواہ ہیں ۔

اور منجملہ ان اعمال کے جو مدار فضیلت بن سکتے ہیں ایک علم بھی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی مرتضے رض علم میں دوسرے سب صحابہ سے افضل تھے اور حق تعالے ارشاد فرماتے ہیں۔

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

جاننے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

اس لئے حضرت علی رض سب سے افضل ہوئے، ہم کہتے ہیں کہ زیادتی علم دو طرح معلوم ہو سکتی ہے اول کثرت روایات اور کثرت فتاوی سے دوسرے اس بات سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اس شخص کو کوئی ایسا کام سپرد فرمایا ہو جس کا تعلق علم سے ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر معاملہ میں اسی شخص کو کام سپرد فرماتے تھے جو اس کام میں دوسروں سے اکمل و افضل ہو۔

اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رض کو نماز اور حج اور جہاد پر امیر بنایا ہے۔ اور حضرت عمر رض کو صدقات وصول کرنے کے لئے عامل بنا کر بھیجا ہے نیز یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ اکثر روایات صدقات کی حضرت صدیق اکبر رض سے دنیا کو پہنچی ہیں اور مسائل زکوٰۃ کی انہیں نے شرح فرمائی ہے اور جو زکوٰۃ کے متعلق حضرت علی مرتضیٰ سے منقول ہے اس کا ثبوت درجہ صحت کو نہیں پہنچا بلکہ اس میں ایک وہم واقع ہو گیا جس کی وجہ سے علماء اسلام میں سے کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ اور وہ موقع وہم یہ ہے کہ اس حدیث علی رض میں پچیس اونٹ ہونے کی صورت میں

دیجائے اونٹ کے، پانچ بکریاں واجب کی ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ ہمیشہ سفر و حضر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک صحبت ومشورہ ومدارات رہتے تھے اور ظاہر ہے کہ بغیر علم تام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو اپنا وزیر و مشیر نہ بناتے اور جس قدر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت زیادہ ہوگی احکام اور فتاوی پر اطلاع زیادہ اور مکمل ہوگی۔ پس حضرت صدیق اکبرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہت تھوڑی مدت زندہ رہے اور لوگوں کو صحبت نبوی کے ساتھ قریب العہد ہونے کی وجہ سے اس کی حاجت نہ تھی کہ صدیق اکبر رضؓ سے روایات حاصل کریں اس کے علاوہ صدیق اکبر رضؓ مدینہ طیبہ سے بجز ضرورت حج وغیرہ کے کہیں باہر تشریف نہیں لے گئے کہ بلاد بعیدہ کے رہنے والے آپ سے روایات حاصل کرتے اور باایں ہمہ ان سے ایکسو پینتالیس ۱۴۵ صحیح حدیثیں مروی ہیں جن کو اجلاء صحابہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

ان روایات کرنے والوں میں حضرت علی مرتضیٰ فاروق اعظم رضؓ عثمان بن غنی رضؓ بھی داخل ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ باوجود طول عمر کے جن کا امتداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً تیس سال تک ہوا ہے اور اسفار بعیدہ کے اور باوجود اس کے کہ لوگ زمانہ نبویؐ کے بعید ہو جانے کے سبب ان سے روایت کرنے کے زیادہ محتاج تھے اور باوجود ان مواقع کی کثرت کے جو روایت کرنے کی طرف داعی تھے کل روایات

پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) احادیث ہیں۔

پس اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت حیات کو دوسروں کی مدت حیات کے ساتھ موازنہ کیا جائے اور ان موانع کو جو صدیق اکبر رضؓ کے عہد میں روایت کرنے کے درمیان حائل تھے اور ان موانع کے ساتھ قیاس کیا جائے جو دوسرے حضرات کے زمانہ میں تھے تو یقین ہو جائے گا کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کے نزدیک دوسروں سے بہت زیادہ علم تھا۔ اور اسی پر فتاویٰ کو قیاس کرنا چاہیئے اور یہی حال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے اس لئے کہ ان کی احادیث مسندہ پانچسو تنتیس ۵۳۳ حدیث ہیں اور فتاویٰ ان کے حد سے زیادہ ہیں بلکہ آپ نے ہر ایک مسئلہ فقہی پر کلام کر کے تحقیق حق فرمائی ہے اور مسائل عقائد و تصوف و تفسیر کا بھی پورا بیان فرمایا ہے کہ اگر ان کو جدا جدا جمع کیا جائے تو تینوں علوم عقائد تصوف و تفسیر میں ایک ایک مستقل کتاب کافی و شافی تیار ہو جاتی ہے چنانچہ صاحب ازالۃ الخفاء یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ نے اس بارہ میں پوری کوشش کی اور ان کی تمام روایات و فتاوے کو جمع کر کے ایک مستقل کتاب مرتب کر دی ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ مدت عمر حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی ستر سال کے قریب اور حضرت عمر رضؓ کی عمر سے زائد ہے اور اس مدت عمر میں حضرت علی رضؓ کی مسانید (روایت کردہ احادیث) حضرت عمر رضؓ کی مسانید سے صرف اٹھاس احادیث زائد ہوتی ہیں۔

اور حضرت مرتضیٰ رضؓ کے عہد میں کوئی مختلف فیہ مسئلہ منقح نہیں ہوا
اُن کے فتاویٰ قاطع نزاع نہیں ہے۔ بخلاف حضرت عمر رضؓ کے اسی
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے پاس بہ نسبت دوسروں کے
دوگنا چوگنا علم ہے اور جبکہ حضرت عمر رضؓ کی احادیث و فتاوی کا مقابلہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احادیث و فتاویٰ کے ساتھ کیا جائے تو
اس زیادت علم کا کوئی شخص منکر نہیں ہو سکتا

علم قرآن :- اور اسی بحث کا ایک اہم جزو علم قرآن ہے۔ سو
اس میں یہ بات یقینی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کو علم قرأت میں حضرت صدیق
اکبرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما سے باتفاق مورخین کوئی زیادتی حاصل نہ تھی
بلکہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ اس بارہ میں سب کا درجہ مساوی تھا،
اور عثمان غنی رضؓ کو اس میں سب پر کھلی ہوئی زیادتی حاصل تھی۔

امامت

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امامت نماز میں حضرت ابوبکر رضؓ کو حضرت علی رضؓ پر
مقدم کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی رضؓ حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ قاری نہ تھے
اور نہ زیادہ عالم و فقیہ۔

تقویٰ :- اور منجملہ ان امور کے جن پر فضیلت کا مدار ہے ایک تقویٰ اور اتباع
شریعت ہے اور بہ یقین معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے کسی وقت کوئی کلام آں
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہیں فرمایا جیسا کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ میں اور
غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے بارہ میں معلوم ہے کہ بعض اجلہ صحابہؓ نے رائے

کے درجہ میں اختلاف کیا۔ مگر حضرت صدیق کی رائے اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق ہی رہی، اور ان کا ارادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے کبھی خلاف نہیں ہوا۔ اور آپ کے ارشادات کی تعمیل میں ہرگز سستی نہیں کی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے حال سے معلوم ہے کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کے معاملہ میں اور نماز تہجد کی تقصیل میں مورد عتاب ہو چکے ہیں۔

نمبر ششم :۔ اور منجملہ ان احوال و اعمال کے جن کے ذریعہ افضل و اعلیٰ کا یقین ہو سکتا ہے ایک زہد ہے (یعنی دنیائے فانی سے اعراض) کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ زاہد حضرت علی مرتضیٰ رضؓ تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ زہد نام ہے دنیا کی لذتوں اور اولاد خدام اور اور بیبیوں اور حشم و خدم سے بے رغبت ہونے کا اور یہ یقین معلوم ہے۔ کہ

حضرت صدیق اکبر جب ایمان لائے تو بہت رکھتے تھے اور وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا جوئی میں خرچ کر دیا اور عاجز مسلمانوں کی ایک جماعت جو کفار کی غلامی میں مقید تھی ان کو خرید کر آزاد کر دیا یہانتک کہ ان کے مال میں سے ایک درہم باقی نہیں رہا اور اس جہان سے اس طرح گذرے کہ زمین جائداد اپنے لئے نہیں خریدی اور بیت المال سے بھی صرف اسی قدر لیتے تھے جس سے بہت معمولی گذارہ ہو سکے اور پھر جب مال غنیمت میں سے کچھ روپیہ ہاتھ آجاتا تو اس کے بدلہ بیت المال پر خرچ کر دیتے تھے۔

بخلاف حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے کہ زمین جائداد خریدی اور کھیت اور

بلاغ لگائے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حال بھی صدیق
اکبرؓ ہی کے قریب ہے جیسا کہ اس وقت تمام صحابہ نے اس کی گواہی
دی ہے لیکن جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو چار
بیبیاں چھوڑیں اور لونڈے نوکر چاکر اور غلام چھوڑے اور تقریباً اسی
آدمی اولاد بھی چھوڑے اور ان سب کے لئے اتنی زمین جائداد چھوڑ گئے کہ
ان کی وجہ سے سب مالدار تھے اور قصبہ ینبع جس کی پیداوار میں غلہ اور
زراعت کے علاوہ ایک ہزار وسق کھجور کی آمدنی تھی وہ بھی آپ کے
ترکہ میں تھا۔ بخلاف حضرت عمرؓ کے نیز حقیقی زہد یہ ہے کہ نہ خود
دنیا کی لذت اٹھائے اور نہ اپنے اقارب اور اولاد کو اس سے منتفع ہونے
دے۔ اور حال حضرت ابوبکرؓ کا یہی ہے کہ حضرت طلحہؓ ابن عبید اللہؓ
رضی اللہ عنہ جیسے عالم اور بزرگ ان کے بھتیجے تھے اور حضرت عبد الرحمٰن
بن ابی بکرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان کے صاحبزادے اور حضرت صدیقہ
عائشہؓ جیسی ان کی صاحبزادی تھیں لیکن ان میں سے کسی کو کسی صوبہ کا
حاکم نہیں بنایا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنے قبیلہ بنی عدی میں سے
کسی کو حاکم کسی صوبہ کا نہیں بنایا۔ نعمان بن عدی کو کچھ دنوں کے لئے
علاقہ میسان پر حاکم بنا دیا تھا تو بہت جلدی معزول کر دیا حالانکہ قبیلہ بنی
عدی میں حضرت سعیدؓ بن زید اور ابو جہم ابن حذیفہ اور خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ
عبد اللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی
اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ کو بصرہ کا حاکم بنایا اور عبید اللہ

بن عباس رض کو یمن کا اور حضرت عباس رض کے صاحبزادے قثم و معبد کو مکہ اور مدینہ کا اور اپنے بھانجے جعدابن ہبیرہ کو کوفہ پر اور محمد ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر پر والی مقرر فرمایا۔ اور حضرت امام حسن رض کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور اگرچہ یہ سب حضرات (فی الواقع) ان عہدوں کے لائق اور مستحق تھے (اور اس بنا پر کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معاذ اللہ حضرت علی رض نے محض رشتہ داری کی رعایت سے ان کو والی بنا دیا تھا۔ مگر درجہ تفاضل و تفاوت مراتب میں یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ) حضرت صدیق اکبر رض اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خویش و اقارب میں بھی ان عہدوں کے مستحقین موجود تھے جیسا کہ ہم شمار کر چکے ہیں (مگر ان دونوں نے ان لوگوں کو کوئی منصب نہیں دیا) اس سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا زہد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد صرف اپنی ذات پر تھا خویش و اقارب پر نہ تھا۔

صدقہ اور منجملہ ان اوصاف کے جو مدار فضیلت ہیں ایک صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ ہے اور یہ بات خود ظاہر ہے۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ رض کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارہ میں چنداں مشارکت نہیں۔ اگرچہ کچھ کہا جا سکتا ہے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں سبقت لے گئے ہیں لیکن حضرت ابوبکر و عمر رض ان پر بھی جہاد اور علم اور زہد میں افضلیت رکھتے ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت مرتضیٰ رض نے کبھی بت پرستی نہیں کی بخلاف دوسرے صحابہ کے (کہ قبل از اسلام ان سے اس کا

صادر ہوا ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ بوجہ کم عمری کے بت پرستی کی نوبت نہ آنا کوئی بڑی بزرگی اور فضیلت کی بات نہیں اور با جماع ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال ہوئی ہے اور ہجرت کے چالیسویں سال فوت ہوئے ہیں۔ اور ہجرت سے پہلے تیرہ سال کی عمر میں تھے اس سے معلوم ہوا کہ بعثت نبوی کے بعد ان کی عمر دس سال تھی اور اس عمر میں ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہے کہ بت پرستی میں کبھی مشغول نہ ہوئے تھے اور بچوں کا بھی قاعدہ ہے کہ جیسا اپنے بڑوں کو دیکھتے ہیں ویسا ہی عمل کرتے ہیں اور اگر مطلقاً بت پرستی نہ کرنا موجب افضلیت قرار دیا جاوے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو لازم آتا ہے کہ ہر بچہ جو اسلام میں پیدا ہو بہ نسبت حضرت حمزہ اور جعفر اور سلمان اور عمار رضی اللہ عنہم کے افضل ہو۔

سیاست :۔ اور منجملہ ان امور کے جن پر مدار فضیلت ہے ایک خلافت و سیاست بھی ہے اور حسن سیاست اور رعایا کی ذمہ داری بہت سے اعمال کا مجموعہ ہے۔

اور اس معاملہ میں بھی افضلیت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی ظاہر و باہر ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے مرتدین کا فتنہ پیدا ہوا۔ اور اس شدید ہنگامہ کے وقت کوئی شخص حضرت صدیق اکبرؓ سے زیادہ ثابت قدم ثابت نہ ہوا۔ اور انہیں کی حسن سیاست و خوش تدبیری سے یہ فتنہ بالکل دفع ہوگیا۔

پھر کسریٰ و قیصر کا مقابلہ ہوا اور اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا۔ یہاں تک کہ شام و عراق کی حدود دارالاسلام بن گئی۔ اور حاجت مند مسلمان مالدار ہو گئے اور جو مسلمان ذلیل سمجھے جاتے تھے وہ عزت والے ہو گئے اور ان کا آپس میں ذرا اختلاف نہیں ہوا۔ اور سب کے سب قرأۃ قرآن اور تفقہ فی الدین میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں یہ تمام امور تمام و کمال کو پہنچ گئے بخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ ان کے عہد خلافت میں کوئی بستی فتح نہیں ہوئی اور اہل اسلام کو بجز خانہ جنگی اور جدال و قتال کے کوئی کام نہیں رہا۔ قرأت قرآن اور عبادات ایک گونہ فراموش ہو گئے اور اکابر اسلام پر طعنہ بازی اور باہمی عیوب کے تجسس اور ایک دوسرے کی بدگوئی کے سوا کوئی کام نہ رہا۔

پس آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تمام اوصاف کمال علم قرأت، جہاد، زہد، تقویٰ، خشیت، صدقہ، عشق، اطاعت خدا و رسول، حسن سیاست، وغیرہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے کہ دوسروں کو ہرگز حاصل نہیں۔ اور حضرت شارع علیہ السلام نے انہیں امور کو مدار فضیلت و قرب قرار دیا ہے۔

اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ سرداری اور شرافت اور عالی نسب ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کا قرب اور اس قسم کے دوسرے امور ان فضائل متنازع فیہا کے ساتھ

کوئی مس نہیں رکھتے۔

مقدمہ یازدہم

حضرت عثمان رض غنی اور علی رض مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے متعلق علماء کو اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے اور اس بارہ میں کوئی قطعی فیصلہ ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کے فضائل ہم پلہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قراءت قرآن میں باجماع افضلیت حاصل ہے اور لوگوں کو انہیں کے نسخہ قرآن پر جمع کرنا باجماع ثابت ہے

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہ نسبت ان کے فتاویٰ اور اجتہاد اور روایات احادیث میں زیادتی حاصل ہے اسی طرح جہاد میں دست بدست طعن و ضرب میں حضرت علی رض کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اور حضرت عثمان رض کے معاملات جہاد میں لشکر اسلام کی اعانت اور بے دریغ مال خرچ کرنے کی فضیلت حاصل ہے نیز حضرت عثمان رض مسلمانوں کے قتل کرنے میں بہت سخت احتیاط فرماتے تھے اور اپنے قتل ہونے اور قید و حصار کی مشقت برداشت کرنے پر صبر عظیم رکھتے تھے۔ اور حضرت علی کو دشمنوں کے بارہ میں اپنی زبان روکنے اور کلمہ حق کے سوا ان کے بارہ میں کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالنے میں ایک عظیم الشان فضیلت حاصل ہے۔

خلاصہ

یہ کہ فضائل عملیہ دونوں کے ہم پلہ اور متعارض ہیں اور فضیلت نفس الامری
یعنی عند اللہ کسی کا خیر و افضل ہونا اس میں دونوں شریک ہیں۔ واللہ
اعلم بحقیقۃ الحال اور جبکہ یہ گیارہ مقدمات ختم ہوئے تو کتاب تحفہ اثنا
عشرہ کا خاتمہ بھی تمام ہوگیا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً

عزیز الاقتباس

فی فضائل

اخیار النّاس

فارسی متن

تالیف

شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی

فارسی سے ترجمہ

مرزا حسن علی لکھنوی ؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
قال الشیخ الامام العلامہ افضل المتاخرین سند الوقت الشیخ عبد العزیز العمری
المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ

فضائل خلفائے اربعہ

اَبُوْبَکْرٍؓ وَعُمَرُؓ سَیِّدَا کُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ
اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ ہ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ۔ ابوبکر و عمر
سردار میانہ سالاں اہل جنت اند از پیشینیاں و پسینیاں مگر پیغمبراں و رسولاں و
بروایت مسند احمد کہول الجنۃ و شابہا وارد شدہ یعنی سردار میانہ سالاں و
جواناں اہل بہشت اند ہ

فائدہ :- ایں حدیث دلالت می کند بر افضلیت ابوبکرؓ و عمرؓ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر جمیع امت بعد پیغمبر خدا صلعم و ہمیں مطابق قرآن و احادیث
کثیرہ و اقوال صحابہ و تابعین است و براں اجماع اہل سنت و جماعت است
و کسیکہ خلاف آں گفتہ است از درجہ اعتبار ساقط زیرا کہ مخالف نصوص

قطعیہ واجماع است۔ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى۔ عثمان رض ابن عفان دوست من است در دنیا و آخرت
يَا عَلِيُّ أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ اے علی تو برادر من هستی در دنیا و آخرت۔ أَبُو بَكْرٍ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَأَبُو بَكْرٍ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رواه الفردوس الدیلمی۔ ابوبکر رض از من است و من از ابوبکر رض و ابوبکر رض برادر من است در دنیا و آخرت و ایں کنایست از قرب و منزلت و کمال اتحاد و بے تکلفی در معاملات و انبساط در مقدمات
إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ رواه الترمذی واحمد۔ ہر آئینہ خدائے تعالیٰ گردانید حق را بر زبان عمر رض و دل او و بطبق ال لیست و شش احکام شرعیہ منجملہ آں چند آیات فدا وحجاب گرفتن مقام ابراہیم مصلے وغیرہ ذلک مطابق قول حضرت عمر رض نزول یافتہ و ایں امر در کتب احادیث واضح البیان است

عُثْمَانُ أَحْيَى أُمَّتِي وَأَكْرَمُهَا۔ رَوَاهُ أَبُو نُعَيْمٍ ــ عثمان حیا سند ترین امت منست و جوانمرد و سخی ترین است۔

يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي رَوَاهُ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ اے علی رض تو از من منزلت ہارون با موسیٰ ع داری یعنے در حصول درجہ اخوت و قرب منزلت و کمال اتحاد و رفع تکلفات و ظہور اختلاط مگر آنکہ نیست پیغمبرے بعد از من و ایں حدیث در میان علو منزلت حضرت امیر ظاہر است۔

اَبُوْبَکْرٍ صَاحِبِیْ وَمُوْنِسِیْ فِی الْغَارِ سُدُّوْا کُلَّ خَوْخَۃٍ اِلَّا اَبِیْ بَکْرٍ

رَوَاہُ عبد اللہ بن احمد :- ابوبکرؓ یار من است وایں لقب را خدائے تعالٰے

در کلام مجید لبی ارزانی فرمودہ است ومونس منست در غار، بند کنید ہر دریچہ

را النبیؐ آنکہ در مسجد بود مگر دریچہ ابوبکرؓ وایں اشارتیست بسوی خلافت۔

اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ۔ رَوَاہُ

الترمذی۔ ہر آئینہ می بینم بسوئے شیاطین انسان وجن کہ بگریختند۔ از عمرؓ و

ایں باآں سبب بود کہ عمر رضی اللہ عنہ صورت جلالیہ رسول کریم بودند چنانکہ صدیق

اکبر وعثمانؓ صورت جمالیہ آں حضرت وحضرت علی اللہ عنہ نیز ہمرنگ عمرؓ بود۔

اِنَّ اَشَدَّ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا حَیَاءً عُثْمَانُ رَوَاہُ اَبُوْنُعَیْم

بدرستیکہ زیادہ تر ایں امت بعد پیغمبر خود در وفور وکثرت حیا عثمانؓ است

اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ رَوَاہُ الترمذی ۔ منم دار الحکمت

وعلی دروازہ آنست۔

اَنْتَ عَتِیْقُ اللہِ مِنَ النَّارِ قَالَہٗ لِاَبِیْ بَکْرٍ۔ رواہ الترمذی۔ تو

آزاد کردہ خدائے ہستی از آتش دوزخ گفت ایں کلام را برائے حضرت ابی بکرؓ

صدیق رضی اللہ عنہ

اَلْحَقُّ بَعْدِیْ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَیْثُ کَانَ ۔ رواہ الحکیم الترمذی

حق بعد من با عمرؓ بن الخطاب است ہر جائیکہ باشد

مَا زَوَّجْتُ عُثْمَانَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ اِلَّا بِوَحْیٍ مِنَ السَّمَاءِ ۔ رواہ الطبرانی)

تزویج نکردہ ام امّ کلثوم را بعثمان مگر بہ سبب وحی از آسمان

إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ - رَوَاهُ الطَّبرانی

ہر آئینہ خدائے امر کرد مرا کہ تزویج کردہ دہم فاطمہ رضی بعلی کرم اللہ وجہہ۔

أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهِ وَصُحْبَتِهِ أَبُوبَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا

لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيلًا وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ رواه مُسْلِمٌ۔ احسان کنندہ

ترین مرداں بر من در مال خود و صحبت خود ابوبکر رضی است و اگر ازے کہ میگرفتے

دوست کہ جانی کہ حکم یک روح و دو قالب وارد و مرجع کار ہر امر باشد و

در روائتے صحیحین بزیادت غیر ربی است یعنے سوائے پروردگار من ہر آئینہ

می گرفتے ابابکر رضی را خلیل ولکن اخوت اسلام افضل است و چوں ایں مرتبہ

بخدائے تعالیٰ مخصوص است لہذا بہ نسبت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ متوقف

گردید و در بعضے روایات حدیث آمدہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ را قبل از

وفات شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ خلت بہ آں جناب رسالت

حاصل گردیدہ و مراد ازاں مرتبہ است کہ در مرتبہ قرب منزلت و اتحاد در حق بشر

انتہا درار دو ایں معنے از معاملہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصدیق اکبر

غایت وضوح دارد من شاء فلیرجع الی الکتب الاحادیث والسیر۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَاهٰى بِمَلٰئِكَتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَبَاهٰى بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

خَاصَّةً وَمَا فِي السَّمَاءِ مَلَكٌ إِلَّا وَهُوَ يُوَقِّرُ عُمَرَ وَمَا فِي الْأَرْضِ

شَيْطَانٌ إِلَّا وَهُوَ يَفِرُّ مِنْ عُمَرَ - رواہ ابن عساکر۔ ہر آئینہ خدائے تعالیٰ

فخر می کند بہ فرشتگاں خود روز عرفہ عموماً و بعمر بن الخطاب خصوصاً و ایں مباہات

برائے حضور حاجیاں در عرفہ است و نیست در آسمان فرشتہ مگر آنکہ توقیر

می کند عمر را نیست در زمین شیطانے مگر می گریزد از عمرؓ

لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَرَفِيقِي فِيهَا عُثْمَانُ - رَوَاهُ الترمذی

ہر پیغمبر را رفیق است در بہشت و رفیق من در آں یعنی بہشت عثمانؓ است

مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ رواہ احمد والترمذی کسیکہ

باشم محب و مددگار او پس علی رضؓ محبؓ و مددگار اوست

إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَكْرَهُ فَوْقَ سَمَائِهِ أَنْ يُخَطَّأَ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ

فِي الْأَرْضِ - رواہ الحارث والطبرانی — وابن شاہین فی سنتہ ہر آئینہ

خدائے تعالیٰ مکروہ میدارد بالائے آسمان زیراکہ منسوب بخطا شود ابوبکرؓ در

زمین -

لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ

عُمَرَ رواہ الحاکم — ہر گاہ اسلام آورد عمرؓ آمد بمن جبریل پس

گفت کہ ہر آئینہ خوش گردیدند اہل آسمان باسلام عمرؓ

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ

الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ) ہر آئینہ در آیند بشفاعت

عثمان ہفتاد ہزار — بہ تحقیق مستوجب دوزخ بودند در بہشت بے حساب

یعنے بدون محاسبہ اعمال برایشاں و ایں ہمہ باظہار علو منقبت صاحب

شفاعت است -

إِنَّ اللهَ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهِ وَإِنَّ اللهَ جَعَلَ ذُرِّيَّتِي

فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ بدرستیکہ خدائے تعالے گردانید اولاد

ہر پیغمبر را در پشت او بدرستیکہ ساخت اولاد مرا در پشت علی بن ابی طالب و سرش آن ست کہ علی بن ابی طالب گویا صورت مثالیہ آنحضرت بودہ دیا علینک مطالعہ او و نسبتش با آنحضرت نسبت فرع باصل دیا ظل با صاحب ظل است و دریں جا سر یعنے انفسنا انفسکم راست اید۔

اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ فَاِنَّهُمَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مَنْ تَمَسَّكَ بِهِمَا فَقَدْ تَمَسَّكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ رواہ الطَّبَرَانِی

اقتدا کنید و پیروی نمائید باں دو کس کہ بعد از من اند از ابوبکرؓ و عمرؓ پس بتحقیق ایں ہر دو کسان رسن خدائے تعالےٰ اند دراز شدہ و کسیکہ تمسک کرد بایشاں پس بتحقیق تمسک کرد بحلقہ مضبوط کہ ان را انقطاع و گسستگی نیست و حبل اللہ کنایہ است از دین خدائے تعالےٰ باشارہ قرآن مجید، واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ یعنے چنگل زنید برسن خدائے تعالےٰ ہمہ شما و عروۃ الوثقیٰ نیست ازیں وباں نیز اشارتیست در قرآن شریف "فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ"، یعنے بتحقیق چنگل زد بحلقہ مضبوط یعنے دین اسلام۔

اِنَّ عُثْمَانَ لَاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ اِلَى اللّٰهِ بِاَهْلِهٖ بَعْدَ لُوْطٍ۔ رواہ الطَّبَرَانِیُّ۔ بدرستیکہ عثمان رضؓ ہر آئینہ اوّل کسی است کہ ہجرت کرد ہمراہ زوجہ خود یعنے رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسوئے خدائے تعالیٰ بعد از پیغمبر لوط علیہ السلام۔

لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُكَ مُنَافِقٌ قَالَهٗ لِعَلِيٍّ رواہ الترمذی

دوست ندارد ترا۔ مگر مومن و دشمن ندارد ترا۔ منافق ایں کلام را در حق

حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ یعنی دوستی با علی رض علامت ایمانست و دشمنی با علی رض علامت نفاق۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِیْ اَھْلَ الْبَقِیْعِ فَیُحْشَرُوْنَ مَعِیْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَھْلَ مَکَّۃَ حَتّٰی اُحْشَرَ بَیْنَ الْحَرَمَیْنِ رواہ الترمذی۔ منم اول کسیکہ شق گردد زمین بوقت برآمدن آنکس در ہنگام قیامت پستر ابوبکرؓ پستر عمر رض پس بیایم بسوئے اہل بقیع کہ مقبرہ ایست۔ در مدینہ قریب بروضہ مطہرہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یک جا باشند با من باز منتظر شوم اہل مکہ را تا جمع آیم ما بین حرمین و وجہ تخصیص محشور گردیدن حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما با آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم طینتے ایشاں باآں حضرت صلعم واشعار فضیلت ایشاں باجناب رسالت است در وجوہ فضل و بہ ایں معنی از قیود را ایشاں ظاہر است وچہ خوش گفت است حکیم خاقانی در توصیف روضہ مطہرہ آنحضرت ع۔

یعنی حرم محمدی را	چو لانگہ سر سرمدی را
پیشش دو خلیفہ رخ نہفتہ	جوزا بکنار شمس خفتہ
ہر سہ شدہ یک نہاد و یک راہ	چوں یک الف و دو لام اللہ
آہوئے زمین و کعبہ نافہ	مشکش پسر ابو قحافہ

اِلَی عُثْمَانَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِیْنَارٍ فِیْ کُمِّہٖ حِیْنَ جَهَّزَ لَہٗ جَیْشَ الْعُسْرَۃِ فَیَنْثُرُهَا فِیْ حِجْرِہٖ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُقَلِّبُهَا فِیْ حِجْرِہٖ وَیَقُوْلُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ مَرَّتَیْنِ رَوَاہُ اَحْمَدُ ۔ آورد عثمانؓ بسوئے آنحضرت صلعم ہزار دینار کہ صرہ آن در آستین خویش نگاہ داشتہ ہنگامے کہ سامان جیش عسرت کہ از شہر مکہ بر تبوک سفر کردہ بودند وآں شہریست شانزدہ منزل از مدینہ در حدود شام برائے قتال انصاری عرب وشام پس پراگندہ ساخت آں دینار ہا را در کنار آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس دیدم پیغمبر خدا را کہ زیر وبالا می کرد آں دینار را در کنار خویش برائے نقد ساختن ومی گفت ضرر نکند عثمانؓ را چیزیکہ بعمل آرد بعد ایں وقت وایں کلام دو بار فرمودہ ایں خمدہ بشارتست در قبولیت نفقات حضرت عثمانؓ کہ در وجوہ قربات پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نمود وہمچنیں قبولیت اعمال نیز بنحیکہ غبار ضرر اعمال بر دامن ملازمان خدمت ایشاں نہ نشیند واز نسیم الطاف ازلی حق خاشاک ضرر از ساخت بانزاہت ایشان برافشاند کہ ایں اشارتیست بسوئے دفع طعن مخالفاں کہ بظہور موشک دوانی مصداق وقت کہ بسبب بے اخلاصی جناب ایشاں بود نسبت بیباکی باسئے بآں جناب می نمودند وآں را باعث طعن وتشنیع دربارہ جناب ایشاں روا میداشتند پس ظہور ایں کلمہ جامعہ یعنی "ماضر عثمان لاعمل بعد الیوم" مبنی برآنست کہ ہر چند جناب معلے از صدور آں چیزہا منزہ ومقدس است اما نظر بر علو منزلت وسمو منقبت ایشاں اگر برفرض وتسلیم آں چیزہا منسوب ملازمان خدمت

ایشان باشد از ضرر رسانی دور باشد چنانکہ ایں معنی درباره اہل بیت عموماً در آیت تطہیر مقصود است و درباره جناب امیر خصوصاً در حدیث مد اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار۔ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَدَیْہِ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا - رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ فرستاد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لشکرے را یعنی بجانب یمن و در آں لشکر علی رضؓ بودند یعنی لسر کردگی آں جیش پس برداشت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر دو دست خود را مے گفت بار خدایا نمیراں مرا تا آنکہ بہ بینم علی رضؓ را و ایں بہ لسبب قرب زمان مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود تا نباشد کہ قبل از رسیدن علی رضؓ سفر عالم آخرت پیش آید۔ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ ابوبکر رضؓ در بہشت است و عمر رضؓ در بہشت و عثمان رضؓ در بہشت و علی رضؓ در بہشت حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الْاِیْمَانِ وَبُغْضُھُمَا کُفْرٌ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ مَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ وَاَنَا اَحْفَظُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (رواہ ابن عباسؓ) دوستی ابوبکر رضؓ و عمر از ایمان است و دشمنی ایشان کفر است و کسیکہ دشنام دہد و سقط گوید یاراں مرا پس بر و لعنت خدا است کسیکہ یاد دارد مرا در میان ایشان یعنی در میان ایشان ملاحظہ من کند و حق صحبت و خدمت ایشاں کہ بر من است ملحوظ خاطر لنصب العین ساختہ بہ تعظیم و توقیر با ایشاں پیش آید و از ارتکاب طعن و تشنیع و اصناف سب و شتم دور باشد پس ہر آئینہ من محافظت او کنم بروز قیامت یعنی شفاعت جرائم و معاصی او کہ دراں وقت محتاج شدید بعفو و مغفرت گناہاں باشد حفاظت او نمایم ۔ اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّھُمْ

فِی دِیْنِ اللّٰہِ عُمَرُ رض وَاَصْدَقُہُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ رض وَاَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ رَوَاہُ

اَبُوْیَعْلیٰ مہربان ترین است من بامت من ابوبکر رض است وسخت ترین ایشان یعنے

است در دین خدا عمر است وراستریں ایشان در حیا عثمان است وقاضی ترین

ایشاں علی رض است فائدہ قضا عبارت است از فصل خصومات باحقاق

حق وابطالِ باطل در متخاصمین یعنی مدعی ومدعا علیہ۔

لِکُلِّ نَبِیٍّ وَزِیْرَانِ وَوَزِیْرَایَ وَصَاحِبَایَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ رض رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِرٍ

ہر پیغمبر را دو وزیر است و دو وزیرمن و دو یار من ابوبکر رض وعمر رض است۔

عُثْمَانُ حَیِیٌّ تَسْتَحْیِیْ مِنْہُ الْمَلَائِکَۃُ۔ رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِرٍ — عثمان حیا مشمہ

است حیا میکنند ازوے فرشتگان مَا انْتَجَیْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ انْتَجَاہُ فَاِنَّمَا

یعنی رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ سرگوشی باوے نہ کردم ولکن خدائے تعالیٰ باوے

سرگوشی کرد گفت ایں کلام را درحق علی فائدہ۔ وآں وقتے بود کہ تکبیر

نماز عشا شد وحضرت امیر رض باحضرت سرگوشی مے نمود تا آنکہ بسیارے از شب

بگذشت درآں حال بعضے منافقاں بآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطریق طعن

گفتند وَلَقَدْ طَالَ نَجْوَاکَ مَعَ ابْنِ عَمِّکَ یعنی دراز شد سرگوشی تو با ابن

عم خود پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایں کلام ارشاد فرمود ومقصود از

ایں کلام آنست کہ سرگوشی بمن بمنزلہ سرگوشی خدا است کہ مطابق خوشنودی

در رضا مندی خدا تعالےٰ است وایں کلام مانند قول خدائے تعالیٰ است

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی رَحِمَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ زَوَّجَنِیْ ابْنَتَہٗ

وَحَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْہِجْرَۃِ وَصَحِبَنِیْ فِی الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِہٖ

وَمَا نَفَعَنِیْ مَالٌ فِی الْاِسْلَامِ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ
بہ بخشد خدائے تعالیٰ ابوبکرؓ را کہ نکاح کردہ بمن داد دختر خود را یعنی عائشہؓ
برداشت مرا بسوئے دار ہجرت یعنی مدینہ وصحبت کرد مرا در غار و آزاد
کرد بلال را از مال خود نفع نداد مرا مالے در اسلام چندانکہ نفع داد مرا
مال ابی بکرؓ فائدہ۔ برداشتن حضرت صدیق اکبرؓ آں حضرت صلعم
را... بسوئے ہجرت از مکہ بمدینہ امریست شہور و واضح و دران ہنگام
دو شتر را با سامان سفر بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشکش آورد..
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمودہ متوجہ مدینہ باتفاق و معیت
صدیق اکبرؓ پسرش عبداللہؓ و غلامش عامر ابن فہیرہؓ گشت بعد از آں
کہ سہ شبانہ روز در غار ثور مختفی گشتہ بود و ہمیں قصہ در قرآن مجید
در آیۃ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ
اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ
سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ الخ اشارہ قوی موجود است و بیان نصرت و حمایت او دربارہ جناب
رسالت ہم دریں آیۃ واضح است و انفاقات صدیق اکبرؓ در وجوہ قربات مانند
جہاد وغیرہ و کار پردازی جہاد کہ بالوف کثیرہ رسیدند در کتب حدیث و سیر مسطور
است رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَمَا
لَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ تَسْتَحْیِیْہِ الْمَلَائِکَۃُ وَجَھَّزَ جَیْشَ
الْعُسْرَۃِ وَزَادَ فِیْ مَسْجِدِنَا حَتّٰی وَسِعَنَا رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا اَللّٰھُمَّ اَدِرِ
الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ بہ بخشد خدائے تعالیٰ عمرؓ را

میگوید حق را اگرچہ آں حق تلخ باشد گردانیدہ اور حق گوئی بایں کہ او را یاری نیست یعنی حق گوئی او بایں حق رسیدہ است کہ ہرچہ میگوید حق میگوید و چوں بر خلاف نفس و طبیعت مرداں می باشد از گفتن آں مکدر باشد پس رسم و راہ صداقت را در حال حق گوئی با او لحاظ نکنند و رنجش خاطر از وبہم میر سانند ہمیں حال حق گوئی و حق گویانست کہ ہمہ کس بمقابلہ حق گوئی در معاملات و رنج می افتند و ایں اشارتیست بآں کہ عمر چوں شیوۂ حق گوئی دارد بسیار چیز ہائے کہ بحضور آنحضرت صلعم و مابعد از آنحضرت در معاملات دین و دنیا از راہ مصلحت عرض کند مرداں باو تکدر خاطر و رنج طبع ناحق بہم رسانند و بطعن و تشنیع با ضمار غرض نفسانی زباں دراز نمایند و تعریفات بیہودہ بمیاں آرند پس ایں ہمہ خلاف حق و باطل خواہد بود۔ سخن آں باشد کہ او گفتہ شد و لہذا آنحضرت فرمودہ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِہٖ وَالْحَقُّ بَعْدِیْ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَیْثُ کَانَ الْحَدِیْثُ بخشد خدائے تعالیٰ عثمان را کہ حیا می کند و شرم می دارند انداز فرشتگان و ساماں کرد جیش عسرت را یعنی تبوک و کشادہ ساخت مسجد مارا تا آں کہ گنجائش کرد بما بخشید خدائے تعالیٰ علی را بار خدایا بگرداں حق را با او ہر جائیکہ بگردد۔

فائدہ:۔ جیش العسرۃ جنگ تبوک را گویند بسبب کمال تنگی سال صحابہؓ دراں و قلت دستیابی اسباب سفر و لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کار پرداز آں باعانت بغایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بعمل آورد و توسیع مسجد

چناں بود کہ یک قطعہ کہ قریب مسجد بود کہ از بعضے انصاریاں خریدہ شامل مسجد ساخت
و بداں بشارت دخول جنت از مصدر یافت چنانکہ در صحیحین مذکور است آمد ایح
لَا يَجْتَمِعُ مَحَبَّتُهُمْ فِي قَلْبِ مُنَافِقٍ وَلَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَ
عُثْمَانُ وَعَلِيٌّ - رواہ ابن عساکر - چہار کس اند کہ مجتمع نگردد و یک جا نماند کہ دوستی
ایشاں در دل منافق و دوست ندارد ایشاں را مگر مومن، ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ
فائدہ :- ازیں حدیث مستفاد گشت کہ دوستی چہار یار از ایمان است
و ترک محبت ایشاں علامت صریح نفاق -
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِرَاءَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ
وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ رَوَاهُ
مسلم - بود آنحضرت صلعم بر کوہ حراء ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ پس
در جنبش آمد سنگے از سنگہائے حراء و بزلزلہ افتاد پس فرمود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کہ ساکن باش پس نیست بر تو مگر پیغمبر و صدیق شہید -

فائدہ

ایں حدیث منصب صدیقیت حضرت صدیق اکبرؓ را ثابت گشت
و مرتبہ شہادت ایں پنج تن کہ عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ
اند قصہ شہادت ایشاں مشہور و معروف است در کتب احادیث و سیر
از آنجملہ شہادت طلحہؓ و زبیرؓ در جنگ جمل بوقوع آمد شہادت طلحہؓ از دست
مرداں شقی کہ در اول مصاف تیرے زہر آلود بر زانوے مبارک ایشاں

زد ہمدان وقت جناب ایشان را بر داشتہ در خرابہ بصرہ بردند در ہماں حال شخصے از ہمراہیاں حضرت امیر بحضور ایشاں رفت آنجناب بتجدید بیعت حضرت امیر بر دست آں لشکرے بجا آوردند بعد ازاں شربت شہادت چشیدند و چوں ایں واقعہ بحضور معلےٰ جناب امیر رسانیدند بشکر و سپاس الٰہی مشغول گشتہ فرمودند کہ الحمد للہ الذی اخرجہ من الدنیا وبیعتی فی عنقہ۔ یعنی حمد و سپاس خدا کراست کہ بیرون آورد او را خدا تعالےٰ از دنیا بایں حال کہ بیعت من در گردن اوست و ایں اشارتیست با ایجاب و قبول بیعت از جانبین واما زبیرؓ پس در ہنگام مصاف با حضرت امیر عقد صلح و موافقت بستہ صفائی کلی از طرفین حاصل نمودہ در حال از لشکر جدا شدہ بجانب خیبر میرفت چوں بوادی القری رسید جہت ادائے نماز عصر فرود آمدہ مشغول بہ نماز گردید دریں حال شخصے در حال سجدہ سر مبارک ایشاں بخنجر آبدار بریدہ نزد بصرہ بازگشت و بہ خیمہ گاہ حضرت امیرؓ آمدہ بوساطت شخصے ایں واقعہ را بجناب امیر رسانید جناب ایشاں بعد از دریافت ایں حال بسیار غضبناک گشتہ گفت بشر قاتل ابن صفیہؓ بالنار۔ یعنی مژدہ دہ کشندۂ پسر صفیہ را آتش دوزخ پسر صفیہ زبیرؓ ابن عوام است و صفیہؓ دختر جناب عبد المطلب۔ و چوں ایں کلام امیر بآں شخص رسید ہماں خنجر را بہ شکم خود زدہ بدار البوار رفت پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ فرمود صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَاتِلُ ابْنِ صَفِیَّۃَ بِالنَّارِ فرمود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت کہ کشندہ

ابن صفیہؓ در آتش دوزخ۔

فضائل

اہل بیت رضی اللہ عنہم

(حسنین رضی اللہ عنہما) اَتَانِیْ مَلَکٌ فَسَلَّمَ عَلَیَّ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ لَمْ یَنْزِلْ قَبْلَهَا فَبَشَّرَنِیْ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ ابْنُ عَسَاکِرٍ — آمد مرا فرشتہ پس سلام وداد برمن فرود آمد از آسمان کہ فرود نیامدہ بود پیش ازیں بازپس مژدہ داد اومرا بآں کہ حسن وحسین سردار نوجوانان بہشت اند وبہ تحقیق فاطمہؓ سردار زنان بہشت است اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا رواہ الترمذی — ہر آئینہ حسن وحسین ایشاں دوگل باغ من اند از دنیا یعنی در دنیا گل مراد وثمر فؤاد من اند۔ (پنج تن) خَرَجَ النَّبِیُّ صلی اللہ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَیْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَیْنُ فَاَدْخَلَ مَعَهٗ ثُمَّ جَآءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا یُرِیْدُ

اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ رواہ مسلم۔ بیروں آمد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خانہ بوقت صبح و بر ایشاں گلیمی بود از صوف یعنی گلیم بر داشتہ و آں نقش دار مانند شکل کجاوہ شتر بر آں کشیدہ بود پس آمد حسن ابن علی پس داخل کرد او را در آں گلیم پس آمد حسین پس داخل کرد با د۔ پس ترآمد فاطمہ پس داخل کرد او را در آں۔ پس در آمد علی پس داخل کرد او را در آں پس ایں آیت مذکور خواند، ترجمہ آیت ایں است جز ایں نیست کہ می خواہد خدائے تعالےٰ ببرد از شما پلیدی را اے اہل بیت پیغمبر و پاک گرداند شما را پاکی تمام۔

فائدہ:۔ نزول ایں آیت اول برائے ازواج طاہرات است چنانچہ تمام مضامین آیات بر آں دلالت دارد وثانیاً بطریق اولویت در حق ایں نفوس اربعہ طاہرہ فرود آمد۔

لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ الْاٰیَۃ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیًّا وَفَاطِمَۃَ وَحَسَنًا وَحُسَیْنًا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ رواہ مسلم

ہرگاہ کہ نازل گشت ایں آیت کہ مضمونش ایں است کہ بخوانیم فرزندانِ خود را و فرزندانِ شما را۔ و زنانِ خود را و زنانِ شما را و ذات ہائے خود را و ذات ہائے شما را طلبید پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی و فاطمہ و حسن و حسینؓ را پس فرمودہ بار خدا ایشاں اہل بیت من اند۔

کتاب اللہ اور اہل بیت

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ

اِتَّخِذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِکُوْا بِہٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَرَغَّبَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔ رَوَاہُ مسلم۔ ہر آئینہ می گذارم درمیان شما دو بزرگ قدر دگرانبار یعنی عالی مرتبہ را اول آں ہر دو کتاب خداست درآں ہدایت و نور است پس بگیرید کتاب خدا را و چنگل زنید بآں پس کمال تحریص فرمود بر عمل کتاب اللہ و اتباع آں پیشتر فرمود اہل بیت من یاد میدہانم شما خدائے تعالیٰ را در اہل بیت خود یعنی در رسفدرد تعظیم و توقیر و محبت ایشاں۔

فائدہ:۔ ازیں حدیث مستفاد شد اہتمام و محافظت دو چیز یکے پیروی و متابعت قرآن شریف کہ حکم و فرمان خداست مشتمل بر احکام دین و تفصیل جمیع امور دیگرے رعایت تعظیم و توقیر اہل بیت پیغمبر صلعم و وجوب محبت ایشاں و ایں حکم ہمہ اشخاص اہل بیت را شامل است و آں بر شش قسم اند ازواج و اولاد و اخوان و اعمام و عمات و کسانیکہ علاقہ مصاہرت دارند یعنی خویش کہ بعلاقۂ زن باشد مانند خسر و داماد۔

کاملات کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ وَخَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَفَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ بکمال رسیدند مرداں بسیار و بکمال نہ رسیدند زناں مگر مریم دختر عمران و آسیہ زن فرعون و خدیجہ دختر خویلد و فاطمہ دختر محمد صلعم و فضیلت عائشہ رض بر زناں مانند فضیلت ثرید یعنی در تہ ناں شوربا د گوشت

انداختہ بر جمیع طعام دایں اشارہ نبوی فضیلت حضرت عائشہ صدیقہ بر ہمہ زنان است
پس خلاصہ کلام آنکہ در زنان عالم پنج تن از زنان کمال ذاتی وصفاتی و فضیلت
دینی و دنیوی یافتند مریم آسیہ و خدیجہ و فاطمہ و عائشہ و ہر یکے در وجوہ فضل
یکہ تاز میدان است اما ام المؤمنین عائشہ صدیقہ پس فضیلت عمدہ دارند و
لہذا در ہماں حال ایشاں لفظ فضل کہ ابلغ از لفظ کمال است از مشکوٰۃ نبوت
تابش یافتہ و ظاہر و باہر است کہ فضیلت ذاتی وصفاتی عائشہ در ابواب
علم و سخاو زہد و تقویٰ و نفع رسانی است عموماً و خصوصاً در رتبہ علیا و
غایت قصویٰ داما سیدۃ النساء پس طہارت ذاتی و نزاہت صفائی دارند
و فضیلت ایشاں در ابواب زہد و تقویٰ و مشابہت اخلاق وافعال جناب
نبوت در مرتبہ رفیع و منصب منیع بس نمایاں است۔

حضرت فاطمہ اور حسنین

اُحَبُّ اَھْلِیْ اِلَیَّ فَاطِمَۃُ۔ رواہ الترمذی۔ محبوب ترین اہل من
بسوئے من فاطمہؓ است۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ
فِتْنَۃٌ۔ نَظَرْتُ اِلٰی ھٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ یَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی
قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُھُمَا۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ وابو
داود والنسائی ــــ راست فرمود خدا و رسول او و مضمون آیت ایں است
بجز ایں نیست کہ اموال و اولاد شما بسبب آزمائش است نگاہ کردم سوی
ایں دو طفل یعنی حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کہ می رفتند و می لغزیدند وافتادن
ایشاں قطع نہ کردم سخن خود و بر داشتم آں را یعنی در آں حال کہ خطبہ می خواندند
دلوقت لغزیدن وافتادن ایشاں خطبہ را گذاشتہ ہر دو را بکنار خود گرفتند

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ شَنَفَا الْعَرْشِ وَلَیْسَا بِمُعَلَّقَیْنِ ــــ رواہ الطبرانی

حسن رض وحسین رض ہر دو گوشوارہ عرش یعنی آرائش وزینت عرش اند ومعلق بر عرش نیستند

فائدہ :۔ مراد از شنف گوشوارہ حسی نیست کہ از قسم زیورین ومعلق بر عرش بلکہ گوشوارہ معنوی چنانچہ اسد اللہ در حدیث در حق حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارد یافتہ ۔ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ ۔ رواہ احمد ابن ماجہ

کسیکہ دوست دارد حسن رض وحسین رض را پس بہ تحقیق دوست داشت مرا کسیکہ دشمن داشت ایشاں را پس بہ تحقیق دشمن داشت مرا ۔ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ ــ رواہ الترمذی والبزار ۔ صفت اہل بیت من صفت کشتی نوح است کسیکہ سوار شد برآں نجات یافت از بلاک پس ماند ازاں سوار نہ شد برآں غرق شد یعنی کسیکہ محبت داشت باایشاں ومعیت وموافقت باایشاں نمود در حمایت ونصرت حق است

اہل بیت کشتی کی مثل

شانِ ازواج

سَاَلْتُ رَبِّیْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ وَلَا یَتَزَوَّجُ اِلَیَّ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِیْ اِلَّا كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ فَاَعْطَانِیْ ذٰلِكَ ۔ رواہ الطبرانی والحاکم ــــ درخواست کردم از پروردگار خود کہ بزرگ وبابرکت است باینکہ نکاح نکنم یکسے از امت خود ونکاح نکند بامن ہیچ کس از امت من مگر باشد آں کس بامن در جنت پس داد خدائے تعالیٰ مرا ایں عہد ۔

فائدہ ۔ یعنی کسیکہ علاقہ زوجیت باجناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

دارد در بشارت دخولِ جنت داخل است خواستگاری نکاح اول از جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد یا از جناب دیگراں۔

اثْبَتُكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ اَشَدُّكُمْ حُبًّا لِاَهْلِ بَيْتِيْ وَاَصْحَابِيْ۔ رَوَاهُ عَدِيٌّ وَالْفِرْدَوْسُ۔ ثابت قدم تر میان شما بر پلصراط سخت تر میان شما در اہل بیت مراد و یاران۔

فائدہ:- ازیں حدیث واضح شد کہ محبت آل واصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ندارد بر بالائی پل صراط قدم او لغزش کند و منشائے آں خلل درایمان او ترک حب آل واصحاب باشد۔

هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ ایں دو شخص یعنی حسنؓ و حسینؓ دو پسران من اند و دو پسران دختر من اند بار خدایا ہر آئینہ دوست می دارم ایشاں را پس دوست دار ایشاں را و دوست دار کسی را کہ دوست دارد ایشان را۔ اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ دوست دارید خدا را بہ سبب پرورش کردن و غذا دادن او تعالیٰ شمارا بہ نعمت ہائے خود و دوست دارید مرا بسبب دوستی خدائے تعالیٰ و دوست دارید اہل بیت مرا بسبب دوستی من۔

فائدہ! یعنی بہ سبب نعمت ہائے منعم حقیقی دوستی یا او دادہ و بہ سبب دوستی آں منعم حقیقی دوستی با پیغمبر او دارید و بسبب

دوستی بپیغمبر او دوستی با اہل بیت او دارید۔ اللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَلٰی حُبِّہِمْ وَاَمِتْنَا عَلٰی حُبِّہِمْ وَاحْشُرْنَا مَعَہُمْ تَحْتَ لِوَائِہِمْ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَتْبَاعِہِمْ اٰمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

عزیز الاقتباس

فی فضائل

اخیار الناس

ترجمہ و حواشی :- مولانا نظام الدین کیرانوی رح
تہذیب و نظر ثانی :- مولوی حکیم عبد الغفور مرحوم رح

دیباچہ مترجم

بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر سراپا تقصیر نظام الدین کیرانوی کہتا ہے کہ یہ ہیچ مداں اس قابل کہاں کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ابن حضرت حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے کامل کی تقریر کو زبانِ اردو میں ادا کرنے مگر مجھے مجمع اخلاق و کرم مولوی شاہ ظہیر الدین سید احمد نبیسہ شاہ رفیع الدین دہلوی بن حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی جو ان حضرات کی کتابوں کی اشاعت اور ان حضرات کا فیض عام کرنے میں سرگرم و مصروف رہتے ہیں ارشاد فرمایا کہ عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رح کی چھوٹی سی کتاب ہے کتاب کیا گوہر نایاب ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو خلفائے اربعہ کے فضائل میں مروی ہیں آپ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی نے فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے گویا نورٌ علیٰ نورٌ بنا دیا ہے

۱؎ ظہیر الدین سید احمد نبیسہ شاہ رفیع الدین نے عزیز الاقتباس سب سے پہلے ۱۹۰۴ء میں مطبع احمدی دہلی سے شایع کیا تھا وہی نسخہ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

مگر چونکہ اس زمانے میں لوگوں کو فارسی زبان کا بہت کم خیال ہے اور لوگوں کو نفع اٹھانا محال ہے اگر روزمرہ کی صاف اُردو میں ترجمہ ہو جائے تو ہر شخص کو نفع پہنچے لہذا مولوی صاحب موصوف کا فرمانا قبول کیا اور شاہ صاحب کتاب کی خدمت اپنے لئے باعث خیر و برکت سمجھ کر ترجمہ شروع کیا اور تشریح مطالب کے متعلق حسب ضرورت موقع موقع پر اور مضامین اضافہ کئے جو خط کھینچ کر نیچے لکھ دیئے جس سے یہ رسالہ عام دیکھنے والوں اور نیز طالب علموں اور واعظوں کے لئے زیادہ کارآمد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے تصدق میں مترجم مسکین کی مغفرت فرمائے آمین یا رب العالمین

(نظام الدین کیرانوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریف خدا کے لئے ہے اور درود سلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے آل اور اصحاب کرام سب پر ہووے شیخ امام علامہ افضل المتاخرین سند وقت شیخ عبدالعزیز عمری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

خلفائے اربعہ کے فضائل

شیخین

اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ سَیِّدَا کُہُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ ــــ رواہ احمد والترمذی۔ ابوبکرؓ وعمرؓ نبیوں اور رسولوں کے سوا اہل جنت کے اگلے پچھلے تمام درمیانی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور مسند احمد کی روایت میں کہول الجنۃ وشبابہا وارد ہوا ہے یعنی جنت کے درمیانی عمر کے اور جوانوں کے سردار ہیں۔

فائدہ

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل ہیں اور یہی قرآن واحادیث کثیرہ واقوال صحابہ رضؓ وتابعین کے مطابق ہے اور اسی پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے جس نے اس کے خلاف کیا وہ درجہ

نصوص

اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نصوص اور اجماع کے مخالف ہے [۱]

حضرت عثمان

عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ وَلِیٌّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رواہ ابو یعلیٰ

عثمان ابن عفان دنیا اور آخرت میں میرے دوست ہیں اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا

حضرت علی

یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رواہ الترمذی

اے علیؓ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا

---

[۱] یہ حدیث جو ترمذی نے روایت کی ہے انسؓ سے مروی ہے نیز ترمذی نے طریقہ علی بن حسین سے اخراج کیا ہے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں۔ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ طلع ابوبکرؓ وعمرؓ فقال رسول اللہ صلعم ہذان سیدا کہول اہل الجنۃ من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین یا علی لا تخبرہما حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نظر آئے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام درمیانی عمر کے لوگوں کے جنت کے سردار ہیں اے علیؓ دیکھنا ان کو اطلاع نہ کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تاکہ عجب میں نہ گرفتار ہو جائیں، نیز حارث اعور شاگرد حضرت علیؓ سے بھی اس طرح مروی ہے۔ ترمذی ابن ماجہ دونوں میں موجود ہے۔ غرض یہ حدیث علیؓ سے بطرق مختلفہ متعددہ ثابت ہوئی ہے حضرت علیؓ اپنے منہ سے شیخین کی فضیلت بیان فرماتے ہیں ایک جگہ ان ہی سے منقول ہے کہ من فضلنی علی ابی بکر وعمر فجلدتہ حد المفتری یعنی جو مجھ کو ابوبکرؓ وعمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ سبحان اللہ صحابہؓ آپس میں کسقدر محبت رکھتے تھے اور کس درجہ حفظ مراتب کا خیال تھا۔ محمد نظام الدین کیرانوی

[۲] الکبیر حیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اولو العزم مہاجرین میں تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا

(حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمادیں)

اَبُوْبَکْرٍ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَاَبُوْبَکْرٍ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ - رواہ الفردوس الدیلمی۔ ابوبکرؓ مجھ[1] سے اور میں ان سے ہوں اور ابوبکرؓ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔ اس کو فردوس دیلمی نے روایت کیا اور یہ ابوبکرؓ کے قریب بمنزلت کمال اتحاد، بے تکلفی، معاملات و انبساط کی مقدرات کی طرف ایک کنایہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ رواہ الترمذی واحمد) بے شک اللہ تعالےٰ نے حق کو عمرؓ کی

حضرت عمر

---

[1] اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے باب میں فرمایا کہ انت منی وانا منک یعنی تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ یہ احادیث فضائل پر دلالت کرتی ہیں اور فضائل امور اضافیہ ہیں امور اضافیہ میں تعارض نہیں ہوتا۔ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت اور اعتبار سے فرمایا اور حضرت علی کی نسبت اور اعتبار سے فرمایا غرض کہ ان چاروں خلیفہ مکرم و معظم میں کسی کو کسی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے اور کسی کو اعتبار سے اصحابی کالنجوم بایّهم اقتدیتم اهتدیتم۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳

کہ ہر شخص اپنے کفو کی طرف اٹھ چلے اور آپ حضرت عثمان رضؓ کی طرف چلے اور ان سے معانقہ کیا اور حضرت طلحہؓ سے فرمایا کہ ہر نبی کا جنت میں اس کی امت میں سے ایک رفیق ہوگا اور میرا رفیق جنت میں عثمان غنیؓ اشراف قریش میں سے ہیں ان کی نانی بیضا بنت حضرت عبد المطلب ہیں جو آپ کے پھوپی بھائی ہیں۔ (نظام الدین کیرانوی)

زبان اور دل پر کر دیا۔ اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور اسی کے مطابق چھبیس[۲] احکام شرعیہ ہیں جن میں آپ کی رائے وحی کے مطابق ہوئی۔ منجملہ ان کے چند آیات ہیں جیسے آیۃ[۲] فدا و حجاب اور مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانا وغیرہ یہ سب باتیں حضرت عمرؓ کے قول کے موافق نازل ہوئیں کتب احادیث میں اس کی توضیح ہے۔ عُثْمَانُ اَحْیٰ اُمَّتِیْ وَاَکْرَمُہَا۔ رواہ ابو نعیم عثمان میری اُمت میں سب سے زیادہ حیادار اور سخی ہیں اس کو ابو نعیم نے

---

[۱] بعض روایت میں "جعل" کی جگہ "وضع" آیا ہے یعنی "وضع الحق" اور ترمذی میں یہ روایت ابن عمرؓ سے مروی ہے ابوداؤد اور حاکم، ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابو عمر استیعاب (کتاب کا نام ہے) میں اور بیہقی دلائل النبوت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں "کنا لا نبعد ان السکینۃ علی لسان عمر" حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو کچھ بعید نہیں سمجھا کرتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر امر غیبی بول رہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ بات گذرتی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان لسان الغیب کی ترجمان ہے۔

[۲] قصہ یہ ہوا کہ جب جنگ بدر سے مشرکین پکڑے آئے تو اس میں مشورہ ہوا کہ ان کو قتل کیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اول ابوبکر صدیقؓ سے رائے لی گئی ان کی رائے فدیہ لینے کی ہوئی اور قتل مناسب نہ سمجھا گیا اور حضرت عمر و حضرت سعدؓ کی رائے قتل کی طرف مائل ہوئی کیونکہ ان میں بہادر لوگ گرفتار ہو کر آئے تھے فدیہ لیکر چھوڑ دینا ان کا ذہن مصلحت نہ ہوا۔ آپس میں اسی طرح رائیں مختلف ہوئیں اور جبریلؑ اختیار دے گئے جو چاہو کرو حضرت رسالتمآبؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔ اب شبہ یہ ہوتا ہے کہ جب منجانب اللہ خیار دے دیا گیا کہ جو چاہو کرو عتاب کیوں نازل ہوا۔ اس کا جواب یہ ہوا کہ خیار کبھی اباحۃً ہوتا ہے اور ابتلا اور آزمائش کے وقت خیار کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ خیار اسی قسم کا تھا۔ یعنی ابتلا کے طور پر تھا مگر چونکہ مسلمانوں کو تنگی پیش آ رہی تھی اس لئے آپ نے فدیہ اختیار فرمایا اور ابتلا کا

روایت کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵

خطرہ قلب مبارک میں نہ گذرا۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کی رائے عنداللہ محبوب تھی کہ دین میں سخت ہونا چاہیئے ان کا قتل ہی بہتر ہے۔ ۔ؔ بخاری و مسلم میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ قال وافقت ربی فی ثلث فی مقام ابراہیم وفی الحجاب وفی اساری بدر یعنی میری رائے تین باتوں میں میرے رب کے موافق ہی مقام ابراہیم کے مصلے بنانے میں اور حجاب کے بارے میں، اور بدر کے قیدیوں کی نسبت۔ بدر کے قیدیوں کا حال گذر چکا۔ مقام ابراہیم کے مصلے بنانے کی صورت یہ ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا "یارسول اللہ لو اتخذت من مقام ابراہیم مصلےٰ" اس کی جزا محذوف ہے یعنی اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلے بنالیں تو بہتر ہے یعنی مقام ابراہیمؑ میں دو رکعت طواف کی پڑھا کریں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوگئی "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلےٰ" یعنی بنالو مقام ابراہیم کو مصلے اور حجاب کی یہ صورت ہوئی کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات کو پردہ کیلئے فرمایا تو حضرت زینبؓ نے جواب دیا۔ کہ "انک علینا یا ابن الخطاب والوحی ینزل فی بیوتنا" یعنی اے ابن خطاب تم ہم کو پردہ کا حکم کرتے ہو حالانکہ وحی ہمارے گھر میں آتی ہے یعنی اگر پردہ بہتر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر ضرور حکم پردہ کا بھیجتا غرض یہ کہ تم کو یہ منصب حاصل نہیں کہ ہم کو پردہ کا حکم کرو۔ جب یہ قصہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب" یعنی اگر تم کو کوئی شیٔ مانگنی ہوا کرے تو پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر مانگا کرو سامنے نہ آیا کرو۔ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں تین باتوں میں موافقت آئی ہے اور یہ کتاب میں چھبیسؔ احکام کی تصریح گذر چکی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں کوئی کلمہ حصر پر دلالت نہیں کرتا اور عدد واقع اکثر کی نفی نہیں کیا کرتا۔ چنانچہ کتابوں میں مصرح ہے

(محمد نظام الدین کیرانوی)

یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ رواہ مسلم والترمذی

اے علیؓ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارونؑ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں

اس کو مسلم نے روایت کیا۔ مطلب یہ ہے کہ درجہ اخوت اور قرب منزلت اور کمال اتحاد اور رشتے

لے اور بخاری کی روایت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ "اما ترضی ان تکون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ" کیا تو تو راضی نہیں کہ ہو جائے مجھ سے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے یعنی جیسے موسیٰ ہارون کو اپنی جگہ چھوڑ کر طور پر گئے تھے ایسے ہی تجھ کو مدینہ میں اہل وعیال پر چھوڑ جاؤں، اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو خیال ہوا کہ مدینہ میں اہل وعیال کی نگرانی کون کرے اور سفر دور دراز کا ہے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بنسبت اور صحابہؓ کے قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم مکان ہی پر رہو اس پر حضرت علی رضؓ نے افسردہ خاطر ہو کر عرض کیا کہ کیا مجھ کو عورتوں اور بچوں پر چھوڑے جاتے ہو مطلب یہ تھا کہ کیا میں جہاد پر چلوں میں پر رہوں۔ آپ نے ان سے تسلی اور تشفی کے طور پر فرمایا کہ "افسردہ کیوں ہوتے ہو دیکھو موسیٰ علیہ السلام جب طور پر گئے تو ہارونؑ کو اپنی جگہ چھوڑ گئے میں تم کو تمام گھر بار پر چھوڑے جاتا ہوں۔ اس پر حضرت علیؓ خاموش ہو گئے اور وہیں ٹھہر گئے۔ حضرات شیعہ اس سے حضرت علیؓ کی خلافت پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ محض لچر اور بیہودہ استدلال ہے خلافت کا اس سے کیا تعلق ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ عیال واطفال کی حفاظت پر اس شخص کو چھوڑا جاتا ہے جو قرابت قریبہ رکھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اس لئے انہی کو پسند فرمایا کہ خانگی ضرورت سے پوری طرح متکفل ہو جائیں گے علاوہ ازیں مستورات کا معاملہ تھا کیونکہ تمام مجاہدین آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہیں اگر پیچھے سے کوئی غنیم آجائے تو ظاہر ہے کہ کوئی ایسا شخص محافظ ہونا چاہیئے جو محرم نامحرم سے لبق قرابت رکھتا ہو کہ اپنے ننگ و ناموس کے خیال سے ان پر آنچ نہ آنے دے یہ سب باتیں قرابت اور رشتہ داری سے تعلق رکھتی ہیں اس کو خلافت

تکلفی اور اختلاط جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھا۔ وہ سب تم کو میرے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸) خلافت ہے مرہ کہیئے تو خلافت عائشتاز عہ وفیہاہے کیا علاؤہ نیز محض گھر کی حفاظت سے جمیع مسائل میں خلافت پر استدلال کیونکر ہو سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ استدلال بھی بعد کے لوگوں کی بلند پروازیٔ خیال کا نتیجہ ہے ورنہ خود حضرت علیؓ بیچارے نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا لہٰذا خلافت مجھکو پہنچتی ہے وہ تو اہل زبان تھے جو کچھ لسان نبیؐ ترجمان سے نکلتا تھا اس کو خوب سمجھتے تھے اگر اس میں کوئی لفظ خلافت کیطرف اشارہ کرتا تو ضرور ظاہر فرماتے کیونکہ بر تقدیر عدم اظہار کتمان حق لازم آتا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کتمان حق کیوں فرماتے مگر وہ جانتے تھے کہ واقعی گھر پر گھر کا آدمی رہنا چاہیئے اور یہی آپکا منشا تھا اسلئے ایسے دعوے حضرت علیؓ کی زبان پر نہ آئے اور "الا انہ لانبی بعدی" بخاری کی روایت میں تو موجود نہیں مسلم کی روایت میں ہے یہ بھی آپنے بنا بر تشفی اور غایت کرم فرمایا کہ یہ آزردہ خاطر نہ ہوں۔ کیونکہ بہادر تھے غازی تھے، دلاور تھے۔ جنگ سے رہ جانے کا سخت ملال تھا۔ آپ نے بھی حد سے زیادہ تشفی کے الفاظ فرما دیئے کہ میں کیا کہوں میرے بعد نبوت نہیں ورنہ میں تو وہ بھی تم کو دیدوں۔ جیسے کہہ دیتے ہیں کہ میں تم کو جان تک دیدوں سلطنت بخش دوں۔ مطلب یہ ہے کہ میں تم سے غایت درجہ خوش اور تمہارے لئے جان و مال سے موجود ہوں جب میری خوشی اس میں ہے کہ تم یہاں رہ جاؤ تو کیا تم میری خوشی پسند نہیں کرتے، اگر یہ بات نہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہی مضمون حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی آیا ہے بلکہ اس سے صاف الفاظ ہیں کہ "لوکان بعدی نبی لکان عمر" اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا کتنے صریح الفاظ ہیں۔ چاہیئے تھا حضرت عمرؓ سب سے آگے بڑھ کر خلافت کا دعویٰ کرتے مگر نہیں وہ جانتے تھے کہ یہ غایت الطاف کی باتیں ہیں یا یوں کہیئے کہ حضرت علیؓ یا حضرت عمرؓ یا اور جن کے لئے ایسے الفاظ فرمائے وہ ان کی لیاقت اور استعداد کا اظہار ہوتا تھا کہ یہ لوگ اس قابلیت اور لیاقت کے آدمی ہیں چنانچہ آپ کے بعد ہر ایک یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوا۔ اور یہ مژدہ لیاقت اور استعداد آپ اپنی امت کے ہر عالم کے حق میں فرماتے ہیں۔ چہ جائیکہ اصحاب رضی اللہ عنہم ان کو تو ہر طرح کی فضیلت ہے اور فرض کرو اس

حاصل ہے ہاں اتنی بات البتہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا - یہ حدیث حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی علو منزلت میں ہے -

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶) حدیث سے خلافت بھی ثابت ہوئی تو ہم کہتے ہیں "بعدی" کا لفظ اس میں بھی ہے اور اس میں بھی حضرت عمرؓ کے بارے میں ہے اب ایک سے کم بعد اور دوسرے سے زیادہ بعد مراد لیا جائے اس کے لئے قرینہ اور دلیل کی ضرورت ورنہ مطلب فوت اور اس حدیث سے یہ مراد لینا کہ ہر منزلت ہارون موسیٰ کے ساتھ رکھتے تھے وہ سب حضرت علیؓ کو آپکے ساتھ حاصل تھیں ہم پوچھتے ہیں کہ استیعاب پر کونسا لفظ دلالت کرتا ہے بلکہ ظاہر یہی منزلت ہے کہ جیسے موسیٰ ہارون کو بنی اسرائیل پر چھوڑ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؓ کو مکان پر چھوڑ گئے تھے - جیسے ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تعلقات تھے یہ ضرور نہیں کہ ہر شے اور ہر بات میں مناسبت ہوا کرے تو اتنی مناسبتیں کیا کم ہیں کہ حضرت علیؓ آپ کے بھائی تھے آپ سے بے تکلف تھے آپ ان کو اپنے بعد مکان پر چھوڑ گئے جیسے ہارون کو موسیٰؑ کیساتھ تعلقات تھے - اور اگر اب بھی خلافت ہی کا راگ گایا جائے تو ہم یہ وجوہ بسبیل احتمال پیش کرتے ہیں تو اب جو شخص خلافت کا مدعی ہو یا ان تمام احتمالات کو اٹھائے یا اپنے دعوے کے موافق تصریح دکھلائے اور اگر کہا جائے "الا انہ لا نبی بعدی" سے نکلتا ہے کہ سوائے منزلت نبوت کے اور تمام مراتب میں علیؓ ہارونؑ جیسے تھے لہٰذا خلافت ثابت ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ جمیع منازل میں منزل نبوت بھی داخل ہے جب منزلت نبوت کا استثنا تو عام مخصوص البعض ہو گیا تو عام مخصوص البعض کب واجب العمل ہوتا ہے مگر ظنی ہوتا ہے چنانچہ کتب حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے - علاوہ ازیں نفس خلافت میں کس کا انکار ہے البتہ ترتیب خلافت میں کلام ہے سوال یہ ہے کہ حضرت کی وفات شریف کے بعد خلافت کا حق کس کو حاصل ہے اس میں ہم بصدائے بلند کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق خلیفہ اول وہ خلیفہ اول تھے اور ہو گئے چنانچہ کتب حدیث اس امر کی پوری شاہد ہیں اور بیہقی کتاب الاعتقاد میں مصرح ہے

ابوبکر

"اَبُوْبَکْرٍ صَاحِبِیْ وَمُؤْنِسِیْ فِی الْغَارِ سُدُّوْا کُلَّ خَوْخَۃٍ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ" رواہ عبد اللّٰہ بن احمد۔ ابوبکر میرا یار ہے (اور یہ لقب ان کو اللہ تعالیٰ نے کلام مجید[1] عنایت فرمایا) اور میرا مونس غار ہے سب کھڑکیاں (جو مسجد میں ہیں) بند کر دو مگر ابوبکر رضؓ کی رہنے دو اس کو عبد اللہ بن احمد نے روایت کیا۔ اس میں آپ کی طرف اشارہ ہے۔

[1] قال اللہ تعالیٰ۔ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ اس میں ابوبکر رضؓ کو صاحب فرمایا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹

کہ اور بعض بعض باتوں میں بعض اجتہادی امور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعارض کیا اور نوبت بہ جنگ و جدل پہنچی، جو بات اپنے نزدیک ٹھیک معلوم ہوئی اس کے پیرو ہوئے گو سب معاملہ للہ فی اللہ ہی تھا مگر جو بات اپنے عندیہ میں محقق معلوم ہوئی اس کے خلاف پر نوبت بقتال پہنچی۔ خلافت اتنا بڑا عظیم الشان امر اس پر حضرت علی رضؓ نے کبھی حضرت ابوبکر رضؓ یا عمر رضؓ یا عثمان رضؓ سے مقابلہ نہ کیا اگر خلافت واقعی ان کا حق تھا تو اپنے حق پر تعرض کرنا ضرور تھا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ کبھی اس طرف اشارہ نہ ہوا، جانے دیجئے کہ اگر تھوڑی دیر کو یہ بھی مان لیا جائے کہ خلافت حضرت علی رضؓ ہی کا حق تھا اور حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ برحق نہ تھے تو ظاہر بات ہے کہ ان کا جہاد بھی درست نہ ہوگا۔ کیونکہ خلیفہ نہ ٹھہرے اور جب جہاد درست نہ ہوا تو جو اشیا مال غنیمت میں آئیں وہ کسی کو لینی جائز نہ ہوئیں۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ کس سے پیدا ہوئے؟ حضرت علی رضؓ کے صلب اور حنفیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ خلافت میں حنفیہ جہاد میں گرفتار ہو کر آئی تھیں اور حضرت علی رضؓ کو دے دی گئی تھیں اگر ابوبکر رضؓ کا جہاد اور ان کی خلافت برحق اور مسلم نہیں تو حنفیہ سے حضرت علی رضؓ کو صحبت کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ۔ رواہ الترمذی

میں شیاطین انس وجن کو دیکھتا ہوں کہ عمرؓ کے سامنے سے بھاگ جاتے ہیں اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت جلالیہ تھے جیسے کہ ابوبکرؓ وعثمانؓ آپ کی صورت جمالیہ اور حضرت علی حضرت عمرؓ کے ہمرنگ تھے۔

إِنَّ أَشَدَّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا حَيَاءً عُثْمَانُ رواہ ابو نعیم۔ نبی کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ حضرت عثمانؓ حیادار ہیں۔

أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔ رواہ الترمذی۔ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔[1]

أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ رواہ الترمذی آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت فرمایا کہ تو خدا کا آزاد[2] کیا ہوا دوزخ کی آگ سے ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اَلْحَقُّ بَعْدِي مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَيْثُ كَانَ رواہ الحکیم الترمذی حق میرے بعد عمر بن الخطاب کے ساتھ ہے جہاں وہ ہو اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا۔ عُثْمَانَ أُمَّ كُلْثُومٍ إِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ السَّمَاءِ۔ رواہ الطبرانی۔ میں نے عثمانؓ کا نکاح ام کلثوم سے نہیں کیا مگر سبب سے وحی آسمانی

---

[1] ایک روایت میں انا مدینۃ العلم وعلی بابہا آیا ہے یعنی میں علم شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے [2] مصعب زبیر کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کو عتیق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نسب میں کوئی ایسی بات نہ تھی کہ کوئی عیب لگا اور لیث بن مسعود اور ایک جماعت کا قول ہے کہ ان کے جمال کی وجہ سے ان کو عتیق کہتے ہیں۔

(نظام الدین کیرانوی)

کے (یعنی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضہ سے وحی کے حکم سے ہوا، اس کو
طبرانی نے روایت کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِیٍّ ۔ رواہ الطبرانی
اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فرمایا کہ میں فاطمہؓ کا نکاح علی رضہ سے کر دوں اس کو طبرانی نے روایت
کیا اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ مَالِهٖ وَصُحْبَتِهٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ
اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ (رواہ مسلم) مجھ پر سب سے زیادہ
احسان کرنے والا اپنے مال اور صحبت میں ابوبکر رضہ ہے اگر میں کسی کو اپنا جانی دوست
بناتا (کہ ایک روح دو قالب کا حکم رکھتا، اور ہر امر میں مرجع کار ہوتا۔ اور
صحیحین کی ایک روایت میں غیر ربی اتنا لفظ اور زیادہ ہے یعنی سوائے اپنے
پروردگار کے) تو ابوبکر رضہ کو بناتا لیکن اسلام افضل ہے (اس کو مسلم نے روایت کیا)
اور چونکہ یہ مرتبہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لہذا اپنے بہ نسبت حضرت
صدیق رضہ کے توقف فرمایا۔ اور حدیث کی بعض روایتوں میں آیا ہے۔ کہ ابوبکر رضہ
صدیق رضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے جناب رسالت
مآب سے مرتبہ خلت حاصل ہو گیا اور مرتبہ خلت سے وہ مرتبہ مراد ہے جو مرتبہ قرب اور

ملہ اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ درجہ خلت درجہ محبت سے ارفع ہے اور چونکہ
خلت صفت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ہے اور محبت صفت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔
لہذا ابراہیم خلیل اللہ آنحضرت سے افضل ہوئے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت
صلعم صفت خلت اور محبت دونوں کے جامع ہیں۔ چنانچہ مسلم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آپ
نے فرمایا واقد اتخذ اللہ صاحبکم اللہ خلیلا" لہذا آپ افضل ہوئے نیز قاضی عیاض نے شفا میں تصریح
کی ہے کہ درجہ محبت درجہ خلت سے ارفع ہے نیز محبت شغاف قلب میں ہوتی ہے نہ خلت لہذا محبت
کا درجہ زیادہ ہوا (محمد نظام الدین کیرانوی)

منزلت اور اتحاد میں بشر کی انتہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ
جو صدیق اکبر رض کے ساتھ تھا اس سے یہ بات پورے طور پر واضح ہے جس کا
جی چاہے کتب احادیث وسیر میں دیکھ لے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَاھٰی بِمَلَائِکَتِہٖ
یَوْمَ عَرَفَۃَ وَبَاھٰی بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّۃً وَمَا فِی السَّمَاءِ مَلَکٌ
اِلَّا وَھُوَ یُوَقِّرُ عُمَرَ وَمَا فِی الْاَرْضِ شَیْطَانٌ اِلَّا وَھُوَ یَفِرُّ مِنْ عُمَرَ
رواہ ابن عساکر۔ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن عموماً اپنے ملائکہ پر فخر کرتا ہے اور
عمر بن الخطاب پر خصوصاً اور یہ مباہات عرفہ میں حاجیوں کے حاضر ہونے کی
وجہ سے ہے۔ اور آسمان میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں جو عمر رض کی توقیر نہ کرتا ہو
اور زمین میں کوئی شیطان ایسا نہیں جو عمر رض سے نہ بھاگتا ہو۔ اس کو ابن عساکر
نے روایت کیا ہے۔ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَرَفِیْقِیْ فِیْھَا عُثْمَانُ رواہ
الترمذی۔ ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان رض ہے
اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

مَنْ کُنْتُ وَلِیُّہٗ فَعَلِیٌّ وَلِیُّہٗ رواہ احمد الترمذی جس کا ولی و
مددگار میں ہوں اس کا ولی و مددگار علی رض ہے اس کو احمد اور ترمذی نے
روایت کیا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَکْرَہُ فَوْقَ سَمَائِہٖ اَنْ یُّخَطَّاَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ فِی الْاَرْضِ۔ رواہ
الحارث والطبرانی۔ اللہ تعالیٰ اپنے آسمان پر اس بات کو مکروہ رکھتا ہے کہ ابوبکر رض زمین میں منسوب بخطا
ہو۔ اس کو حارث اور طبرانی نے اپنی مسند میں روایت کیا

لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَاءِ بِاِسْلَامِہٖ

عمر

عثمان

علی

ابوبکر

عمر

عُمَرُ رواہ الحاکم جب عمر رضؓ اسلام لائے تو میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ عمر رضؓ
کے اسلام سے فرشتے خوش ہوئے اس کو حاکم نے روایت کیا۔

عثمان لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ اَلْجَنَّةَ
بِغَيْرِ حِسَابٍ رواہ ابن عساکر۔ عثمان رضؓ کی شفاعت سے ستر ہزار مستوجب
نار بلا حساب جنت میں جائیں گے (یعنی ان سے اعمال کا محاسبہ نہ ہوگا)
اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔ اور یہ سب صاحب علو منقبت کے اظہار
کے لئے ہے۔

علی اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِيْ صُلْبِهٖ وَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ ذُرِّيَّتِيْ فِيْ
صُلْبِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رواہ الطبرانی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت
میں قرار دی ہے اور میری اولاد علی ابن طالب کی پشت سے اس کو طبرانی نے روایت کیا اور
ستر اس میں یہ ہے کہ علی ابن طالب گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مثالیہ تھے
یا عینک مطالعہ ان کی نسبت آنحضرت سے ایسی ہے جیسے فرع کی نسبت اصل ہے یا ظل
کی صاحب ظل سے اور یہاں سر معنے وانفسنا وانفسکم راست آتا ہے

شیخین اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَاِنَّهُمَا حَبْلُ اللّٰهِ
مَمْدُوْدٌ وَمَنْ تَمَسَّكَ بِهِمَا فَقَدْ تَمَسَّكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ رواہ
الطبرانی۔ ان دونوں کی اقتدا اور پیروی کرو جو میرے بعد ہیں یعنی
ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کیونکہ وہ دونوں اللہ کی دراز شدہ رسی ہیں جس نے ان کو پکڑا
اس نے حلقہ مضبوط کو پکڑا اس کو انقطاع نہیں ہے اور حبل اللہ دین الٰہی سے
کنایہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اشارہ ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا یعنی کہ

سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو۔ اور عروۃ الوثقیٰ بھی دین ہی سے کنایہ ہے اس کی طرف بھی قرآن میں اشارہ ہے " فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى " (یعنی حلقہ مضبوط کے ساتھ تمسک کیا یعنی دین اسلام کے ساتھ۔

اِنَّ عُثْمَانَ الْاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ اِلَى اللّٰهِ بِاَهْلِهٖ بَعْدَ لُوْطٍ۔ رواہ الطبرانی۔ عثمانؓ ان لوگوں میں سب سے پہلے ہیں جنہوں نے لوط علیہ السلام کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ اللہ کی طرف ہجرت کی (یعنی اپنی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اول ہجرت حضرت عثمانؓ نے کی اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ قَالَهٗ لِعَلِيٍّ رواہ الترمذی۔ آپ نے حضرت علیؓ کی شان میں فرمایا کہ تجھ کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور تجھ کو دشمن نہیں سمجھتا مگر منافق یعنی علیؓ کی دوستی ایمان کی نشانی اور دشمنی نفاق کی علامت ہے۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ اٰتِيْ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِيْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ حَتّٰى اُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ رواہ الترمذی) میں اول ان لوگوں کا ہوں جن سے قیامت کے روز زمین شق ہوگی (یعنی قیامت کے روز سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر اہل بقیع کی طرف آؤں گا وہ لوگ میرے پاس جمع ہوں گے اس کے بعد اہل مکہ کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ مابین حرمین ان سے اٹھوں گا اس کو ترمذی نے روایت کیا اور حضرت ابوبکرؓ اور ساتھ محشور ہونے کی وجہ تخصیص آپ کے ساتھ ان کا ہم طینت ہونا اور ان کی فضیلت

اور وجہ خصوصیت میں اپنے ساتھ کمال تشبیہ کا ظاہر کرنا ہے۔ اور یہ بات ان
کی قبروں سے ظاہر ہے کہ آپ کے پاس اسی ایک حجرے میں بنی ہیں، حکیم خاقانی
نے روضۂ مبارک کی تعریف میں کیا خوب کہا ہے ؎

بینی حرم محمدی را | جولانگہ سر سرمدی را
پیشش دو خلیفہ رُخ نہفتہ | جوزا بکنار شمس خفتہ
ہر سہ شدہ یک نہاد و یک راہ | چوں یک الف و دو لام اللہ
آہوئے زمیں و کعبہ نافہ | شکلش پسر ابو قحافہ

عثمان
جَآءَ عُثْمَانُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِیْنَارٍ فِی کُمِّہٖ
حِیْنَ جَھَّزَ جَیْشَ العسرۃ فنثرھا فی حجرہ فرایت النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یقلبھا فی حجرہ ویقول ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم
مرتین رواہ احمد۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش عسرت
یعنی اس لشکر کے لئے جو جنگ تبوک (تبوک ایک شہر ہے حدود شام میں
مدینہ سے سولہ منزل) کیواسطے نصاری عرب و شام سے لڑنے کو تیار اور مقرر
فرمایا تھا سامان کرنا شروع کیا تو حضرت عثمانؓ ہزار دینار کی تھیلی آستین میں
لائے اور آپ کی گود میں الٹ دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ان دیناروں کو اپنی گود
میں الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں اور جانچ کے طور پر اوپر تلے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں
کہ عثمانؓ اس کے بعد جو عمل کریگا اس کو ضرر نہ ہوگا یہ کلام آپ نے دو مرتبہ
فرمایا۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اس میں حضرت عثمان رضؓ کو ان اعمال اور

نفقات کی قبولیت کی بشارت ہے جو انہوں نے خدا کی راہ میں کئے یعنی
جو کچھ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اللہ کے واسطے خرچ
کیا وہ مقبول ہوا اور جو عمل کئے ان میں کسی طرح کا ضرر آپ کو نہیں پہنچ سکتا
نیز اس سے اشارۃً ان مخالفین کے خیالات کا رد ہوتا ہے جو مفسدوں سے
جھوٹی باتیں سن سنا کر آپ پر طعن و تشنیع کرتے تھے اور یہ کلمہ جامعہ یعنی ما
ضر عثمان ما عمل بعد الیوم اس بات پر بھی ہے کہ ہر چند جناب عثمانؓ ایسی
باتوں سے جو مفسد لوگ مشہور کرتے ہیں بری ہیں لیکن عظمت شان کے لحاظ سے
بالفرض تسلیم ایسی باتیں آپ کی طرف منسوب بھی ہو جائیں تو آپ کو کوئی ضرر
نہیں پہنچا سکتیں۔ جیسے کہ یہ معنی اہلبیت کے بارے میں عموماً آیہ تطہیر میں
مقصود ہیں اور جناب امیر کے بارے میں خصوصاً حدیث۔

اَللّٰھُمَّ ادر الحق معہ حیث دار۔ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ
جَیْشًا فِیْہِمْ عَلِیٌّ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ یَقُوْلُ
اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا۔ رواہ الترمذی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ایک لشکر یمن کی طرف روانہ کیا اس میں حضرت علیؓ سردار بنا کر بھیجے
گئے تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ الٰہی جب تک مجھ کو علیؓ
کی صورت نہ دکھا دے میری موت نہ بھیجے اس کو ترمذی نے روایت کیا
چونکہ آپ کی وفات شریفہ کا زمانہ قریب تھا اس لئے دعا
فرماتے تھے کہ علیؓ کے آنے سے پہلے سفر آخرت پیش نہ آجائے۔

اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ

ابوبکرؓ جنّت میں عمرؓ جنت میں عثمانؓ جنت میں علیؓ جنّت میں ہیں۔

الصواعق — حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الْاِیْمَانِ وَبُغْضُهُمَا کُفْرٌ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ مَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ فَاَنَا اَحْفَظُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَوَاهُ ابْنُ عَسَاکِرَ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کی دوستی ایمان ہے اور ان کی دشمنی کفر۔ جو میرے اصحابؓ کو برا کہے اس پر خدا کی لعنت جو شخص ان کے درمیان مجھ کو یاد رکھے یعنی ان کے درمیان میرا ملاحظہ کرے اور ان کی صحبت اور خدمت کا حق جو مجھ پر ہے ملحوظ خاطر اور پیش نظر رکھے ان کے ساتھ تعظیم اور توقیر سے پیش آئے اور طعن و تشنیع اور سب و شتم نہ کرے تو میں قیامت کے روز اس کی محافظت کروں گا یعنی جب وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کی مغفرت اور عفوِ جرائم کا سخت محتاج ہو گا۔ میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔

حکیم — اَرْاَفُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ رَوَاهُ اَبُوْیَعْلٰی — میری امت میں امت پر بہت زیادہ مہربان ابوبکرؓ دین الٰہی میں سخت اور تیز عمرؓ اور نہایت سچے حیا دار عثمانؓ اور بڑے قاضی علیؓ۔ اس کو ابویعلیٰ نے روایت کیا۔

فائدہ: قضا کے معنی متخاصمین یعنی مدعی و مدعا علیہ کے جھگڑے چکانے اور احقاق حق و ابطال باطل کرنا۔

شیخین — مَثَلُ نَبِیٍّ وَزِیْرَانِ وَزِیْرَانِیْ وَصَاحِبَایَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ

رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِر۔ ہر نبی کے دو وزیر ہیں اور میرے دو وزیر اور دو یار ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔

عُثْمَانُ حَیِیٌّ تَسْتَحْیِیْ مِنْہُ الْمَلَائِکَۃُ رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِر۔ عثمان رضی اللہ عنہ بہت حیادار ہیں ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا

مَا انْتَجَیْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ انْتَجَاہُ قَالَہٗ لِعَلِیٍّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ آپ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا کہ میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی۔ لیکن اللہ نے سرگوشی کی۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

فائدہ:۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ ایک روز نماز عشا کی تکبیر ہو گئی اور حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ سرگوشی کرتے رہے یہاں تک کہ بہت رات ہو گئی اس وقت بعض منافقوں نے آپ سے طعن کے طور پر کہا وَلَقَدْ طَالَ نَجْوَاکَ مَعَ ابْنِ عَمِّکَ۔ یعنی چچا کے بیٹے (علیؓ) کے ساتھ بہت کانا پھوسی رہی۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا ما انْتَجَیْتُہٗ الخ اور مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ میری سرگوشی بمنزلہ اللہ کی سرگوشی کے ہے کہ اس کی خوشنودی اور رضامندی کے مطابق ہے اور یہ کلام بعینہٖ خدائے تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔

لہ یہ آیۃ جنگ بدر میں نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ جب جنگ ہوئی اور خوب گھمسان کی لڑائی ہونے لگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں اس لشکر کی طرف پھینکدیں اللہ کی قدرت سے ہر شخص کی آنکھوں میں خاک پڑ گئی اور شکست کھا کر بھاگ گئے جب سب مغرور ہو گئے تو اس خیال سے کہ مسلمان یہ نہ سمجھیں کہ فتح ہماری قوت سے ہوئی یہ آیت نازل فرمائی مطلب یہ تھا تم نے قتل باقی صفحہ

ابوبکر رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي اِبْنَتَهٗ وَحَمَلَنِي اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِي فِي الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهٖ وَمَا نَفَعَنِي مَالٌ فِي الْاِسْلَامِ مَا نَفَعَنِي مَالُ اَبِي بَكْرٍ۔ رواه الترمذی۔ خدا ابوبکرؓ پر رحم کرے کہ اس نے اپنی بیٹی سے میرا نکاح کیا۔ اور مجھ کو دارالہجرت یعنی مدینہ میں لے گیا اور غار میں میرا مصاحب رہا اور بلالؓ کو اپنے مال سے آزاد کیا اور جتنا نفع مجھ کو ابوبکرؓ کے مال نے دیا کسی کے مال نے نہیں دیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

فائدہ:۔ ابوبکر صدیقؓ کا حضرت کو سوار کرکے مدینہ لے جانا مشہور بات ہے کہ اس وقت دو اونٹ مع سامانِ سفر حضورِ اقدس میں پیش کئے اور آپؐ نے قبول فرمائے۔ اس کے بعد تین رات دن غار ثور میں چھپے رہے اور ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ اور ان کے غلام عامرؓ بن فہیرہ کے ہمراہ مدینہ کو روانہ ہوئے اس قصہ کی طرف قرآن شریف کی اس آیت میں قوی اشارہ موجود ہے۔ الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانی اثنين اذ هما فی الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته الخ اور آنجناب کی نصرت وحمایت کے بیان میں بھی یہی آیت واضح ہے اور حضرت ابوبکرؓ کا نیک کاموں اور جہاد و سامان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹)

قتل نہیں کیا خدا نے کیا اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تم نے کنکریاں نہیں پھینکیں خدا نے پھینکیں۔ مگر طبیکہ ہماری طرف خیال رہے اور مدد ہماری طرف سے سمجھی جائے اپنا دخل نہ دیا جائے
(نظام الدین کبیر ذوی)

جہاد میں مال خرچ کرنا کہ ہزاروں تک نوبت پہنچی حدیث وسیر کی کتابوں میں مسطور ہے۔ رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَمَا لَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ یَسْتَحْیِیْہِ الْمَلَائِکَۃُ رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ۔ رواہ الترمذی۔ اللہ عمر پہ رحم کرے کہ وہ حق بات کہتے ہیں گو کڑوی لگے ان کو حق گوئی نے اس حال پہ پہنچایا ہے کہ اب ان کا کوئی دوست نہیں یعنی ان کی حق گوئی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ جو کہتے ہیں حق کہتے ہیں اور چونکہ لوگوں کی طبیعت کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا ان کے کہنے سے مکدر ہوتے ہیں۔ لہٰذا حق گوئی کی وجہ سے حقوق دوستی بھی ان کے ساتھ ملحوظ نہیں رکھتے اور دل میں رنج کرتے ہیں حق گوئی اور حق گو لوگوں کا یہی حال ہے کہ سب لوگ حق گوئی کے مقابلہ میں معاملات کے اندر رنجیدہ ہوتے ہیں اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ عمرؓ چونکہ حق گوئی کا شیوہ رکھتے ہیں بہت سی باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں یا پس غیبت دین و دنیا کے تمام معاملات میں مصلحت کی غرض سے کہتے ہیں لوگ ان سے ناحق مکدر اور رنجیدہ ہوتے ہیں اور چونکہ لوگوں کے دلوں میں غرض نفسانی کسی ہوتی ہے طعن و تشنیع کرتے ہیں اور بے ہودہ تعرضات درمیان میں لاتے ہیں پس یہ تمام خلافِ حق اور باطل ہے بات وہی ہے جو عمرؓ کہتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ وَالْحَقُّ بَعْدِیْ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَیْثُ کَانَ

الحدیث واللہ اعلم۔ خدا عثمان رض پر رحم کرے اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس نے جیش عسرت یعنی غزوۂ تبوک کا سامان کیا اور ہماری مسجد کو فراخ کر دیا یہاں تک کہ ہمارے لئے وہ گنجائش کی ہو گئی۔ خدا علی رض پر رحم کرے الٰہی حق کو اس کے ساتھ دائر کر جہاں وہ جائے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

فائدہ:۔ جیش عسرت غزوۂ تبوک کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں صحابہ اکرام کا تنگ حال تھا اسباب سفر کم دستیاب ہوتا تھا۔ مگر بفضلہ تعالیٰ حضرت عثمان رض کی اعانت بے غایت سے سرانجام ہو گیا۔ اور مسجد کی توسیع اس طرح ہوئی کہ حضرت عثمان رض نے ایک قطعہ زمین جو مسجد سے ملحق تھا۔ بعض انصار سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا اور اس پر حضرت رسالت مآب سے دخول جنت کی بشارت پائی چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اَرْبَعٌ لَا يَجْتَمِعُ حُبُّهُمْ فِيْ قَلْبِ مُنَافِقٍ وَلَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رواہ ابن عساکر۔ چار شخص ہیں جن کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوتی اور ان کو مومن کے سوا کوئی دوست نہیں رکھتا (یعنی ان کی محبت مومن ہی کے دل میں ہوتی ہے) ابوبکر رض عمر رض عثمان رض علی رض اس کو ابن عساکر نے روایت کیا

خلفاء اربعہ

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چہار یار کی دوستی ایمان کی نشانی ہے اور ترکِ محبت نفاق کی صریح علامت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى حِرَاءٍ وَاَبُوْبَكْرٍ

وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيقٌ
اَوْ شَهِيدٌ رواہ مسلم۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ حرا پہ
تشریف رکھتے تھے اور ابوبکر رض اور عمر رض اور عثمان رض اور علی رض اور طلحہ رض
اور زبیر رض ساتھ تھے ایک پتھر کو جنبش ہوئی اور ہلا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر جا کہ نہیں ہے تجھ پر مگر پیغمبر، صدیق، شہید اس کو
مسلم نے روایت کیا۔

فائدہ :- اس حدیث سے منصب صدیقیت حضرت صدیق اکبر رض
کے لئے ثابت ہوا اور مرتبہ شہادت ان پنجتن حضرت عمر رض و عثمان رض اور
علی رض و طلحہ رض و زبیر رض کے لئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ کتب احادیث و سیر
میں مشہور و معروف ہے ازاں جملہ حضرت طلحہ رض و زبیر رض کی شہادت جنگ جمل
میں واقع ہوئی طلحہ رض کو شہادت مروان کے ہاتھ سے ہوئی۔ اس نے اول ہی
لڑائی میں زہر کا بجھا ہوا تیر زانوئے مبارک پہ مارا لوگ آپ کو اٹھا کر اس
وقت بصرہ کے ویرانے میں لے گئے۔ اسی حال میں حضرت امیر رض کے
ہمراہیوں میں کا ایک شخص ان کے پاس گیا انہوں نے اس سپاہی کے
ہاتھ پر تجدید بیعت کی (گویا کہ یہ بیعت بواسطہ سپاہی کے امیر
ہی سے ہوئی) اس کے بعد شربت شہادت نوش فرمایا جب یہ
خبر جناب امیر رض کو پہنچی تو آپ نے خدا کا شکر ادا کر کے فرمایا کہ
الحمد للّٰہ الذی اخرجہ من الدنیا و بیعتی فی عنقہ۔ یعنی حمد و سپاس اس خدا کو

جس نے اس کو دنیا سے اس حال سے نکالا کہ میری بیعت اس کی گردن میں ہے۔ یہ اشارہ ہے دونوں طرف سے بیعت کے ایجاب و قبول کا۔
اور حضرت زبیرؓ کا قصہ یہ ہوا کہ ہنگام جنگ حضرت علیؓ سے صلح کر کے طرفین سے صفائی کی حاصل کر کے اسی حال میں لشکر سے جدا ہو کر خیبر کی طرف جاتے تھے۔ جب وادی القریٰ میں پہنچے نماز عصر پڑھنے کو اترے اور نماز میں مشغول ہوئے۔ سجدے میں تھے کہ ایک شخص خنجر آبدار سے آپ کا سر مبارک کاٹ کر بصرہ کو واپس ہوا اور حضرت کی خیمہ گاہ پہ آکر ایک شخص کی وساطت سے یہ واقعہ جناب امیرؓ تک پہنچایا۔ آپ یہ حال دریافت فرما کر غضب ناک ہوگئے اور فرمایا "بشر قاتل ابن صفیۃ بالنار" یعنی ابن صفیہ کے قاتل کو آتش دوزخ کی بشارت دے" اور پسر ابن صفیہؓ زبیرؓ ابن عوام ہیں اور صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی ہیں۔
جب یہ کلام اس شخص تک پہنچا وہی خنجر اپنے پیٹ میں مار کر جہنم رسید ہوا اس پہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَاتِلُ ابْنِ صَفِيَّةَ بِالنَّارِ۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ابن صفیہ کا قاتل آتش دوزخ میں ہے۔ (یعنی زبیرؓ کا قاتل دوزخی ہے)

اہل بیت کے فضائل

اَتَانِی مَلَکٌ فَسَلَّمَ عَلَیَّ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ لَمْ یَنْزِلْ قَبْلَهَا فَبَشَّرَنِیْ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ۔ رواہ ابن عساکر ۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا آتے ہی مجھ کو سلام کیا (یہ) آسمان سے اترا اس سے پہلے نہ اترا تھا پس مجھ کو بشارت دی کہ حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ زہراؓ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا ۔ رواہ الترمذی
حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میرے باغ کے دو پھول ہیں، یعنی دنیا میں میرے گل مراد و ثمر فواد ہیں، اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَیْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَیْنُ فَاَدْخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا۔ رواہ مسلم ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے اور صوف کا ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھے جس پر کجاوہ شتر کی صورت کے نقش تھے کہ حسن رض ابن علی رض آ گئے آپ نے ان کو کمبل میں لے لیا پھر حسین رض آئے ان کو بھی داخل کیا پھر حضرت فاطمہ زہرا رض تشریف لائیں ان کو بھی اسی میں داخل کیا پھر حضرت علی رض آئے ان کو بھی اسی میں لے لیا اور یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اہل بیت اللہ تعالٰے یہ چاہتا ہے کہ تمہاری پلیدی دور کر دے اس کو مسلم نے روایت کیا۔

فائدہ :۔ اس آیت کا نزول اوّلاً ازواج مطہرات کے لئے ہوا اور ثانیًا بطریق اولیت ان نفوس اربعہ طاہرہ کے حق میں۔

لَمَّا نَزَلَتۡ ھٰذِہِ الۡاٰیَۃُ نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَکُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَکُمۡ الۡاٰیَۃ دَعَا رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیًّا وَفَاطِمَۃَ وَحَسَنًا وَحُسَیۡنًا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھۡلُ بَیۡتِیۡ ۔ رواہ مسلم ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا مضمون یہ ہے کہ بلائیں ہم اپنے فرزندوں کو اور اپنی عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو ۔ تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رض اور فاطمہ رض اور حسن اور حسین رض کو طلب کیا اور فرمایا ۔ الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں اس کو مسلم نے روایت کیا۔

إِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِیْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَیْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ میں تم میں دو چیزیں بزرگ قدر وگرانبار یعنی عالی مرتبہ چھوڑتا ہوں۔ اول کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور اس کو اختیار کرو پس آپ نے کتاب اللہ کے عمل پر کمال تحریص کی اور رغبت دلائی پھر فرمایا کہ "میرے اہل بیت" یعنی میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ یعنی ان کی تعظیم و توقیر اور محبت کے بارے میں اس کو مسلم نے روایت کیا۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے دو چیزوں کا اہتمام اور ان کی محافظت نکلی ایک قرآن شریف کی پیروی کہ خدا کا فرمان ہے، احکام دینی اور جمیع امور کی تفصیل اس میں موجود ہے۔ دوسرے اہل بیت کی تعظیم وتوقیر کی رعایت اور ان سے محبت کا وجوب اور یہ حکم تمام اہل بیت کو شامل ہے۔ اور اہل بیت جملہ قسم کے ہیں "ازواج مطہرات" اولاد (۳) بھائی (۴) چچا (۵) پھوپیاں اور لوگ جو علاقۂ مصاہرت رکھتے ہیں جیسے خسر اور داماد۔

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى

سَائِرِ الطَّعَامِ رواہ مسلم ۔ بہت سے مرد کمال کو پہنچے اور عورتیں کمال کو نہ پہنچیں مگر مریم عمران کی بیٹی اور آسیہ فرعون کی بیوی اور خدیجہ خویلد کی بیٹی اور فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی اور عائشہ رضؓ عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی) کو تمام کھانوں پر ہے ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے پانچ عورتوں نے ذاتی صفاتی فضیلت پائی ، مریمؑ ، آسیہؑ ، خدیجہؓ ، فاطمہؓ عائشہؓ اور ہر ایک وجوہ فضل میں یکتا ہے ۔ عائشہ صدیقہ رضؓ عمدہ فضیلت رکھتی ہیں اس لیے آپ کے منہ سے ان کے بارے میں لفظ فضل نکلا جو لفظِ کمال سے ابلغ ہے اور ظاہر ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کی ذاتی و صفاتی فضیلت ابواب علم و سخا و زہد و تقویٰ اور نفع رسانی امت میں عموماً اور خصوصاً اعلیٰ درجہ پر ہیں اور سیدۃ النساء رضؓ طہارت ذاتی و زنہایت صفاتی رکھتی ہیں ۔ ابواب زہد و تقویٰ میں ان کی فضیلت اور جناب نبویؐ کے اخلاق و افعال سے مشابہت ایک بلند مرتبہ اور عالی منصب ہے (یعنی ان کے اخلاق و عادات جناب رسالت سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں ۔

اَحَبُّ اَھْلِی اِلَیَّ فَاطِمَةُ رواہ الترمذی ۔ مجھ کو اپنی اہل میں زیادہ محبوب فاطمہ رضؓ ہیں ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا
صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ٥

نَظَرْتُ اِلٰی ھٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ وَیَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُھُمَا ۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد والنسائی ۔ خدا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور آیت کا مضمون یہ ہے کہ تمہارے اولاد اور اموال آزمائش کا سبب ہیں ہیں نے اِن دو بچوں (یعنی حسن رض اور حسین رض) کو دیکھا کہ چلتے تھے اور ٹھوکر کھاتے تھے پس مجھے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے کلام ختم کر دیا ۔ اور ان کو اٹھالیا (یعنی آپ نے اس حال میں کہ خطبہ پڑھتے تھے ان کو پھسلتا اور گرتا دیکھ کر خطبہ چھوڑ کر دونوں کو گود میں اٹھالیا) اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ شَنْفَا الْعَرْشِ وَلَیْسَا بِمُعَلَّقَیْنِ ۔ رواہ الطبرانی

حسن رض اور حسین رض دونوں عرش کے گوشوارے یعنی عرش کی آرائش و زینت ہیں اور عرش پر معلق نہیں ہیں ۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا

فائدہ

شنف سے مراد گوشوارہ حسی نہیں کہ زیور کی قسم سے ہو ۔ اور عرش پر معلق ہو بلکہ گوشوارہ معنوی مراد ہے جیسے کہ حدیث میں حضرت امیر حمزہ رض کے حق میں اسد اللہ آیا ہے ۔

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

رواہ احمد وابن ماجہ ۔ جو حسن رض اور حسین رض کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے اور

جو ان کو دشمن جانتا ہے وہ مجھ کو دشمن جانتا ہے۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ۔ رواه الترمذی والبزار — میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی، جو اس پر سوار ہو گیا ہلاک ہونے سے بچ رہا اور جو رہ گیا اور سوار نہ ہوا غرق ہو گیا یعنی جو ان سے محبت رکھتا ہے اور ان کی معیت اور موافقت کرتا ہے خدا کی حمایت اور نصرت میں آجاتا ہے۔ اس کو ترمذی اور بزار نے روایت کیا۔

سَأَلْتُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِيْ وَلَا يَتَزَوَّجَ لِيْ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِيْ اِلَّا كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ فَاَعْطَانِيْ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ۔

میں نے اپنے پروردگار سے جو بابرکت و بزرگ ہے درخواست کی کہ میں اپنی امت میں سے کسی سے نکاح نہ کروں اور نہ کوئی میری امت میں سے نکاح کرے مگر (یہ کہ) وہ جنت میں میرے ہمراہ ہو پس خداوند تعالیٰ نے مجھ کو یہ بات عطا کی۔ اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا۔

فائدہ:۔ یعنی جس کو رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زوجیت حاصل ہے وہ دخولِ جنت کی بشارت میں داخل

ہے۔ داخل ہے۔ عام ہے کہ نکاح کی خواستگاری آنحضرت صلعم کی طرف سے ہو یا دوسروں کی طرف سے۔

اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَہْلِ بَیْتِیْ وَاَصْحَابِیْ۔ رواہ ابن عدی والفردوس۔ تم میں پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ شخص ہے جس کو میرے اہل بیت اور اصحاب کی محبت زیادہ ہے اس کو ابن عدی اور فردوس نے روایت کیا۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ جس کو آل اور اصحاب کی محبت نہیں پل صراط پر اس کا قدم لغزش کرے گا اور منشاء اس کا یہ ہے کہ آل اور اصحاب کی محبت نہ ہونے سے اس کے ایمان میں خلل واقع ہوگا۔

ھٰذَانِ اِبْنَایَ وَابْنَا بِنْتِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا رواہ الترمذی۔ یہ دو یعنی حسن اور حسین میرے نواسے ہیں الٰہی میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھے اس کو دوست رکھ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِنْ نِّعْمَۃٍ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ بِحُبِّیْ رواہ الترمذی۔ اللہ کو دوست رکھو اس لئے کہ وہ تم کو نعمتیں کھلاتا ہے اور اللہ کی دوستی کی وجہ سے مجھ کو دوست رکھو اور میری دوستی کی وجہ سے میرے اہلبیت کو۔ اسکو ترمذی

نے روایت کیا۔

فائدہ: یعنی منعم حقیقی کی نعمتوں کی وجہ سے اس سے دوستی رکھو اس کی دوستی کی وجہ سے اس کے پیغمبر سے اور اس کے پیغمبر کی دوستی کی وجہ سے اس کے اہل بیت سے

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَلٰی حُبِّھِمْ وَاَمِتْنَا عَلٰی حُبِّھِمْ وَاحْشُرْنَا مَعَھُمْ تَحْتَ لِوَائِھِمْ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَتْبَاعِھِمْ۔

آمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْن ۰

فارسی متن

تالیف :- شاہ عبدالعزیز دہلوی

رسالہ وسیلۃ النجات

تصنیف فخر المحدثین ذو العلم والتمیز مولانا شاہ عبد العزیزؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حق حمدہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وجندہ اللّٰہم یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک سبب تالیف شخصے از آشنایان کہ بمذہب تشیع الفت داشت استدعا نمود کہ چند کلمہ در بیان دلائل حقیقت فرقہ ناجیہ باید نوشت بحکم الدین النصیحۃ اجابت آں سؤل کردہ آمد و ایں رسالہ را وسیلۃ النجات نامیدہ شد والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

سوال در میان اہلسنت وشیعہ گفتگو بسیار واقع شدہ سُنیان دعویٰ می کنند کہ مذہب ما برحق است وموافق قرآن وحدیث است وکتاب ہائے ہمہ باطل وافترا النسبت مذہب اہل بیت ہست بلکہ مذہب اہل بیت ہمیں است کہ ما میداریم وشیعہ ہم ہمیں دعویٰ میکنند کہ قرآن مذہب ماست و طریقہ امام جعفر صادق رض است وکتاب ہائے سنیاں را غیر معتبر میگویند

ودریں بارہ جواب شافی از آیات قرآنی کہ در آں جائے دم زدن کسے نباشد و عذر منقطع گردد باید نوشت کہ طالبان راہ نجات بر آں عمل نمایند تا از مذہب باطل دست بردارند جواب اے برادر اول بنائے ہر مذہب را دریافت کن و کتابہائے ہر فریق را یکسو گذار و در طاق بنہ و چوں بہ بنائے ہر یکے واقف شوی آں بنا را بر آیات قرآنی مطابق کن و بنائے ہر کدام مذہب کہ محکم و راسخ بینی آنرا مذہب حق دانستہ کتابہائے آں بخواں و بعمل آرد و بنائے ہر مذہبے کہ باطل یابی کتابہائے آنہا را وساوس شیطانی دانستہ در آب انداز و گرد آں ہرگز مگرد و آنہا را پارہ پارہ کن و یقین داں کہ آں مذہب اہل بیت نیست بلکہ مذہب شیطان است پس بدانکہ بنائے مذہب اہل سنت بر ایمان و تقویٰ و صلاح و راستی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و غیرہم از مہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ہزارہا کس بودند ہمراہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و تا مدت حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ در نصرت و حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خلافت خود عدل و انصاف و راستی گزیدند و خدمت اہل بیت و محبت آنہا بجا آوردند و امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ با آنہا نشست و برخاست نمودہ ہمراہ آنہا با کفار جہاد کردہ و در پس آنہا نماز خواندہ و ہمیشہ با آنہا محبت داشتہ و بعد وفات آنہا در حق آنہا دعائے خیر نمودہ بسیار مدح و مناقبت آنہا بیان فرمودہ و بنائے مذہب شیعہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ و غیرہم ہزاراں

صحابہ سید ابرار ست کہ اینہا میگویند کہ ہمہ آنہا ایمان نفاق آوردہ بودند
ہجرت ہم برائے ریاست وطمع دنیا کردہ بودند وہمہ جہاد وعبادت آنہا
برائے ریا بود نہ برائے خدا وبعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
با اہل بیت او ایذا رسانیدند وعلی مرتضیٰ رض را یاری نکردند وحق او نیز
وبگرفتند ومتابعت ونماز علی رضی اللہ عنہ ہمراہ اینہا بنا بر خوف وتقیہ بود
حتی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ دختر طاہرہ خود را در نکاح عمر برائے
تقیہ داد ونام پسران خود ابوبکر رض علی رض وعمر رض علی رض وعثمان رض علی رض ہم برائے
تقیہ نہاد وصحابہ مخلصین اندک بودند ابوذر رض ومقداد رض وسلمان رض وعمار رض
وجابر رض وچند کس دیگر اے برادر چوں بنائے ہر دو مذہب دریافتی پس
پس بدانکہ دلیل بر بنائے مذہب اہل سنت آیات قرآنی بسیار اند کہ
ہر یک از آں برائے اثبات واستحکام ان بنا کافی است وبنا بر اختصار
دریں مقام چند آیات نوشتہ می شود قولہ تعالی۔ : وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ
مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ــــ وسابقین کہ اولین اند از مہاجرین وانصار
ودانانکہ پیروی ومتابعت سابقین کردند بہ نیکوئی یعنی با ایمان وطاعت
راضی شد خدائے تعالیٰ از انہا وراضی شدند آنہا از خدائے تعالیٰ
وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔ ومہیا کرد خدا برائے
آنہا بہشت ہا کہ جاری اند زیر منازل یا درختان آنہا نہر خَالِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا۔ ایں ہمہ مہاجرین وانصار ومتابعت کنندگان آں ہا

دربہشت ہا باشند ہمیشہ ایں آیت بر ملا ندا مے کند کہ مہاجرین و انصار سابقین ہمہ بہشتی اند و متابعت کنندگاں آنہا کہ بعد آنہا بودند و طریقہ آنہا اختیار کردند آنہا ہم ہا بہشتی اند و شک نیست کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ از مہاجرین اولین است کہ وقت ہجرت ہمراہ پیغمبر صلعم بود و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و بسیارے دیگر از مہاجرین اولین اند و ہر کہ ابوبکرؓ را از مہاجرین اولین نداند بسبب انکار ایں آیت کافر باشد قال اللہ تعؔ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا — چوں بیروں کردند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار مکہ در حالیکہ دوم دو کس بودند چوں بودند ہر دو در غار چوں میگفت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم در یار خود را کہ ابوبکر صدیقؓ است اندوہگین مشو بدرستیکہ خدا با ماست و متابعت کنندگان آنہا بواقعی مہاجرین و انصار ند کہ بعد اینہا ایمان اوردند و ہجرت و نصرت کردند و حق تعالےٰ دریں آیت خبر داد کہ ہمیشہ در بہشت خواہند بود پس ثابت شد کہ ایشاں قطعی بہشتی اند ہر کہ ایشاں را بہشتی نداند بسبب انکار ایں آیت کافر باشد و اگر دریں مقام شیطانے بیاید و ترا وسوسہ دہد کہ شاید مراد ازیں آیت مہاجرین باشند کہ شیعہ در حق اینہا حسن ظن دارند کہ ہجرت آنہا فی سبیل اللہ بود و ہجرت ابوبکرؓ وغیرہ برائے طمع دنیا بود جواب او بگو کہ اے ابلیس دروغ میگوئی بلکہ ہجرت جمیع مہاجرین برائے خدا بود چنانچہ در آیتے کہ اول بعد ہجرت بود

درباب قتال نازل شده اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اذن و دستوری داده شد بجنگ کردن کفار مرکسانے راکہ میخواہند کارزار کردن را یعنی مہاجرین را بسبب آنکہ آنہا از دست کفار ظلم کشیدہ بودند اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ ۔ و بدرستیکہ خدائے تعالیٰ بر نصرت کردن آنہا ہر آئینہ قادر ست اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ آنانکہ بیرون کردہ شدند از سراہائے شان بغیر حق مگر آنکہ میگفتند آنہا کہ پروردگار ما تعالیٰ است یعنی از ایشاں ہیچ گناہے نشدہ کہ بسبب آں بیروں کردہ شدند مگر فقط بسبب ایمان آنہا را بیروں کردند پس ازیں ثابت شد کہ ہجرت جمیع مہاجرین خَالِصًا لِلّٰہِ تعالیٰ نہ برائے طمع دنیا پس ثابت شد کہ ہمہ مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم منصور اند اے برادر ہرکہ ایمان بقرآں داد چوں بروئے ثابت شد کہ خدائے تعالیٰ کسے را جنتی فرمود و گفت کہ انہا در جنت بو سبیل ابد و دوام باشد تمام اعتراضات درحق وے ساقط گشت چراکہ حق تعالیٰ عالم الغیب است و میداند کہ از فلاں بندہ در فلاں وقت حسنہ یا در فلاں وقت سیئہ بظہور خواہد آمد و باوجود آں اگر او را فرماید کہ ایں را جنتی نمودم دریں ضمن اشارتست بمغفرت جمیع زلالت وے متحقق گشت پس دیگر بندگان را درحق آں کس طعن و تشنیع نمودن اعتراض بجناب الٰہی کردن ست گویا کہ اعتراض کنندہ می گوید کہ ایں بندہ بداست خدائے تعالیٰ او را چرا بہشتی میکند و ظاہر است کہ اعتراض کردن دریں مقام کفر است و بندہ را کہ

خدائے تعالےٰ بہشتی خوانده است البتہ وے بہشتی است ۔ واعتراض کسے درحق وے ضرر سے ندارد واور دوزخی نمیگنند لیکن اعتراض کننده وے کافراست پس بایں وجہ تمام شبہات شیاطین ساقط شد واحتیاج نماند کہ بجواب آں پرداختہ شود اما برائے تسلی سائل رجم الشیاطین کرده می شود پس اگر شیاطین بیاید وترا وسوسہ کند کہ درسورۂ انفال درقصہ بدر نازل شده قولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۔ ترجمہ آیت اے کسانیکہ ایمان آورده اید چوں ملاقات کنید بکفار پس پشت مدہید از جنگ کفار قولہ تعالےٰ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وہر کہ پشت دہد از جنگ کفار مگر درحالیکہ برگردنده باشد برائے جنگ یا پناه آرنده بسوئے جماعت مومنین پس تحقیق رجوع کرد بخشم از خدا وجائے او جہنم است وگویند کہ صحابہ درجنگ احد وحنین گریختہ اندر جواب او بگو و بدر کہ مقام نزول آیت است کسے نگریختہ بلکہ ہمہ ثابت قدم ماندند چنانچہ حق تعالےٰ میفرماید وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۔ ترجمہ آیت بدرستیکہ نصرت داد شما را خدا تعالےٰ درجنگ وحالانکہ شما خوار بودید درچشم کفار بسبب قلت ودرقصۂ بدر اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ ترجمہ یاد کن اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں وحی میکرد پروردگار تو بسوئے فرشتگان کہ من باشما ام قولہ تعالیٰ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ترجمہ پس ثابت دارید مومنان

روایت مذکور بر کفر دلالت ندارد بلکہ بر آنکہ گریختن از جنگ کفار حرام است و حق تعالے اگر است خواہد بخشد اگر خواہد عذاب کند و لہٰذا چوں در جنگ احد فرار واقع شدہ حق تعالیٰ ازاں عفو فرمود قولہ تعالےٰ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْهُمْ پس اعتراض ساقط شد کہ روز حنین اولاً فرار نمود و ثانیاً چوں عباس رضؓ آواز داد یا عباد اللہ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہ ندائے آورد آمدند و جنگ عظیم نمودند و توبہ محقق گشت و از پس کہ ایشاں ناصران دین خدائے تعالےٰ بودند حق تعالےٰ بموجب وعدہ خود قولہ تعالےٰ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ نصرت ایشاں کردند و غیبے از ملائکہ برائے ایشاں فرستادہ لبشارت نزول سکینہ کہ خاصہ مومنین کامل الایمان ست دربارہ ایشاں نازل فرمود چنانچہ میفرماید قولہ تعالیٰ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ترجمہ بدرستیکہ نصرت داد شما را خدائے در غزدہ ہائے بسیار و حنین و میفرماید ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ترجمہ لپس نازل فرمود خدائے تعالےٰ سکینۃ آرام خود را بر پیغمبر خود صلی اللہ تعالےٰ وآلہٖ وسلم و بر مومنان کہ بہ ندائے عباسؓ بازگشتند وآمدہ تدارک مافات کردہ قتال شدید نمودند قولہ تعالےٰ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ترجمہ و فرستادہ لشکر ہائے ملائکہ کہ شما اے صحابہ بہ چشم خود ندیدید آنہا را و قولہ تعالےٰ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ترجمہ و عذاب کرد و شکست داد کفار را اے عزیز تامل فرما کسانیکہ ایں قدر رحمت الٰہی دستگیر حال آنہا باشد ہر گاہ کہ بتقاضائے لبشریت بلغزند و فرشتگان

برائے امداد آنہا آیند و سکینہ الٰہی در بارہ آنہا ترعل یا بد کار مسلمان باشد کہ تمام آیات رحمت و مغفرت را فراموش کند و آنہا را ہدف مطاعن سازد معاذ اللہ تعالیٰ من خبث الباطن و شر الشیطان و شرکہ و باز اگر شیطان بیاید ـــ۔ و ترا وسوسہ کند کہ شاید آنہا منافق باشد کہ در آں وقت منافقاں ہم بودند چنانچہ در قرآن مجید ذکر منافقاں ہم بسیار آمدہ در جواب بگو کہ آرے منافقاں بودند لیکن منافقاں در اعراب بودند دہقاناں کہ مساکن آنہا گرد و مدینہ بود یا بعضے از ساکنان و در اہل مکہ یعنی مہاجرین و در انصار کہ ایمان و نصرت شاں منصوص است کسے منافق نبود چنانچہ می فرماید قولہ تعالیٰ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ترجمہ و بعضے ازاں کساں کہ در گرد شما باشند اے اہل مدینہ از بادیہ نشیناں منافقاں اند ـــ قولہ تعالیٰ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ترجمہ و بعضے از اہل مدینہ خالی شدند از نیکی در حالیکہ خو گردہ اند بر نفاق نمیدانی اے محمد آنہا را کہ عالم الغیب نیستی و میدانم بعد ازاں حق تعالیٰ آنہا را ہم چنانچہ میفرماید قولہ تعالیٰ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ترجمہ نیست در سزد خدائے تعالیٰ را کہ بگذارد مومناں را بر حالیکہ شما ہستید بر آں یعنی مختلط مومن و منافق تا کہ تمیز دہد و جدا کند پلید را از پاک یعنی منافقاں را از مومناں پس حق تعالیٰ تمیز داد آنحضرت صلعم را از حال آنہا مطلع گردانید و آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہ صحابی است اظہار فرمود برائے فضیحت و رسوائی پسران ایشان کہ مومنین مخلصین بودند بر دیگراں ظاہر نہ کرد اگرچہ بسیارے از منافقاں بسبب علامات نفاق فضیحت ہم شدند و ہمہ کس آنہا را دریافتند لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ بوجہ قبائح در قرآن یاد فرمودہ و در حق آنہا وعید شدید بیان نمودہ بوجہ احسن ظاہر شد و در صحابہ کہ اہل سنت در حق آنہا حسن اعتقاد دارند کسے منافق نبود چنانچہ حق تعالیٰ در حق منافقاں می فرماید قولہ تعالیٰ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ ترجمہ پس اگر توبہ کنند منافقاں از نفاق خود باشد بہتر مرا ایشاں را قولہ تعالیٰ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ترجمہ اگر رد گردانند توبہ در نفاق خود مانند عذاب کند خدائے تعالیٰ آنہا را عذاب در دنیا و آخرت قولہ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ترجمہ و نباشد ایشاں را در زمین ہیچ یارے و نہ مددگارے یعنی در زمین کسے یاری آنہا نکند و خدائے تعالیٰ در حق مہاجرین برخلاف ایں قبائح او صاف مے فرماید و وعدہ نصرت میدہد چنانچہ در آیت سابق در باب اذن قتال در حق مہاجرین خواندم لفظ قولہ تعالیٰ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ گذشت ترجمہ تحقیق خدائے تعالیٰ بر یاری کردن مہاجرین قادر است یعنی آنہا را یاری خواہد داد ہمدریں آیت ذکر ہمیں مہاجرین مے فرماید قولہ تعالیٰ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ترجمہ البتہ یاری خواہد داد اللہ تعالیٰ کسے را کہ دین او را یاری دہد و شک نیست کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ جمیع صحابہؓ

راکہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی ماندند خصوصاً خلفائے راشدین رض
را یاری داد کہ ہزار با مشرکان ومرتدان راکشتند وملک کسریٰ وقیصر را بہم
زدند وخلفائے راشدین رض را تمام صحابہ یاری کردند پس معلوم شد کہ
خلفائے ثلثہ رض از مہاجرین فی سبیل اللہ اند کہ حق تعالیٰ وعدہ نصرت کہ
مہاجرین دادہ بود درحق ایشاں بوجہ اتم راست گردید معلوم شد کہ
بواقعی اصحاب نیز ناصران دین خدا بودند واگر منافق بودندے کسے دست
آنہانمی گرفت ودر زمین کسے دست آنہا نبودے ونیز ظاہر شد کہ آنکہ
منکرین قرآن گویند کہ علی رض بعد آنحضرت طلب خلافت نمود وخانہ بخانہ
مہاجرین وانصار برائے قائم کردن حجت می گشت وکسے از آنہا
یاری اونکرد وحمایت او نمود ایں سخن شاں کفر صریح وکذب جلی و
انکار ایں آیت است چہ حق تعالیٰ دریں آیت وعدہ نصرت بمہاجرین
کردہ وشک نیست کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ زرئیس مہاجرین اول
است ومحال ست کہ کسے او را یاری نہ کردے پس ثابت شد کہ کسانیکہ
ایں سخن بجناب مرتضوی رض نسبت دشمن آنجناب اند کہ آیت منافقین
درحق می خوانند ومیگویند قولہ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ
مِنْ وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ وثابت شد کہ دوستان آنجناب اہل سنت اند
کہ او را نسبت نفاق نمیکنند بلکہ میگویند کہ اگر آنجناب طلب خلافت
برخاستے وارادہ آں داشتے واز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفظے در
حق خود نصیبے البتہ تصرف او نافذ گشتے وہمہ بیاری او برخاستندے

چنانچہ دربارہ مہاجرین در رد دیاقتہ پس معلوم شد کہ آنجناب خلافت صدیق رضؓ
برحق دانستہ بیعت نمودہ ہمیشہ ناصر و معین آنہا بودہ والحمد للہ علی ذالک
باز بشنو کہ حق تعالےٰ در فضیحت منافقاں چہ میفرمایدقولہ تعالیٰ لَئِنْ لَّمْ
یَنْتَہِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَا
اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ

ترجمہ ہر آئینہ اگر باز نیایند منافقاں از نفاق خود و اگر باز نیایند
کسانیکہ در دل آنہا بیماری است چوں ضعف ایمان و مانند آں و اگر
باز نیایند کسانیکہ خبر بدی افگنند در مدینہ از عیب لشکر اسلام میفرماید
اگر باز نیایند و توبہ نکنند ایں ہر سہ گروہ البتہ برگماریم و مسلط گردانیم ترا
اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برایشاں پس ہمسایہ تو نباشد در مدینہ
مگر اندک زمانہ یعنی زود از شہر مدینہ بیروں روند خوار و راندگاں
قال اللہ تعالےٰ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ترجمہ
ہر کجا کہ یافتہ شوند گرفتہ شوند و کشتہ شوند کشتہ شدنی بسیار ازیں آیت
ثابت شد کسانیکہ توبہ از نفاق نکردند در مدینہ از آنہا کسے نماند و آنہا
خراب شدند و ہلاک گشتند و کشتہ شدند پس معلوم کہ تمام صحابہ رضؓ بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در مدینہ باقی ماندند ہمہ ناصراں دین
خدا و حق پرست و اصحاب مخلص بودند پس آنچہ آنہا براں اجماع و اتفاق
کردند عین حق و ہدایت باشد نہ ظلم و ضلالت چوں قباحت منافقاں
شنیدی وصف مہاجرین ہم برعکس ایں بشنو قال اللہ تعالےٰ ـــ

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً" ترجمہ۔ وکسانیکہ ہجرت کردند در راہ خدائے تعالےٰ از پس آنکہ ظلم کردہ بودند برایشان کفار مکۃ البتہ جا دہیم ایشاں را بہ بلدہ نیکو یعنی در مدینہ مطہرہ قولہ تعالےٰ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ترجمہ وہر آئینہ ثواب آخرت بزرگتر ست یعنی برایشاں اگر کسے بقرآن ایمان داشتہ باشد ہمیں یک آیت اورا برائے دفع تمام وساوس شیطانی کافی است چہ حق سبحانہ تعالےٰ دریں آیت درحق مہاجرین فی سبیل اللہ وعدہ کردہ یکے در دنیا دوم در آخرت وشک نیست وعدہ دنیا بوفا رسید وہمہ مہاجرین در مدینہ جا گرفتند خصوصًا خلفائے ثلثہ کہ ہم درحیات خود ہماں جا بودند وہم بعد وفات ہمانجا مدفون گشتند شیخین بمرقد منور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیوستند وعثمان رضہ در بقیع رونق افزا گردید واگر معاذ اللہ منافق بودندے بحکم آیت سابقہ کہ در ذکر سابقہ کہ در ذکر منافقین خواندم حق تعالےٰ رسول خدا صلعم برآنہا مسلط کردے وآنہا را از مدینہ بیروں شدندے وگرفتہ شدندے وکشتہ شدندے بخواری ورسوائی وکسے سخن آنہا ہم نہ شنیدے چہ جائے امامت وخلافت پس کالشمس فی نصف النہار واضح ولائح شد کہ آنہا مہاجرین فی سبیل اللہ وقطعی بہشتی اند و در آخرت اجر ثواب آنہا بحکم وعدہ دوم بزرگتر خواہد بود وہمچنیں دیگر صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ بعد وفات وے تمام در مدینہ باقی ماندند

ہمہ ناصران دین خدا بودند وکامل الایمان ونفاق را بہ حکم آیت قرآنی گرد آنہا را نبود پس ہرچہ آنہا بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برآں چیز اتفاق واجماع کردند عین ہدایت ودیانت باشد وکار مسلمان نیست کہ با ایں ہمہ تصریحات قرآنی بر کسے از آنہا اعتراض کند ومع ہذا باز اگر شیطان بیاید ووسوسہ کند کہ شاید از آنہا بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت اقتدار وغلبہ چیزے خلاف شریعت بظہور آمدہ باشد کہ بسبب آں شیعہ در شبہہ افتادہ اند در جواب او بگو کہ دروغ می گوئی بلکہ ہرچہ آنہا در ایام خلافت وقدرت خود کردہ اند برائے احکام شرع واز باب امر معروف ونہی منکر کردہ نہ بنا بر تعصب وفساد چنانچہ حق تعالیٰ در وصف مہاجرین در آیت سابق کہ در باب اذن بقتال خواندم میفرماید قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ترجمہ یعنے حال وصفت مہاجرین ایں است کہ اگر تمکین وقدرت دہیم ایشاں را در زمین برپا دارند نماز را ودہند زکواۃ را وامر کنند دیگر آنرا باحکام شرعی ونہی فرمایند از منکرات وخلاف شریعت پس محال است کہ از مہاجرین در وقت اقتدار وتمکین ظلم وفساد بظہور آید پس نسبت کردن ظلم بر آنہا انکار ایں آیت باشد نعوذ باللہ منہ باز اگر وسوسہ کند کہ در قرآن وارد شدہ قال اللہ تعالیٰ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ ــ ترجمہ اے کسانیکہ ایمان آوردہ اید ہر کہ برگردد و مرتد شود از شما از دین خود پس زود باشد کہ بیارد خدائے تعالیٰ قائم کند برائے قتال مرتدان قومی را کہ دوست میدارد خدا آنہا را و آنہا دوست میدارند خدا را مہربانان بر مومنان غلبہ کنندگان بر کافران قولہ تعالیٰ : یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ــ ترجمہ :۔ کہ جہاد خواہند کرد آں قوم بمرتدان در راہ خدا و نہ خواہند ترسید از ملامت ہیچ ملامت کنندہ و اگر گوید کہ ایں آیت چہ معنی دارد در جواب او بگو کہ دریں آیت کمال مناقبت صدیق اکبرؓ وغیرہ اصحاب رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است کہ آنہا مسیلمہ کذاب را در خلافت صدیق اکبرؓ بہ کشتند و دیگر فرقہ ہائے اعراب کہ تفصیل آنہا طول دارد مرتد شدہ بودند و انکار زکوٰۃ مے کردند ہمہ آنہا جہاد کردند و آنہا را تہ تیغ کشیدند و بسیارے از آنہا باز اسلام آوردند و از ایں آیت تہمت ارتداد از صحابہ بوجہے باطل شد کہ فوق آں متصور نیست چہ اگر کسے از صحابہ مرتد بودے معاذ اللہ دیگر مومنان مومنان کامل الایمان با آنہا جہاد کردے و آنہا را بکشتندے و شک نیست کہ بخلفائے ثلثہ رضؓ کسے ازیں کامل الایمان جنگ نکرد بلکہ علیؓ و ابوذر رضؓ مومنان کامل الایمان متابعت و موافقت آنہا کردند پس واضح گشت کہ آنہا مومنانِ کامل الایمان و جنتی و از مجاہدین فی سبیل اللہ اند کہ در وصف آنہا آیات لا تحصٰی وارد شدہ قال اللہ تعالیٰ

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا
اَبَدًا۔ صفت شان است وظاہر شد کہ تمام مہاجرین والصار بر عین
وحق وکمال ایمان وہدایت بودند واجماع واتفاق شان مرضی ومقبول
الٰہی ست کسے راکہ برآنہا طعن وتشنیع نمودن جائز نباشد بلکہ شب وروز
دعائے مغفرت درحق آنہا خواندن وظیفہ مسلمانان است وہر کہ طعن
وتشنیع کند ودرحق آنہا دعائے خیر نکند وبا آنہا کینہ دارد کافرست و
از جماعت مسلمین خارج چنانچہ حق تعالٰے مسلمانان را در قرآن برسہ
قسم منقسم ساختہ قولہ تعالٰے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ومال برائے فقراء است کہ ہجرت
کنندگان اند آنانکہ بیرون کردہ شدند از خانہا واموال شان در
درحالیکہ طلب میکردند فضل خدا را ورضامندی ونصرت
می کردند دین خدا ورسول صلعم او را یعنی ہجرت ایشان برائے خدا
ورسول او صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم برائے نصرت دین خدا
بود نہ برائے اغراض دنیوی قال اللہ تعالٰے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ
وآں گروہ ایشان اند راست بازاں ہم در اقوال وہم در افعال قسم
دوم قولہ تعالٰے وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
ومال فی برائے کسانے است کہ جاگرفتند در سرائے ہجرت ودخال ایمان
یعنی مدینہ مطہرہ پیش از ہجرت مہاجرین قولہ تعالٰے یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ

الیہم ترجمہ دوست میدارند کسے راکہ ہجرت کند بطرف ایشاں یعنی مہاجرین را محبت داشتند قولہ تعالیٰ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا دمنی یابند انصار حسدے و دغدغہ در سینہ ہائے خود از آنچہ عطا دادہ شود یعنی آنچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایشاں عطا فرماید باں راضی میشوید وقبول میکنند قولہٗ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وایثار میکنند ومقدم میدارند انصار مہاجرین را بر نفسہائے خود اگرچہ ہست برایشاں حاجت یعنی اگرچہ انصار ہم حاجت بمال دارند اما بسبب علو ہمت میخواہند کہ حاجات مہاجرین روا گردد وتمام اموال برایشاں قسمت یابد قولہ تعالیٰ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ترجمہ وہر کہ نگاہ داشتہ شود از بخل نفس خود پس آں گروہ ایشانند فلاح یافتگاں اے عزیز حق سبحانہ تعالےٰ انصار را دریں آیت بمحبت مہاجرین وخدمت آں بزرگواران ستائش نمودہ ہمیں سبب فلاح را وابستہ ایشاں فرمودہ پس ہر کہ ارادہ نجات وفلاح خود جستن منظور باشد مانند انصار محبت مہاجرین را شیوہ خود سازد از کینہ وعداوت وطعن وتشنیع آنہا دور بودہ شب وروز دعائے مغفرت درحق آنہا خواند تا در زمرہ قسم سوم محشور شود چنانچہ میفرماید قولہ تعالیٰ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ ترجمہ وفی برائے کسانے است کہ آمدند بعد مہاجرین وانصار میگویند قولہ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ترجمہ اے پروردگار بیامرز مارا وبرادران

مارا کہ سبقت کردن از ما بایماں قولہ تعالےٰ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ ترجمہ و مگرداں در دلہائے ما کینہ و عداوت برائے کسانیکہ ایمان آوردند یعنی در حق صحابہ دعائے خیر میکنند و می گویند کہ حق تعالیٰ دلہائے مارا از کینہ صحابہ پاک سازد و قولہ تعالیٰ رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ اے پروردگار ما بدرستیکہ تو مہربان رحمت کنندہ ہستی بر ما دعائے مارا اجابت فرما ازیں آیت ثابت شد کہ در حق صحابہ دعائے خیر باید نمود و کینہ را یکسو باید نہاد و بہ ہیچ وجہ زباندرازی نباید کرد تا در زمرہ اہل اسلام محشور گردد و گرنہ از ہر سہ قسم مسلماناں خارج مے شود نعوذ باللہ من عذاب اللہ تعالےٰ ایں است بنائے مذہب اہل سنت وجماعت و بحمد اللہ سبحانہ ایں بنا بنہجے راسخ است کہ اگر تمام جن دانس جمع شدہ خواہند کہ ایں بنا را بکنند و جنبش دہند نہ توانند کرد کہ چہ جنبش ایں بنا را آں نگاہ متصور گردد کہ چنانچہ اہل سنت برایماں مہاجرین و انصار وغیرہ صحابہؓ بیدا ابراو آیات بینات و نصوص محکمات قائم کردند و وساوس شیطان را بوجہے دفع کردند کہ ہرگز منشور انگشت و اثرے ازاں نماید مخالفاں ہم اگر در دعوی خود صادق اند ہمیں نمط آیات محکمات را کہ تاویل راباآں رہ نبود بر کفر و نفاق جمیع مہاجرین و انصار قائم کنند آنگاہ بحث و گفتگو کتابی و سوال و جواب علمی بکار برند و گرنہ عبث زباندرازی کردن و آیات و نصوص را انکار نمودہ برائے خود آتش دوزخ خریدہ از قسم سوم مسلماناں خارج میشوند و خود معلوم است کہ در قرآن یک آیت ہم بر کفر و نفاق

مہاجرین وانصار موعود نیست وچگونہ ایں معنی صورت بندد کسانیکہ مرا
کہ حق تعالےٰ جا بجا مدح ومناقبت بیان نمودہ باشد وایمان وتقویٰ و
جہاد وصلوٰۃ وغیرہ اعمال صالحات شان ذکر کردہ باشد قولہ تعالیٰ
وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی بودہ باشد وشہادت بخلود جنت وبشارت نعیم
مقیم دادہ باشد باز چہ طور آنہارا کافر ومنافق گویند معاذ اللہ من الکفر
والنفاق پس ظاہر شد کہ بنائے مذہب منافقین بر آیات قرآنی نیست بلکہ
بقصہ ہائے تواریخ وواہیات عقل ست وقرآن مکذب ومبطل آں قصہ
ہا ومطمس آں خیالات شان ست پس معلوم شد کہ مذہب ایشان مذہب
اہل بیت نیست چرا کہ مذہب اہل بیت خلاف قرآن نباشد ومعلوم
شد کہ مذہب اہل مذہب اہل بیت ہمیں مذہب اہل سنت است
کہ موافق قرآن ست واگر ہنوز ہم ترا وسوسہ باقی ماند بشنو کہ جناب امام
زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ وعلی ابائہ الکریم در صحیفۂ کاملہ
کہ نزد شیعہ معتبر ومعمول است چہ میفرمایند عن زین العابدین علیہ
السلام ’’اللّٰھم واتباع الرسل ومصدقوھم من اھل الارض بالغیب عند
معارضۃ المعاندین لھم بالتکذیب والاشتیاق الی المرسلین کما فضلتھم
بحقائق الایمان فبکل دھر وزمان ارسلت فیہ رسولًا واقمت
لاھلہ دلیلًا من نسل آدم الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من
ائمۃ الھدیٰ وقدوۃ اھل التقی علی جمیعھم السلام فاذکرھم منک بمغفرۃ
ورضوان حاصل ایں عبارت آنکہ خدایا اصحاب جمیع پیغمبراں راکہ در وقت

تکذیب کفار تصدیق انبیا نمودند و ایمان با یشہا آوردند یا دکن بمغفرت و رضوان و حصول اصحاب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم بر اصحاب جمیع پیغمبران فضیلت دارند چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سید المرسلین ست اصحاب او در سادات اصحاب جمیع پیغمبران اند در حق آنہا دعلیہ تخصیص میفرمایند قولہ اللّٰہم و اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم خاصۃ خدایا علی الخصوص اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نوازش فرما دیاد بمغفرت و رضوان تما بعد ازیں در مقام مدح صحابہ آمدہ میفرمایند قولہ والذین احسنوا الصحابۃ ترجمہ وانانکہ نیک کردند صحبت پیغمبر را وحق صحبت بجا آوردند القیا والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ ترجمہ و انانکہ دادند عطا نیک را در نصرت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم قولہ وکنفوہ را ترجمہ و در بیان خود گرفتند و از شر اعدا محافظت نمودند آنحضرت صلعم را قولہ اسرعوا الی وفادتہ وسابقوا الی دعوتہ ترجمہ و سرعت نمودند در حاضری خدمت او و زود دعوت او را قبول نمودند و قبول نمودند چون قولہ واستجابوا لہ حیث اسمعھم حجۃ رسالتہ ترجمہ و اجابت قبول نمودند و قبول نمودند چون شنوانید ایشان را حجت رسالت خود کہ قرآن است وفارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ ترجمہ و گذاشتن زنان و پسران خود را در ظاہر کردن کلمہ و دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی ہجرت برائے خدا و برائے اظہار کردن اسلام بود نہ برائے طمع دنیا وغیرہ قولہ وقاتلوا الاباء والابناء فی تثبیت نبوتہ وانتصروا بہ ترجمہ

وجنگ وجدل کردن با پدران وپسران خود در محکم ساختن نبوت او دغالب آمدند بر کفار بسبب نصرت آنحضرت صلعم وخدمت او هر که را دین وعقل باشد بروئے مخفی نخواہد ماند که همه اوصاف جمیع صحابه انداز مهاجرین وانصار چه همه ها حمایت ونصرت کرده اند وبه پدران وبرادران خود جنگیده اسلام را قوی ساخته اند ودر هر معرکه وغزوات حاضر بودند ونصرت بر اعدائے دین حاصل نموده اند وفقط چند کس جابر رضی الله عنه والوذر وغیره تمام جنگها را فتح نکرده اند وتمام کفار را کشتند غلبه حاصل نه نموده اند چنانچه در غزوه بدر سه صد وسیزده کس ودر احد هزار کس ودر حنین دوازده هزار ودر تبوک سی هزار همچنیں در اکثر غزوات هزار ها صحابه رضی الله عنهم بودند وهمه آنها تصرف وحمایت مے کنند وهمه را غلبه وقوت دست میداد پس ثابت شد که بمذهب امام زین العابدین رضی الله عنه علم مغفور وبهشتی ولائق ومدح وثنا هستند پس بنا مذهب مخالفین که صحابه را در چند تن حصر میکنند از بیخ میکنده شد وظاهر شد که ایں قول اہل بیت نیست بلکه وسوسه شیطان ست که ازاں پناه بخدائے تعالیٰ باید جست ایضاً وَمَنْ كَانُوا الْمُنْطَوِيْنَ عَلٰى مَحَبَّتِهٖ ترجمه وآنانکه بودند پیچیده بر محبت آں سرور کائنات عاشق او بودند ایضاً يَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ فِیْ مَوَدَّتِهٖ ترجمه امید دار بودند سودے را که زیاں ندارد یعنی همه اصحاب آنحضرت در دوستی آنحضرت را برائے آخرت اختیار کرده بودند وایں ایشاں را البته سودمند خواهد بود نه موجب خسارت قوله وَالَّذِيْنَ هَجَرَتْهُمُ الْعَشَائِرُ اِذَا تَعَلَّقُوْا

بعد دعوتہ ترجمہ دانانکہ بگذاشتند وترک کردند آنہا راقبیلہ ہائے شان چوں دست زدند بحلقہ ہدایت آں سرور ۲ ایضاً - وَانْتَفَتْ مِنْهُمُ الْقُرَابَاتُ إِذْ سَكَنُوا فِي ظِلِّ قَرَابَتِهِ - ترجمہ ونیست نابود شد از ایشاں رشتہ ہائے قرابت چوں ساکن شدند در سایہ قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی چوں صحابہؓ باآنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان آوردند بخدمت وے کمر بستند تمام کفار عرب برائے عداوت برخاستند درشتہائے قرابت قطع کردند ایضاً فَلَا تَنْسَهُمُ اللّٰهُمَّ مَا تَرَكُوا لَكَ وَفِيكَ ترجمہ پس فراموش مکن درحق صحابہ رض خدایا آنچہ ترک کردند برائے تو ودر راہ تو یعنی خبر اسے ہجرت ونصرت ایشاں البتہ عنایت فرما ایضاً وَارْضِهِمْ مِنْ رِضْوَانِكَ ترجمہ وخوشنود وساز دراضی کن ایشاں را از رضوان وخوشنودی خود قولہ وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ عَلَيْكَ ترجمہ وجزا دہ آنہا را بسبب آنکہ جمع کردند خلق را بر تو قولہ وَكَانُوا مَعَ رَسُولِكَ دُعَاةً لَكَ وَإِلَيْكَ.. ترجمہ وبودند آنہا ہمراہ رسول تو صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم خوانندگان خالصاً برائے تو وبطرف تو یعنی چنانچہ خود در صحبت آنحضرت صلعم کامل شدہ بودند خالصاً اللہ تعالیٰ دیگر آنرا ہم بطرف خدا میخواندند وبسیار کنندہ.. کسانراکہ جمع کردن بردین اسلام یعنی ہزارہا مرد وزن بسعی آنہا در حلقہ اسلام آمدند اگر کسے طالب راہ قرآن در راہ اہل بیت خواہد دریں مقام تامل نمودہ براہ قرآن خواہد آمد چہ جمع کنندگان خلق بدین اسلام ہمہ صحابہ بودند ہم درحیات آنحضرت صلعم وہم بعد وفات آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ آنکہ حضرت ابوذرؓ وعمارؓ یا چند کس دیگر در تمام
بلاد رد کفر میکردند و تمام خلق خدا را تعلیم وارشاد میکردند کسے احمق ہم
ایں سخن نگوید چہ جائے کسیکہ دعویٰ علم قرآن داشتہ باشد قولہ وَاشْکُرْهُمْ
عَلٰی هِجْرَتِهِمْ فِيْكَ دِيَارَ قَوْمِهِمْ ترجمہ وجزا دہ ایشانرا بر ہجرت کردن
ایشان در راہ تو شہرہائے قوم خود را ایضاً وَخُرُوْجِهِمْ مِنْ سَعَةِ الْمَعَاشِ
اِلٰی ضِيْقِهٖ۔ ترجمہ وجزا دہ بر بیرون شدن شاں از فراخی معاش خود بسوئے تنگی
آں یعنی بسبب ہجرت از خانہ ہائے خود وعیش خود کنارہ گزیدند و در دیار
غربت در تنگی عیش افتادند ایضاً وَمَنْ عَلٰی مَنْ كَثَّرْتَ فِيْ اِعْزَازِ دِيْنِكَ
مِنْ مَظْلُوْمِهِمْ ترجمہ واحسان کن برآں کسانیکہ بسیار کردی بوجود آنہا
مطیعان خود را در عزیز ساختن دین تو از مظلوماں صحابہ یعنی مہاجرین اول
مظلوم بودند بعد از آنکہ ہجرت کردند وفتح شد دین بسبب آنہا غالب
گشت وبسیار مردمان مسلمان شدند ایضاً اَللّٰهُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَى التَّابِعِيْنَ
لَهُمْ بِاِحْسَانٍ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ
سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ خَيْرَ جَزَائِكَ ترجمہ۔ خدایا برساں پیروان صحابہؓ
کہ بہ نیکی پیروی آنہا کردند و راہ آنہا اختیار نمودند بہترین جزائے تو آں
تابعین کہ میگویند خدایا بیامرز مارا و برادران مارا کہ سبقت کردند از ما
بایمان یعنی در حق صحابہؓ دعائے خیر و مغفرت می کنند ایں کلام امام رضی اللہ
عنہ اشارت است بآنکہ قسم سوم از مسلماناں ہماں کساں اند کہ درحق
صحابہؓ دعائے خیر می کنند پس ثابت شد کہ موافق قرآن و موافق مذہب

اہل بیت اہل سنت وجماعت تابعان صحابہ اند کہ درحق آنہا دعائے خیر میکنند وکینہ بکسے از آنہا ندارند ودعائے حضرت سجاد رضی اللہ عنہ دربارہ مغفرت ایشاں است پس ایشاں مغفور وفرقہ باخیر اند نہ مخالفان ایشاں باز بشنغر کہ امام رضی اللہ عنہ درمدح تابعین چہ میفرمایند ایضاً ...
اَلَّذِیْنَ قَصَدُوْا حُجَّتَہُمْ آں تابعین کہ قصد کردند جحت دراہ صحابہ را ایضاً وَتَحَرَّوْا وِجْہَتَہُمْ وقصد بجانب ایشاں کردند ودید داشتہ براہ ایشان رفتند ایضاً ومضو علیٰ شاکلتہم ورفتند برطریقہ ومذہب صحابہ رض قولہ وَلَمْ یُثْنِہِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِہِمْ وباز نگردانید آں تابعین را شکے دربصیرت صحابہ یعنی شک نکردند درآنکہ صحابہ بہ ہدایت اند وبربصیرت ودروشنائی ایضاً وَلَمْ یَخْتَلِجْہُمْ شَکٌّ فِیْ قَفْوِ آثَارِہِمْ ترجمہ وخلجان نکرد وتخلید ایشاں را شکے درمتابعت وپیروی آثار آنہا صحابہ را برحق دانستہ متابعت آنہا کردند ودرحق بودن آنہا شک تیاوردند قولہ ...
وَالْاِئْتِمَامِ بِہِدَایَۃِ مَنَارِہِمْ ترجمہ وشک نکردند دراقتداکردن بہدایت درروشنائی صحابہ رض یعنی صحابہ رض را ہدایت داشتہ اقتدائے آنہا نمودند قولہ مُکَانِفِیْنَ وَمُوَازِرِیْنَ لَہُمْ ترجمہ آں تابعین حمایت کنندگاں واعانت کنندگاں صحابہ رض اند یعنی اگر کسے ملحد یا گمراہ بجناب پاک صحابہ طعن کند آں تابعین بجواب طعن اورا دورکنید ورحم نمایند ازیں لفظ تمام وساوس شیطانی کہ مخالفاں برصحابہ تہمت می کنند باطل شد ومعلوم شد کہ طعن درحق ایشاں کار مسلمان نیست بلکہ شیوہ اہل اسلام جواب د

رہ طعنہ ہائے صحابہؓ است و شک نیست کہ ایں وصف سوائے اہل سنت
در ہیچ فرقہ یافتہ نمیشود بلکہ روافض ہزارہا طعن بگمان فاسد بجناب آں
پاکاں نسبت میکنند ہمچنیں خوارج خذلہم اللہ تعالیٰ پس معلوم شد کہ فرقہ
ناجیہ اہلسنت اند نہ مخالفاں شاں وہو المطلوب ایضاً یَدِیْنُوْنَ بِدِیْنِہِمْ
ترجمہ اعتقاد میدارند آں تابعین بر دین صحابہ قولہ وَیَہْتَدُوْنَ بِھَدْیِہِمْ
ترجمہ و راہ میروند براہ صحابہ قولہ یَنْفِقُوْنَ عَلَیْہِمْ ترجمہ اتفاق می کنند
بر صحابہ یعنی بر حمایت و نصرت صحابہ متفق اند و ہر بلے دین شیطان وار
آمدہ بر صحابہ شبہہ اندازد او را جواب میدہند و میرانند قولہ وَلَا یَتَّہِمُوْا
فِیْمَا اَدُّوْا اِلَیْہِمْ ترجمہ و تہمت نمیکنند صحابہ را در چیزے کہ ادا کردند
بسا نیدند از احکام دین و احادیث پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بہ
ایشاں یعنی صحابہ را صادقین دانستہ تمام روایات احادیث از ایشاں
قبول کردہ براں عمل میکنند پس ثابت شد احادیث کتابہائے اہلسنت
کہ از اہل بیت و صحابہ مروییست ہمہ معتبر و مقبول است و مذہب
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ است و ظاہر شد کہ روایات
شیعہ و خوارج کہ از صحابہؓ مروی نیستند نزد امام زین العابدین رضی اللہ
عنہ کذب و افترا ست واگر در بعضے روایات شیعہ نسبت بہ بعضے
اہل بیت یا بعضے صحابہ کنند چوں آں روایات مخالف قرآن و مخالف
مذہب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہم بر آید ظاہر شود
کہ نہ آں قول اہل بیت است نہ قول صحابہ بلکہ کلام مفتری و کذاب

بر آئمہ طاہرین افترا کردہ باشد پس امام زین العابدین رض تمام روایات وکتب شیعہ باطل وافترا است اہل اسلام ومحبان قرآن واہلبیت را ازاں کنارہ گرفتن فرض عین است اے مومن طالب نجات آنچہ مذکور شد از کلام الہی وکلمات حضرت سجاد رضی اللہ عنہ اگر کسے طالب راہ جنت باشد یک کلمہ ازینہا در حق وکفایت است و اگر سعادت ازلی نصیب او نشد وبحکم ختم اللہ علی قلوبہم بہ کفر خود ثابت ماند او بسبب انکار قرآن برائے خود دوزخ خرید کرد او را بحث کردن در طریقہ مسلماناں چہ سود خواہد داشت۔

وَاللّٰهُ الْهَادِیْ وَعَلٰی کَرَمِهٖ اِعْتِقَادِیْ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

وسیلۃ النجات

تالیف

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

تہذیب و نظر ثانی

مولوی حکیم عبدالغفورؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

سب تعریف ثابت ہے واسطے اللہ کے وہ تعریف اسی کا حق ہے اور رحمتِ کاملہ نازل ہووے اس کے حبیب اور اس کے باقی سب بندوں پیارے پر۔ پروردگارا سے پھیرنے والے دلوں کے تو ثابت رکھ ہمارا دل اپنے دین پر۔ سبب تالیف احباب سے ایک شخص نے کہ شیعہ کا مذہب اچھا جانتا تھا مجھ سے استدعا کی کہ فرقہ ناجیہ کے حق ہونے پر جو دلائل ہیں اس کے بارے میں کچھ لکھنا چاہیے بحکم اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ کے وہ استدعا قبول کی گئی اور اس رسالہ کا نام وسیلۃ النجات رکھا گیا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

سوال - درمیان اہل سنت اور شیعہ کے بہت گفتگو واقع ہوئی ہے اہل سنت دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب برحق ہے اور قرآن و حدیث کے موافق ہے اور شیعہ کی سب کتاب باطل ہے اور صرف افترا ہے کہ اپنے مذہب کی نسبت اہل بیت کی طرف کرتے ہیں بلکہ اہل بیت کا مذہب یہی ہے جو ہمارا مذہب ہے اور شیعہ بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کے موافق ہمارا مذہب ہے اور ہمارا وہی طریقہ ہے جو امام جعفر صادق کا طریقہ ہے اور کہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابیں قابل اعتبار نہیں اس بارے میں جواب شافی آیاتِ قرآنی سے

لکھا چاہیئے کہ اس میں کسی کے دم مارنے کی جگہ نہ ہو اور عذر باقی نہ رہے کہ طالبان راہِ نجات اس پر عمل اور باطل مذہب سے دست بردار ہو جاویں۔

جواب :۔ اے برادر چاہیئے کہ پہلے دریافت کرو کہ ہر مذہب کی بنا کس امر پر ہے اور ہر فریق کی کتابوں کو چھوڑ دو اور طاق پر رکھ دو اور جب معلوم کر لو کہ ہر مذہب کی بنا کیا ہے تو اس کو آیاتِ قرآنی سے تطبیق دو اور جس مذہب کی بناء مستحکم اور راسخ دیکھو اس کو حق سمجھو تو اس کے بعد اس مذہب کی کتابوں کو دیکھو اور اس پر عمل کرو اور جس مذہب کی بنا باطل دیکھو اس کی کتابوں کو وسوسہ شیطانی سمجھو اور پانی میں ڈال دو اور ہرگز اس کے گرد نہ جاؤ اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب اہل بیت کا نہیں بلکہ شیطان کا مذہب ہے تو جاننا چاہیئے کہ مذہب اہل سنت کی بنا ان حضرات کے ایمان و تقویٰ و صلاح و راستی پر ہے یعنی حضرات ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ و عثمان رضؓ و علی رضؓ وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم جو مہاجرین اور انصار سے ہوئے اور دیگر اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ کہ ہزاروں صاحب تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہ کر راہِ خدا میں جہاد کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کے وفات تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد

اور حمایت میں ہمیشہ مصروف رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں عدل و انصاف در راستی میں مشغول رہے اور اہل بیت کی خدمت بجالاتے تھے اور ان حضرات کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور حضرات امیر المومنین رضی اللہ عنہ ان صحابہؓ کے ساتھ ہمیشہ نشست و برخاست رکھتے تھے اور ان صحابہؓ کے ہمراہ کفار کے ساتھ جہاد کیا اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ان کے ساتھ ہمیشہ محبت رکھتے تھے اور ان صحابہ کی وفات کے بعد ان کے حق میں دعائے خیر کی اور نہایت ان کی مدح کی اور مناقب بیان فرمائے اور مذہب شیعہ کی بنا اس پر ہے کہ وہ خلفائے ثلثہ وغیرہم کے کفر و نفاق کے قائل ہیں کہ وہ ہزاروں صحابہ سید ابرار کے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان حضرات نے نفاق سے ایمان ظاہر کیا تھا اور ہجرت بھی ریاست کے لئے کی تھی اور طمع دنیا کا لحاظ تھا اور ان حضرات کا جہاد و عبادت ریا کی غرض سے تھا خدا کے لئے نہ تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اہل بیت کو اذیت پہنچائی اور حضرت مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کی مدد کی اور آنجناب کا حق بھی لے لیا اور حضرت علی رضی عنہ نے خوف سے تقیہ کیا تھا کہ ان اصحاب کی متابعت کرتے تھے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسا تقیہ کیا کہ اپنی دختر طاہرہ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا اور اپنے صاحبزادوں کا نام بھی ابوبکرؓ علیؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ

رکھا اور صحابہؓ مخلصین کم تھے یعنی حضرت ابوذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ
اور عمارؓ اور جابرؓ اور صرف چند دیگر صحابہؓ مخلص تھے اسے بلاد ردو نوں
مذہب کی بنا معلوم ہوئی تو اب جاننا چاہیئے کہ مذہب اہل سنت کے
بنا کی دلیل قرآن شریف کی اکثر آیات ہیں کہ ہر آیت اس بنار کے اثبات
اور استحکام کے لئے کافی ہیں اور مختصر طور پہ یہاں چند آیات لکھی جاتی
ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ
وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
یعنی فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ سابقین اولین مہاجرین اور انصار سے
سے اور جن لوگوں نے بہتر طور پر یعنی ایمان کے ساتھ سابقین
کی پیروی اور متابعت کی راضی ہوا خداوند تعالےٰ ان سے اور وہ
خدائے تعالےٰ سے راضی ہوئے وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور مہیا کیں خداوند تعالیٰ نے ان کے واسطے بہشتیں
کہ جاری ہیں نہریں ان بہشتوں کے محل اور درختوں کے نیچے خَالِدِیْنَ
فِیْهَآ اَبَدًا یہ سب مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین ہمیشہ بہشت
میں رہیں گے اور اس آیت سے اعلانیہ طور پہ ثابت ہوتا ہے کہ سب
مہاجرین اور انصار سابقین بہشتی ہیں اور ان کے تابعین بھی بہشتی
ہیں کہ وہ لوگ ان حضرات کے بعد ہوئے اور ان حضرات کا طریقہ
اختیار کیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہٗ مہاجرین اولین سے ہیں کہ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمراہ تھے اور حضرت عمر رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی اور اکثر صحابہ مہاجرین اولین سے ہیں اور جو شخص سمجھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین سے نہیں تو وہ کافر ہے اس واسطے کہ اس کو آیت سے انکار ہے اور فرمایا اللہ تعالےٰ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی جب خارج کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار مکہ نے کہ اس حال میں کہ دو صاحب تھے ان میں سے دوسرے صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے

. . . . جب . .

دونوں صاحب غار میں تھے اس وقت فرماتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے یار سے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ رنج نہ کریں تحقیق کہ خدا ہم لوگوں کے ساتھ ہے اور ان حضرات کی اتباع کرنے والے بھی واقعی مہاجرین اور انصار سے ہیں کہ وہ لوگ ان حضرات کے بعد ایمان لائے اور ہجرت اور مدد کی اور حق تعالےٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ وہ حضرات ہمیشہ بہشت میں رہیں گے تو ثابت ہوا کہ وہ حضرات قطعی بہشتی ہیں جو شخص ان حضرات کو بہشتی نہ جانے وہ کافر ہے اس واسطے کہ اس کو آیت سے انکار ہے۔ اور اگر اس مقام میں شیطان وسوسہ دلادے کہ شاید مراد اس آیت سے وہ مہاجرین ہوں کہ شیعہ ان کے حق میں حسن ظن رکھتے ہیں اس واسطے کہ ان کی ہجرت فی سبیل اللہ تھی اور

ہجرت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طمع دنیا کی غرض سے تھی تو ہمنا کا یہ جواب دینا چاہیئے کہ اے ابلیس تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ ہجرت سب مہاجرین کی خالصاً للہ تھی چنانچہ ہجرت کے بعد پہلے یہ آیت قتال کے بارے میں نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ۔ یعنی اجازت دی گئی کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے ان لوگوں کو کہ کفار ان سے لڑائی کرنا چاہیں یعنی مہاجرین کو اس واسطے کہ کفار کے ہاتھ سے ان لوگوں پر ظلم ہوا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ۔ یعنی اور تحقیق کہ خداوند تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر بلاشبہ قادر ہے ۔ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ۔ یعنی وہ لوگ کہ اپنے گھروں سے بلاقصور نکالے گئے وہ صرف یہی کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے یعنی ان لوگوں سے کوئی گناہ صادر نہ ہوا کہ اس کے سبب سے نکالے گئے مگر فقط یہ وجہ ہوئی کہ وہ لوگ ایمان لے آئے اور اس واسطے کفار نے ان کو خارج کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ سب مہاجرین کی ہجرت خالصاً للہ تھی طمع دنیا کے لئے نہ تھی تو ثابت ہوا کہ سب مہاجرین پر اللہ تعالےٰ کی مدد ہے ۔ اے برادر جس کا ایمان قرآن شریف پر ہے تو جب اس پر ثابت ہو کہ خداوند تعالےٰ نے کس کو جنتی فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہینگے تو اس کے حق میں سب اعتراضات ساقط ہو گئے اس واسطے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ خوب جانتا ہے کہ فلاں بندہ سے فلاں وقت میں

نیکی ہوگی یا فلاں وقت میں گناہ صادر ہوگا تو اگر وہ فرمادے کہ فلاں بندہ کو میں نے جنتی بنایا تو اس سے ثابت ہوگا کہ اس کی سب خطائیں معاف کردی گئیں تو اگر دوسرے بندے اس کے حق طعن وتشنیع کریں اس سے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا لازم آوے گا اس واسطے کہ معترض کہے گا کہ یہ بندہ بدہے خداوند تعالیٰ نے کیوں اسے بہشتی بناتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقام میں اعتراض کرنا کفر ہے اور جس بندہ کو خداوند تعالیٰ نے بہشتی فرمایا ہے وہ ضرور بہشتی ہے اور اگر اس کے حق میں کوئی شخص اعتراض کرے تو اس سے اس بہشتی بندہ کے حق میں کچھ ضرر نہیں اور اس کے اعتراض سے وہ دوزخی نہ ہو جاوے گا بلکہ معترض کافر ہے تو اس وجہ سے شیاطین کا سب شبہ ساقط ہوگیا اور اب اس کے لئے دوسرے جواب کی ضرورت نہیں لیکن سائل کی تسلی کے لیئے کہا جاتا ہے کہ اگر شیطان آوے اور تم کو وسوسہ دلاوے کہ سورہ انفال میں بدر کے قصہ میں نازل ہوا ہے۔ قولہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ یعنی اے وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو جب کفار سے مقابلہ کرو تو لڑائی سے پیٹھ مت پھیرو قولہ تعالیٰ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَھَنَّمُ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جو شخص کفار کی لڑائی سے پیٹھ پھیرے سوا اس حال کے کہ لڑائی کی غرض سے پیٹھ پھیری ہو یا بغرض شامل ہوجانے کے جماعت مومنین کے ساتھ تو تحقیق کہ رجوع کیا اس

شخص نے خدا کے غصہ کی طرف اور اس کی جگہ جہنم ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں
کہ صحابہ جنگ احد اور حنین میں بھاگے تھے تو ان کے جواب میں کہنا چاہیے
کہ یہ آیت بدر میں نازل ہوئی اور وہاں کوئی نہ بھاگا بلکہ سب صحابہ ثابت قدم
رہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ یعنی اور بے
تحقیق کہ مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے بدر میں حالانکہ تم لوگ کفار کی نظر میں کم ہونے کے سبب
سے حقیر معلوم ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بدر کے قصہ میں فرمایا اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
اَنِّیْ مَعَكُمْ یعنی یاد کیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت کہ جب وحی بھیجتا تھا آپ کا پروردگار
فرشتوں کے پاس کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں قولہ تعالیٰ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا یعنی پس ثابت رکھو مسلمانوں کو اور آیت مذکورہ سے کفر ثابت
نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی لڑائی سے بھاگنا حرام ہے۔
اور حق تعالیٰ کو اختیار ہے اگر چاہے بخش دے اور اگر چاہے عذاب
کرے چنانچہ جب جنگ احد میں فرار کا اتفاق ہوا تو حق تعالیٰ نے وہ معاف
فرما دیا قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی اور تحقیق کہ معاف فرما دیا اللہ
تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو اعتراض دفع ہو گیا۔ اور روز حنین میں فرار کا
اتفاق ہوا مگر پھر جب حضرت عباس رضی پکارا یا عِبَادَ اللّٰهِ هٰذَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ یعنی اے بندگان خدا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو ان
کے پکارنے سے سب لوگ جمع ہو گئے اور جنگ عظیم کی اور تو یہ ثابت
ہوئی۔ اور چونکہ یہ لوگ مددگاران دین تھے حق تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق
ان کی مدد فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ

یعنی البتہ اللہ مدد کرتا ہے اس کی جو اللہ تعالےٰ کے دین کی مدد کرتا ہے
غیب سے فرشتوں کو ان لوگوں کی مدد کے واسطے بھیجا اور بشارت دی کہ
اللہ تعالیٰ نے سکینہ یعنی آرام نازل فرمایا اور یہ خاص مومنین کامل الایمان
کے واسطے ہے اور یہ امر ان لوگوں کے لئے نازل فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ یعنی تحقیق
کہ مدد دی تم لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے اکثر غزوہ میں اور حنین میں اور فرماتا ہے
اللہ تعالیٰ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهٗ عَلٰى رَسُولِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ یعنی
پس نازل فرمایا خداوند تعالیٰ نے اپنا سکینہ اور آرام اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر اور مسلمانوں پر یعنی ان مسلمانوں پر سکینہ
اور آرام اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا کہ وہ لوگ حضرت عباس رضی کے پکارنے
سے پھر آئے اور جنگ عظیم کی قولہ تعالیٰ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
یعنی اللہ تعالےٰ نے بھیجے فرشتوں کے لشکر کہ اے صحابہؓ تم لوگوں نے
ان فرشتوں کو اپنی نظر سے نہ دیکھا و قولہ تعالےٰ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
یعنی اور عذاب کیا اللہ تعالیٰ نے کفار پر اور ان کو شکست دی۔ تو اے
عزیز غور کرنا چاہیئے کہ کیا یہ مسلمان کا کام ہے کہ تمام آیات مغفرت و رحمت
کو فراموش کرے اور ایسے حضرات کی شان میں طعن کرے کہ اس قدر رحمت
الٰہی ان حضرات کے شامل حال ہے کہ جب کبھی بمقتضائے بشریت ان حضرات
سے لغزش ہو جاوے تو فرشتے ان کی مدد کے لئے آویں اور سکینہ الٰہی ان
کے لئے نازل ہووے یعنی یہ حضرات ہرگز قابل طعن نہیں نعوذ باللہ من خبث

الْبَاطِنِ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِہٖ یعنی پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ تعالے
کی درگاہ میں باطن کے خبث سے اور شیطان کی شرارت سے اور اس
کے شرک سے اور اگر پھر شیطان آوے اور وسوسہ دلا دے کہ معاذ اللہ
شاید وہ لوگ منافق رہے ہوں کہ اس وقت منافقین بھی تھے چنانچہ قرآن
شریف میں اکثر مقامات میں منافقین کا بھی ذکر ہے تو چاہیئے کہ جواب میں کہہ
ہاں اس وقت منافقین بھی تھے لیکن اعراب میں تھے اور وہ دہقانی تھے کہ
ان کا مسکن مدینہ کے گرد تھا اور اہل مکہ یعنی مہاجرین میں کوئی منافق نہ تھا
اور ایسا ہی انصار کہ ان کا ایمان اور ان کا مدد دینا نص سے ثابت ہے ان
میں بھی کوئی منافق نہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ
مِنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ یعنی اے اہل مدینہ یعنے ان لوگوں سے کہ تم
لوگوں کے گرد ہیں اور وہ اعراب سے ہیں منافقین ہیں وَمِنْ اَهْلِ
الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ اور بعض اہل مدینہ
سے نفاق کے خوگر ہوئے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان لوگوں کو
نہیں جانتے ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو
علیحدہ کر دیا چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ یعنی نہیں سزاوار
ہے شایاں اللہ تعالے کے کہ چھوڑ دے مومنین کو اس حالت پر تم لوگ
جس حالت پر ہو یعنی سزاوار نہیں کہ مومنین اور منافقین کو باہم ملا ہوا چھوڑ
دے بلکہ علیحدہ کرتا ہے پلید کو پاک سے یعنی مومنین سے منافقین کو جدا کر دیتا

ہے پھر حق تعالیٰ نے تمیز دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے حال سے آگاہ فرما دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہ صحابہؓ سے ہیں یہ امر ظاہر فرمایا اور اُن منافقین کے لڑکے خالص مومن تھے تو اس خیال سے کہ ان کی رسوائی نہ ہو ورنہ ان منافقین کا حال دوسروں پر ظاہر نہ فرمایا اگرچہ اکثر منافقین نفاق کی علامت کے سبب سے فضیحت ہوئے اور ان لوگوں کا حال سب لوگوں کو معلوم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے عام طور پر اُن منافقین کا عیب قرآن شریف میں بیان فرمایا اور ان کے حق میں وعید شدید ذکر فرمائی اور صحابہؓ کہ اہل سنت اُن کے حق میں حسن اعتقاد رکھتے ہیں ان میں سے کوئی صحابی منافق نہ تھے اور اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں ارشاد فرماتا ہے فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ یعنے اگر منافقین اپنے نفاق سے توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہو گا قولہ تعالیٰ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - یعنی اگر وہ توبہ سے روگردانی کریں اور اپنا نفاق ترک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اُن پر دنیا اور آخرت میں سخت عذاب کرے گا .... قولہ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ یعنی اور نہ ہو گا ان کا زمین پر کوئی یار اور نہ مددگار یعنی زمین پر کوئی ان کی مدد نہ کرے گا اور خداوند تعالیٰ نے اس کے خلاف مہاجرین کے حق میں فرمایا ہے یعنی ان کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ہیں اور ان کی مدد کا وعدہ کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے - وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ

لَقَدْ يَنْصُرُوْا یعنی تحقیق کہ خداوند تعالیٰ مہاجرین کی مدد کرنے والا ہے یعنی
ان کی مدد کرے گا اور انہیں مہاجرین کا ذکر اس بات میں بھی ہے وَلَيَنْصُرَنَّ
اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ یعنی ضرور مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی وہ اللہ تعالیٰ
کے دین کی مدد کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے بعد جو صحابہؓ باقی رہے خصوصاً خلفائے راشدین ان سب صحابہؓ کی
مدد حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمائی کہ ہزاروں مشرکین اور مرتدین کو قتل کیا اور
کسریٰ اور قیصر کا ملک درہم برہم کر دیا اور سب صحابہ نے خلفائے راشدینؓ
کی مدد کی تو معلوم ہوا کہ خلفائے ثلٰثہ مہاجرین فی سبیل اللہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ
نے وعدہ فرمایا تھا کہ مہاجرین کی مدد کریں گے، وہ وعدہ خلفاء کے حق میں
کامل طور پر پورا کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب اصحاب دین خدا کے مددگار
تھے اور اگر معاذ اللہ وہ منافقین ہوتے تو کوئی ان کی مدد نہ کرتا اور نہ ہی
پر کوئی ان کا یار و مددگار نہ ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ منکرین قرآن کہتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلافت
طلب کی اور مہاجرین اور انصار کے گھر گھر گئے تاکہ ان کے لئے عذر باقی
نہ رہے لیکن کسی نے حضرت علیؓ کی مدد نہ کی کسی کو آپ کی حمایت کا خیال
نہ ہوا، تو ان لوگوں کا یہ قول سراسر غلط ہے اور صریح کفر ہے اور صراحتاً اس
آیت سے انکار ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا
کہ مہاجرین کی مدد کریں گے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی
مہاجرین اولین سے تھے اور محال ہے کہ کسی نے آنجناب کی مدد نہ کی ہو۔

تو ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ بات حضرت علی کی شان میں کہتے ہیں وہ آنجناب کے دشمن ہیں کہ منافقین کے بارے میں جو آیت ہے وہ آنجناب کی شان میں ثابت کرتے ہیں چنانچہ حق تعالےٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے وَمَا لَہُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ یعنی زمین پر منافقین کا کوئی یار و مددگار نہیں اور ثابت ہوا کہ حضرت علی رضؓ کے دوست اہل سنت ہیں کہ آنجناب کی طرف نفاق کی نسبت نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ آنجناب اگرچہ طلب خلافت کے لئے اٹھتے اور اس کے لئے ارادہ فرماتے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ وآلہٖ واصحابہ وسلم سے اپنے حق میں اس بارے میں کچھ سنتے ہوتے تو ضرور آنجناب کا ارادہ پورا ہو جاتا اور آنجناب کا تصرف نافذ ہوتا اور سب آنجناب کی مدد کے لئے مصروف ہو جاتے چنانچہ مہاجرین کے حق میں ایسا ہی وارد ہے تو معلوم ہوا کہ آنجناب نے جانا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق ہے اور ہمیشہ آنجناب حضرت ابوبکر رضؓ کے ناصر مددگار رہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نَعْمَائِہٖ۔ اب جاننا چاہیئے کہ حق تعالےٰ... منافقین کی فضیحت میں کیا فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِہِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَا اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ......

ترجمہ! البتہ اگر باز نہ آویں منافقین اپنے نفاق سے اور اگر باز نہ آویں وہ لوگ کہ ان کے دل میں مرض ہے مثلاً ضعف ایمان ہے یا ایسا ہی اور کوئی امر ہے اور اگر باز نہ آویں وہ لوگ کہ مدینہ منورہ میں فتنہ انگیز

شہر کرتے ہیں تو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ضرور آپ کو ان تینوں گروہ پر مسلط کر دیں گے اور پھر تھوڑے دن کے بعد یہ لوگ آپ کے نزدیک نہ رہ سکیں گے اور ذلیل ہو کر شہر مدینہ سے نکل جاویں گے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا۔ ترجمہ منافقین جہاں ملیں چاہیئے کہ گرفتار کئے جاویں اور قتل کر دیئے جاویں تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے نفاق سے توبہ نہ کی ان میں سے کوئی مدینہ منورہ میں باقی نہ رہا اور وہ سب خراب ہو گئے اور ہلاک ہو گئے اور قتل کئے گئے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس قدر صحابہ مدینہ منورہ میں باقی رہ گئے تھے وہ سب حضرات مددگاران دین تھے اور حق پرست اور مخلصین تھے تو جس امر پر ان حضرات کا اجماع اور اتفاق ہوا وہ عین حق وہدایت ہے ظلم وضلالت نہیں، تو منافقین کے عیوب معلوم ہوئے اب مہاجرین کا وصف بیان کرتا ہوں فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً" ترجمہ جن لوگوں نے خداوند تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ کفار کی طرف سے ان لوگوں پر ظلم ہوا تو ضرور ان لوگوں کو ہم اچھے شہر میں یعنی مدینہ منورہ میں جگہ دیں گے اور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَکۡبَرُ ترجمہ اور البتہ آخرت کا ثواب زیادہ بہتر ہے یعنی مہاجرین کے لئے آخرت میں بہت زیادہ ثواب ہے تو اگر کسی کا قرآن شریف پر ایمان ہووے تو صرف ایک آیت کافی ہے کہ

اس سے تمام وسوسۂ شیطانی اس کا دفع ہو جاوے اس واسطے کہ
حق تعالیٰ نے اس آیت میں مہاجرین فی سبیل اللہ کے حق میں دو وعدے
فرمائے ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں اور بلا شک دنیا کا وعدہ پورا
ہوا اور سب مہاجرین نے مدینہ منورہ میں قیام کیا خصوصاً خلفائے ثلثہ
کہ وہ اپنی زندگی میں وہاں رہے اور بعد وفات کے ان حضرات کی وہاں
قبر مبارک ہوئی۔ شیخین رضی جناب رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ وسلم کے مرقد منور سے مل گئے اور حضرت عثمان بقیع میں رونق افروز
ہوئے اور اگر معاذ اللہ منافق ہوتے تو آیت مذکور میں جیسا منافقین کے
بارے میں ذکر ہے حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان
حضرات پر غالب کرتا اور یہ حضرات بھی مدینہ منورہ میں نہ رہتے اور معاذ
اللہ جو منافقین کا حال ہوا کہ گرفتار ہوئے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ
قتل کئے گئے وہی حال ان حضرات کا بھی ہوا ہوتا اور کوئی ان حضرات
کی بات نہ سنتا امامت اور خلافت کیونکر ہوتی تو شمس نصف النہار
کے مانند واضح ولائح ہوا کہ یہ حضرات مہاجرین فی سبیل اللہ سے ہیں
اور قطعی بہشتی ہیں اور ان حضرات کا اجر و ثواب آخرت میں بہت زیادہ
ہوگا اور ایسا ہی دیگر صحابہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
وفات کے بعد مدینہ منورہ میں باقی رہے گئے سب مددگاران دین خدا
تھے اور کامل الایمان تھے آیت قرآنی سے ثابت ہے کہ نفاق ان کے گرد بھی
نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس امر پر ان صحابہ

کا اجماع اور اتفاق ہوا وہ عین ہدایت و دیانت ہے اور مسلمان کا کام نہیں کہ ان صحابہؓ کی فضیلت کہ قرآن شریف سے صراحتہً ثابت ہے اور پھر ان حضرات پر اعتراض کیا جاوے۔ اور اب بھی اگر پھر شیطان آوے اور وسوسہ والا دے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان صحابہؓ کا اقتدار اور غلبہ ہوا تو شاید اس وجہ سے ان حضرات سے کوئی امر خلاف شرع ظہور میں آیا ہو کہ اس وجہ سے شیعہ شبہ میں پڑتے ہیں تو اس کے جواب میں کہا چاہیئے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ ان حضرات نے اپنے ایام خلافت میں جو کچھ کیا ہے وہ سب اس غرض سے ہوا ہے کہ احکام شرعی جاری ہوئے اور امر معروف اور نہی عن المنکر عمل میں آوے تعصب اور فساد مقصود نہ تھا چنانچہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مہاجرین کا وصف ارشاد فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ ترجمہ یعنی صفت مہاجرین کی یہ ہے کہ اگر ہم ان کو زمین پر طاقت دیتے ہیں تو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور دوسروں کو احکام شرعی کا حکم دیتے ہیں اور امور خلاف شرع سے منع فرماتے ہیں تو محال ہے کہ جب مہاجرین کا غلبہ ہوا تو ان سے ظلم و فساد ظہور میں آیا ہو تو ان حضرات کی طرف ظلم کی نسبت کرنا اس آیت سے انکار کرنا ہے نعوذ باللہ من ذلک پھر اگر کوئی وسوسہ ڈالے کہ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ

وَيُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِيْنَ ترجمہ
اے وہ لوگ کہ ایمان لے آئے ہو جو پھر جاوے اور مرتد ہو جاوے
تم لوگوں سے اپنے دین سے تو قریب ہے کہ لے آوے یعنی قائم کرے
اللہ تعالےٰ مرتدین کے قتال کے لئے ایک ایسی قوم کو کہ محبت رکھتا ہے
اللہ تعالےٰ اس قوم سے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتے
ہیں مسلمانوں پر مہربان ہیں اور کافروں پر غالب ہیں قولہ تعالےٰ ...
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰہِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ترجمہ کہ وہ لوگ جہاد
کریں گے اللہ تعالےٰ کی راہ میں ان قوم مرتدین کے ساتھ اور نہ ڈریں گے
کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اور اگر معترض کہے کہ اس آیت
کا معنی کیا ہے تو اس کے جواب میں کہنا چاہیئے کہ اس آیت میں حضرت
ابوبکر رضؓ اور دیگر صحابہ رضؓ کے کمال مناقب مذکور ہیں کہ ان حضرات نے
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسیلمہ کذاب کو مار ڈالا اور دوسرے
لوگ عرب کے کہ ان کی تفصیل میں طول ہے مرتد ہوئے تھے اور زکوٰۃ
دینے سے انکار کیا تھا تو ان صحابہؓ نے ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان
لوگوں کو تہ تیغ کیا اور اکثر ان میں سے پھر اسلام لے آئے اور صحابہؓ
کی شان میں ارتداد کی تہمت ہونا اس آیت سے اس طرح بخوبی باطل ہوگئی
کہ اس سے بڑھ کر ثبوت متصور نہیں اس واسطے کہ معاذ اللہ اگر کوئی
صحابی مرتد ہوگئے ہوتے تو دوسرے کامل مومنین ان کے ساتھ جہاد کرتے
ان کو قتل کرتے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ کامل مومنین سے کسی نے

خلفائے ثلثہ رضؓ کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضؓ نے کامل مومنین تھے خلفائے ثلثہ کی متابعت کرلی اور ان کے ساتھ موافقت اختیار کی تو معلوم ہوا کہ خلفائے ثلثہ کامل مومن ہیں اور جنتی ہیں اور مہاجرین فی سبیل اللہ ہیں کہ ان کے وصف میں بے شمار آیات وارد ہیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَعَدَّ لَہُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا یعنی مہیا فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے بہشتیں کہ جاری ہیں ان میں نہریں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ صفت مہاجرین کی ہے اور ظاہر ہوا کہ سب مہاجرین اور انصار عین حق اور کمال ایمان اور ہدایت پر تھے اور اُن کا اجماع اور اتفاق اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوا تو جائز نہیں کہ کوئی اُن حضرات کی شان میں طعن وتشنیع کرے بلکہ چاہیئے کہ مسلمان وظیفہ کرلیویں کہ روز وشب ان حضرات کے حق میں ترقی درجات کے لئے دعا کرتے رہیں اور جو ان حضرات کی شان میں طعن وتشنیع کرے اور دعائے خیر نہ کرے اور اُن حضرات کے ساتھ کینہ رکھے وہ کافر ہے اور اہل اسلام سے خارج ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں مسلمانوں کی تین قسمیں فرمائی ہیں، اور پہلی قسم اس آیت میں مذکور ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُہٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ وَاَمْوَالِہِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ..... یعنی غنیمت کا مال فقراء کے لئے ہے کہ ان لوگوں نے ہجرت کی ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے

گھر اور مال سے نکال دیئے گئے ہیں اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی چاہتے تھے اور اللہ و رسول کے دین کی مدد کرتے تھے اور ان کی ہجرت خالصاً للہ اور اس کے رسول کے لئے ہوئی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اور ان کی ہجرت اللہ کے دین کی مدد کے لئے ہوئی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی اور ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ۰ یعنی یہ لوگ اپنے قول و فعل میں سچے ہیں اور دوسری قسم مومنین کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ — یعنی اور مال غنیمت ان لوگوں کے واسطے ہے کہ مہاجرین کے قبل ان لوگوں نے ہجرت اور ایمان کی جگہ میں سکونت اختیار کی اور ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ یعنی وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ محبت رکھتے ہیں کہ وہ لوگ ان کے یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں یعنی مہاجرین کے ساتھ محبت رکھتے ہیں قولہ تعالیٰ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا... یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو جو کچھ عطا فرماتے ہیں اس میں انصار حسد نہیں کرتے بلکہ اس پر راضی ہو جاتے ہیں اور اس کو منظور کر لیتے ہیں قولہ تعالیٰ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ یعنی اور انصار مقدم سمجھتے ہیں مہاجرین کو اپنے اوپر اگرچہ وہ خود بھی حاجت مند ہوں اگرچہ انصار کو خود بھی اپنے لئے مال

ضرورت رہتی ہے لیکن وہ لوگ ایسے عالی ہمت ہیں کہ اپنی ضرورت کا کچھ خیال نہیں کرتے بلکہ مہاجرین کی حاجت روائی کرتے ہیں اور اپنا مال ان کو دیتے ہیں قولہ تعالیٰ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ترجمہ اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے محفوظ ہے اس کے لئے فلاح ہے تو اسے عزیز حق تعالیٰ نے اس آیت میں انصار کی تعریف کی ہے کہ مہاجرین کے ساتھ وہ لوگ محبت رکھتے ہیں اور ان حضرات کی خدمت کرتے ہیں اور فرمایا کہ اس کے صلہ میں ان کے لئے فلاح ہے تو جس کو منظور ہووے کہ نجات کی راہ پاوے اور اس کے لئے ہووے فلاح تو چاہیئے کہ جس طرح انصار نے اپنا شیوہ کر لیا تھا کہ مہاجرین کے ساتھ محبت رکھتے تھے اسی طرح وہ شخص بھی اپنا شیوہ کرے کہ مہاجرین کے ساتھ محبت رکھے اور عداوت نہ رکھے اور اُن حضرات کی شان عالی میں طعن و تشنیع نہ کرے اور شب و روز ان کی ترقی درجات کے لئے دعا کرتا رہے تاکہ وہ مومنین کی تیسری قسم کے زمرہ میں داخل ہووے اور قیامت میں اس کا حشر ان مومنین کے ساتھ ہووے اور اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کے مومنین کو اس میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ترجمہ یعنی اور مال غنیمت ان لوگوں کے واسطے ہے کہ مہاجرین اور انصار کے بعد آئے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو کہ ہمارے پہلے ایمان سے

مشرف ہوئے قولہ تعالیٰ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا
ترجمہ اور ہمارے دل میں ان کی طرف سے کینہ اور عداوت نہ ڈالنا کہ وہ
لوگ ایمان لائے ہیں یعنی یہ لوگ انصار اور مہاجرین اور دیگر صحابہؓ کے
حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ ہمارا دل ان حضرات
کے کینہ سے پاک فرماوے قولہ تعالیٰ رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ترجمہ
اے ہمارے پروردگار تحقیق کہ تو مہربان رحمت کرنے والا ہے یعنی ہماری
دعا قبول فرما۔ تو ان آیات سے ثابت ہوا کہ صحابہؓ کے حق میں دعائے خیر
کرنا چاہیئے اور کینہ نہ رکھنا چاہیئے اور ان حضرات کی شان میں زبان درازی
نہ کرنا چاہیئے تا اہل اسلام کے زمرہ میں حشر ہووے ورنہ جو شخص ان حضرات
سے کینہ رکھے گا اور ان حضرات کے حق میں دعا خیر نہ کرے گا وہ اہل اسلام
کی تینوں قسموں سے خارج ہو جائے گا نعوذ باللہ من ذالک اہل سنت
و جماعت کے مذہب کی یہی بنا ہے اور الحمد للہ کہ یہ بنا نہایت مستحکم اور
مضبوط ہے کہ اگر تمام جن و انس چاہیں کہ اس بنا کو کھودیں اور جنبش
دیویں تو ممکن نہیں کہ اس کو ضرر پہنچا سکیں اس واسطے کہ اس بنا کو
اس وقت جنبش ہو سکتی ہے کہ اہل سنت نے مہاجرین اور انصار وغیرہ
صحابہؓ کا ایمان اور ان کی فضیلت ثابت کی ہے اور اس بارے میں صریح
آیات بینات اور نصوص محکم پیش کی ہیں اور شیاطین کا وسوسہ اس
طرح دفع کر دیا ہے کہ نیست و نابود ہو گیا اور اس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا
تو چاہیئے کہ اگر مخالفین اپنے دعوے میں صادق ہیں تو وہ بھی ثابت کریں

کہ صراحۃً کن آیات محکمات سے بلا تاویل سب مہاجرین اور انصار کا نفاق
ثابت ہوتا ہے تو اس وقت بحث و گفتگوئے کتابی اور سوال و جواب
علمی کی طرف متوجہ ہوویں ورنہ عبث ہے کہ زبان درازی کریں اور
آیات و نصوص سے انکار کریں کہ اپنے لئے دوزخ کی آگ خرید کریں
اور مسلمانوں کی تیسری قسم سے بھی خارج ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ
قرآن شریف کی کسی ایک آیت سے بھی مہاجرین اور انصار کا کفر و نفاق
ثابت نہیں اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اکثر
مقام میں ان حضرات کی مدح فرمائی ہے اور ان کے مناقب ذکر فرمائے
ہیں ان کا ایمان اور تقویٰ اور جہاد اور نماز وغیرہ اعمال صالحہ بیان
فرمائے ہیں قولہ تعالیٰ وَكُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى یعنی ہر ایک کے حق میں اللہ
تبارک و تعالیٰ نے بہتر وعدہ فرمایا ہے اور ان حضرات کی شان میں خلود
جنت ثابت ہونا ارشاد فرمایا ہے اور ان حضرات کو نعمت دائمی کی بشارت
دی ہے پھر ان حضرات کا کفر و نفاق کسطرح ثابت ہو سکتا ہے نعوذ باللہ
من ذلک تو ظاہر ہوا کہ مذہب منافقین کی بنا آیات قرآنی پر نہیں بلکہ
صرف واہیات قصہ ہائے تواریخ اور امور موہومہ پر ہے اور قرآن شریف
سے وہ سب واہیات قصہ باطل ہو جاتا ہے اور ان کا باطل وہم و خیال
نیست و نابود ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ ان کا مذہب اہلبیت کے مذہب
کے موافق نہیں اس واسطے کہ اہلبیت کا مذہب قرآن شریف کے خلاف
ہرگز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت کا جو مذہب تھا وہی مذہب اہلسنت

کلمات کہ قرآن شریف کے موافق ہے اور اگر اب بھی تمہارا کچھ وسوسہ باقی رہ جاوے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔ صحیفہ کاملہ ہیں کہ شیعہ کے نزدیک معتبر ہے ۔ اور اس پران کا عمل ہے کیا فرماتے ہیں ۔ عَنْ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقُوْھُمْ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ بِالْغَیْبِ عِنْدَ مُعَارَضَةِ الْمُعَانِدِیْنَ لَھُمْ بِالتَّکْذِیْبِ وَالْاِشْتِیَاقِ اِلَی الْمُرْسَلِیْنَ کَمَا فَضَّلُوْا بِحَقَائِقِ الْاِیْمَانِ فَبِکُلِّ دَھْرٍ وَّزَمَانٍ اَرْسَلْتَ فِیْہِ رَسُوْلًا وَّاَقَمْتَ لِاَھْلِہٖ دَلِیْلًا مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَئِمَّةِ الْھُدٰی وَقَادَةِ اَھْلِ التُّقٰی عَلٰی جَمِیْعِھِمُ السَّلَامُ فَاذْکُرْھُمْ مِنْکَ بِمَغْفِرَةٍ وَّرِضْوَانٍ اس عبارت کا مضمون یہ ہے کہ اے خدا اصحاب سب پیغمبروں کے کہ کفار کی تکذیب کے وقت ان لوگوں نے انبیاء کی تصدیق کی اور انبیاء پر ایمان لے آئے اُن لوگوں کو تو مغفرت اور رضامندی کے ساتھ یاد فرما اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت باقی سب پیغمبروں کے اصحاب پر ہے اور جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سردار انبیاء ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب اصحاب باقی سب پیغمبروں کے اصحاب کے سردار ہیں تو اس واسطے ان کے حق میں جناب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر یہ دعا فرمائی ہے کہ

اَللّٰھُمَّ وَاَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ خَاصَّۃً یعنی اسے خدا علی الخصوص اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و وآلہ واصحابہ وسلم پر نہایت نوازش فرما اور ان لوگوں کو مغفرت اور خوشی کے ساتھ یاد فرما۔ پھر اس کے بعد صحابہ کی مدح بیان فرمائی ہے وَالَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصُّحْبَۃَ یعنی اور وہ صحابہ رض کہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اچھی صحبت رکھی اور حق صحبت بجالائے پھر یہ ارشاد فرمایا وَالَّذِیْنَ اَبْلَوُا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِیْ نَصْرِہٖ ... یعنی اور وہ لوگ کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد میں اپنا جان ومال بہتر طور پر صرف کیا قولہ وَکَنَفُوْہُ ۔ یعنی اور آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے درمیان میں لے لیا اور دشمنوں کے شر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی قولہ اَسْرَعُوْا اِلٰی وِفَادَتِہٖ وَسَابَقُوْا اِلٰی دَعْوَتِہٖ ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے میں جلدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام کو جلد قبول کیا قولہ وَاسْتَجَابُوْا لَہٗ حَیْثُ اَسْمَعَھُمْ حُجَّۃَ رِسَالَتِہٖ ترجمہ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے رسالت کی حجت فرمائی تو ان لوگوں نے قبول کرلیا اور رسالت کی حجت سے مراد قرآن شریف ہے وَفَارَقُوا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِیْ اِظْھَارِ کَلِمَتِہٖ ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ اور دین ظاہر کرنے میں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو

چھوڑ دیا یعنی خدا کے واسطے اظہار اسلام کے لئے ہجرت کی، کوئی دنیاوی غرض نہ تھی قَاتَلُوا الْاٰبَاءَ وَالْاَبْنَاءَ فِی تَثْبِیْتِ نُبُوَّتِہٖ وَانْتَصَرُوْا بِہٖ اور اس غرض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو جاوے ان لوگوں نے اپنے باپ اور لڑکوں کے ساتھ جنگ و جدال کی یعنی اس وجہ سے کہ ان کے باپ اور لڑکوں کو اسلام سے انکار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور خدمت کے سبب سے وہ لوگ کفار پر غالب آئے تو جس کو دین و عقل سے واسطہ ہوگا اس پر مخفی نہ رہے گا کہ یہ سب اوصاف جمیع صحابہ کے ہیں کہ مہاجرین اور انصار سے ہوئے اس واسطے کہ ان سب حضرات نے حمایت اور مدد کی ہے اور اپنے باپ اور بھائیوں سے لڑائی کر کے اسلام کو مستحکم کیا ہے اور ہر معرکہ اور غزوہ میں حاضر تھے اور دشمنان دین پر فتح حاصل کی ہے اور ایسا نہیں کہ صرف چند صحابہؓ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوذرؓ وغیرہ نے تمام لڑائی فتح کی ہے اور تمام کفار کو قتل کر کے غلبہ حاصل کر لیا ہو

چنانچہ غزوہ بدر میں تین ۳۱۳ سو تیرہ صحابی تھے اور جنگ احد میں ہزار صحابی تھے اور حنین میں بارہ ۱۲۰۰۰ ہزار صحابی تھے اور تبوک میں تیس ۳۰ ہزار صحابی تھے اور ایسا ہی اکثر غزوہ میں ہزاروں صحابی رہتے تھے اور سب صحابہؓ مدد اور حمایت میں مصروف رہتے تھے اور سب کو غلبہ حاصل ہوتا تھا تو ثابت ہوا کہ حضرت امام زین العابدین کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہؓ کی مغفرت ہوئی اور وہ سب حضرات بہشتی ہیں اور لائق مدح و ثنا

ہیں اور مخالفین کا مذہب یہ ہے کہ صرف چند حضرات صحابہ ہیں تو ان کے
مذہب کی بنیاد جڑ سے کھودی گئی اور ظاہر ہوا کہ اہل بیت کا یہ قول نہیں
بلکہ وسوسۂ شیطانی ہے کہ اس سے حق تعالیٰ کی درگاہ میں پناہ مانگنا چاہیئے۔
اور حضرت زین العابدین رض کے یہ اقوال مندرجہ بھی ہیں وَمَنْ کَانُوا مُنْطَوِیْنَ
عَلیٰ مَحَبَّتِہٖ یعنی صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت میں
فدا تھے یعنی آنحضرت صلعم کے عاشق تھے قَوْلُہٗ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ
تَبُوْرَ فِیْ مَوَدَّتِہٖ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں
اس تجارت کے امیدوار تھے کہ اس میں نقصان نہیں یعنی سب اصحاب
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت آخرت کے لئے اختیار کی
تھی اور یہ بلاشک سودمند ہے اس میں خسارہ نہیں قولہ وَالَّذِیْنَ
ھَجَرَتْھُمُ الْعَشَائِرُ اِذْ تَعَلَّقُوْا بِعُرْوَتِہٖ اور ان لوگوں کو ان کے
قبیلہ کے لوگوں نے چھوڑ دیا جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کا حلقہ پکڑا قولہ وَانْتَفَتِ الْقَرَابَاتُ اِذْ سَکَنُوْا
فِیْ ظِلِّ قَرَابَتِہٖ۔ ترجمہ اور ان کی قرابت قرابت نیست و نابود
ہوگئی جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ قرابت میں
آئے یعنی جب صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کمر باندھی تو تمام کفار
عرب ان حضرات کی عداوت کے لئے اٹھے اور قرابت کا رشتہ منقطع
کیا قولہ فَلَا تَنْسَھُمْ اَللّٰھُمَّ مَا تَرَکُوْا لَکَ وَفِیْکَ ترجمہ پس فراموش

ست فرما صحابہؓ کے حق میں اے خدا جو کچھ تیرے لئے اور تیری راہ میں
ان لوگوں نے چھوڑ دیا یعنی ان کی ہجرت اور مدد کرنے کی جزا ان لوگوں
کو عطا فرما قولہٗ وَاَرْضِہِمْ مِنْ رِضْوَانِكَ ترجمہ اور اپنی
خوشی اور رضامندی سے ان لوگوں کو خوش اور راضی فرما ۔ قولہٗ
وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ عَلَيْكَ ترجمہ اور ان لوگوں کو اس امر کی جزا
عطا فرما کہ ان لوگوں نے تیرے نزدیک خلق کو جمع کیا ۔ قولہٗ
وَكَانُوا مَعَ رَسُولِكَ دُعَاةً لَكَ وَإِلَيْكَ ترجمہ اور وہ لوگ
تیرے رسول کے ہمراہ تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ واصحابہ وسلم
لوگوں کو تیری اطاعت کی طرف بلاتے تھے تیری رضامندی کے لئے
یعنی وہ لوگ جس طرح خود آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم
کی صحبت میں کامل الایمان ہوئے تھے اسی طرح خالصاً لِلّٰہ تعالےٰ۔
دوسروں کو بھی خدا کی طرف بلاتے تھے اور اکثر لوگوں کو دین اسلام
پر جمع کیا یعنی ہزاروں مرد و عورت ان حضرات کی کوشش سے مشرف
بالاسلام ہوئے تو جو راہِ قرآن اور اہل بیت کا طالب ہووے تو چاہیئے
کہ اس بارے میں غور کرے اور فی الفور وسوسۂ شیطانی سے توبہ کرے
تو انشاء اللہ تعالےٰ وہ قرآن شریف کی راہ پاوے گا اس واسطے کہ
لوگوں کو دین اسلام پر سب صحابہ نے جمع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ و
وآلہ وسلم کی حیات میں بھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی وفات کے بعد بھی۔ نہ یہ کہ صرف حضرت ابوذرؓ اور حضرت عمارؓ

اور چند دیگر صحابہؓ نے تمام ملک سے کفر مٹا دیا اور سب خلق کو ہدایت کی کوئی احمق بھی ایسی بات نہ کہے گا بجز کہ وہ شخص کہ اس کو علم قرآن کا دعویٰ ہو۔ قولہ وَاشْكُرْهُمْ عَلٰى هَجْرِهِمْ فِيْكَ دِيَارَ قَوْمِهِمْ ترجمہ اور ان لوگوں کو اس امر کی جزا عطا فرما کہ ان لوگوں نے تیری راہ میں اپنی قوم کے شہروں سے ہجرت کی قولہ وَخُرُوْجِهِمْ مِنْ سَعَةِ الْمَعَاشِ اِلٰى ضِيْقِهٖ ترجمہ اور ان لوگوں کو اس کی جزا عطا فرما کہ ان لوگوں نے فراخی معاش سے تنگی معاش کی طرف ہجرت کی یعنی ہجرت کے سبب سے اپنے مکانات اور اپنی معاش کی جگہ سے جدا ہوئے اور اجنبی جگہ اختیار کی اور تنگی معاش میں مبتلا ہوئے قولہ وَمَنْ عَلٰى مَنْ كَثَّرْتَ فِيْ اِعْزَازِ دِيْنِكَ مِنْ مَظْلُوْمِهِمْ ترجمہ اور احسان فرما ان لوگوں پر کہ زیادہ کیا تو نے ان لوگوں سے اپنے فرماں برداروں کو کہ ان لوگوں سے تیرا دین غالب ہوا اور وہ لوگ مظلوم صحابہ تھے یعنی مہاجرین پہلے مظلوم تھے۔ تو جب ہجرت کی اور فتح حاصل ہوئی تو دین ان لوگوں کے سبب سے غالب ہوا اور بہت لوگ مسلمان ہوئے قولہ اَللّٰهُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَى التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ خَيْرَ جَزَائِكَ ترجمہ اے خدا اور عطا فرما بہتر جزا ان لوگوں کو کہ ان لوگوں نے صحابہ کی بخوبی تابعداری کی اور ان کی راہ اختیار کی اور وہ تابعین کہتے ہیں کہ اے خدا تو بخش دے ہم کو اور

ہمارے بھائیوں کو کہ ان لوگوں نے ایمان لے آنے میں ہم پر سبقت کی یعنی صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ یہ کلام امام رضی اللہ عنہ کا ہی اس میں یہ اشارہ ہے کہ تیسری قسم کے مسلمان وہ لوگ ہیں کہ صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ قرآن شریف اور مذہب اہل بیت کے موافق ثابت ہے کہ اہل سنت وجماعت صحابہ رضؓ کے فرماں بردار ہیں کہ ان حضرات کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور ان حضرات میں سے کسی صاحب کے ساتھ کینہ نہیں رکھتے اور حضرت سجاد رضی اللہ عنہ کی دعا ان حضرات کی مغفرت کے لئے ہے تو ان حضرات کی مغفرت ہوگئی اور یہ حضرات فرقۂ باخبر ہیں اور ان حضرات کے مخالفین فرقہ باخبر نہیں اب جاننا چاہیئے کہ امام رضی اللہ عنہ تابعین کی مدح میں کیا فرماتے ہیں، تو امام علیہ السلام کے اقوال مندرجہ پر لحاظ کرنا چاہیئے قولہ۔ اَلَّذِیْنَ قَصَدُوْا سَمْتَھُمْ وَتَحَرَّوْا وِجْھَتَھُمْ یعنی اور لوگوں نے صحابہؓ کی طرف قصد کیا اور ان کی راہ اختیار کی قولہ وَلَمْ یَثْنِھِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِھِمْ۔ یعنی باز نہ رکھا ان تابعین کو شک نے یعنی ان لوگوں نے اس میں کچھ شک نہ کیا کہ صحابہؓ ہدایت پر ہیں اور صاحب بصیرت ہیں قولہٗ وَلَمْ یَخْتَلِجْھُمْ شَكٌّ فِیْ قَفْوِ اٰثَارِھِمْ ترجمہ اور صحابہؓ کی پیروی کرنے میں ان لوگوں کے دل میں کچھ خطرہ نہ گذرا یعنی ان لوگوں نے صحابہؓ کو برحق جانا اور ان حضرات کی متابعت کی اور ان لوگوں کو اس میں کچھ شک نہ ہوا کہ صحابہؓ برحق ہیں قولہٗ وَالْمُؤْتَمِّیْنَ بِھِدَایَۃِ مَنَارِھِمْ

ترجمہ یعنی اور ان لوگوں نے اس میں کچھ شک نہ کیا کہ صحابہؓ کی راہ اختیار کریں یعنی صحابہؓ کو برحق سمجھا اور ان کی اقتدا کی قولہ مُکَاتِبِیْنَ وَ مُحَامِیْنَ لَهُمْ وہ تابعین صحابہؓ کی اعانت اور حمایت کرتے ہیں یعنی اگر کوئی ملحد یا گمراہ صحابہ رض کی شان میں طعن کرتا تھا تو وہ تابعین اس طعن کو دفع کر دیتے تھے تو مخالفین جو صحابہ کی شان میں طعن کرتے ہیں وہ سب شیطانی وسوسہ ہے اس کلام سے باطل ہو جاتا ہے اور مسلمان کا کام نہیں کہ صحابہؓ کی شان میں طعن کرے بلکہ اہل اسلام کا شیوہ یہ ہے کہ اس طعن کا جواب دیوے اور اس کو رد کرے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وصف صرف اہل سنت ہی میں ہے اور کسی دوسرے فرقہ میں نہیں بلکہ روافض اپنے گمان فاسد کے موافق ہزاروں طعن صحابہؓ کی شان میں کرتے ہیں اور یہی حال خوارج کا بھی ہے خذلهم اللهُ تعالیٰ تو معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت ہیں اہلسنت کے مخالفین فرقہ ناجیہ نہیں اور یہی ثابت کرنا مقصود تھا قولہٗ یَدِیْنُوْنَ بِدِیْنِهِمْ ترجمہ وہ تابعین صحابہ کے دین پر اعتقاد رکھتے ہیں وَيَهْتَدُوْنَ بِهَدْيِهِمْ ترجمہ اور صحابہؓ کی راہ پر چلتے ہیں قولہٗ يَتَّفِقُوْنَ عَلَيْهِمْ اور صحابہؓ پر ان لوگوں کا اتفاق ہے یعنی صحابہ کی حمایت اور نصرت کرنے میں وہ لوگ متفق ہیں اور بے دین شیطان کی مانند صحابہ کی شان میں شبہ ڈالتا ہے اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کو دفع کرتے ہیں قولہٗ وَلَا يَتَّهِمُوْنَهُمْ فِيْمَا اَدَّوْا اِلَيْهِمْ ترجمہ اور صحابہؓ

پر تہمت نہیں لگاتے اس میں کہ صحابہؓ نے دین کے احکام پہنچائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کیں یعنی صحابہ کو سچا جانتے ہیں ان سب روایات کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ اہل سنت کی کتابوں کی سب احادیث معتبر ہیں اور قابل قبول ہیں اس واسطے کہ وہ سب احادیث اہل بیت اور صحابہؓ سے مروی ہیں اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ شیعہ اور خوارج روایات صحابہؓ سے مروی نہیں اور امام زین العابدین رضؓ کے نزدیک وہ سب کذب اور افترا ہے اور شیعہ جو اپنے بعضے روایات کی نسبت بعضے صحابہؓ یا بعضے اہل بیت کی طرف کرتے ہیں تو جب وہ روایات قرآن شریف اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مذہب کے خلاف ہوں تو جاننا چاہیئے کہ نہ وہ اہل بیت کا قول ہے اور نہ صحابہ کا قول ہے بلکہ کسی مفتری اور کذاب نے ائمۂ طاہرین پر افترا کیا ہے تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ کی سب کتابیں اور روایات باطل ہیں اور افترا ہے۔ اہل اسلام اور محبان قرآن اور محبان اہل بیت پر فرض عین ہے کہ اس سے کنارہ اختیار کریں اے مومن طالب نجات جو کچھ کلام اللہ اور کلمات حضرت سجاد رضؓ سے مذکور ہوا ہے تو اگر کوئی راہ نجات کا طالب ہووے تو ان کلمات سے صرف ایک کلمہ اس کے لئے کافی ہے اور اگر اس کے نصیب میں سعادت

ازلی نہیں اور بفحوائے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اپنے کفر پر ثابت رہے تو اس نے قرآن شریف سے انکار کیا اور اس وجہ سے اس کے حق میں ثابت ہوا کہ اس نے اپنے لئے دوزخ خرید کیا تو طریقہ اہل اسلام میں بحث کرنے سے اس کو کیا فائدہ ہوگا۔

وَاللّٰهُ الْهَادِیْ وَعَلٰی کَرَمِهٖ اِعْتِمَادِیْ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

مکتوباتِ شاہ عبدالعزیزؒ

و

شاہ رفیع الدین دہلویؒ

(فارسی متن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام عبدالرحمٰن و برادران

فضائل مراتب گرامی قدر اخون زادہ عبدالرحمٰن مع برادران سلمہم اللہ تعالےٰ از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون اشتیاق مشحون مطالعہ نمایند کہ الحمد للہ علی العافیۃ والمسؤل من جنابہ الکریم ان یعفنا وایاکم رقمہ کریمہ ایشاں رسید و عافیت معلوم شد شکر الٰہی بجا آوردہ شد انشاء اللہ تعالیٰ۔ رسالہ معہودہ بہ دکان محمد صالح رسانیدہ خواہد شد برادر صاحب بزرگ شاہ محمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ در بلدہ لکھنؤ چھاؤنی نواب محمد افضل خاں می باشد بخیریت اند اکثر خطوط ایشاں می آیند خاطر جمع دارند دیگر بہمہ وجوہ خیریت است مگر عمل کفار غلبہ آنہا دریں بلاد و انسداد طرق معاش مسلمین خصوصاً زمرہ فقرا و علما بسیار بے مزہ میدارد حق تعالےٰ غلبہ اسلام و انفتاح ابواب جمعیت ظاہر و باطن نصیب فرماید زیادہ بخیر و علےٰ خیریہ نویسد والسلام۔

(۲) فضائل مآبان اخوند زادہ عبدالرحمٰن و دیگر فرزنداں حاجی صاحب مرحوم سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون الاسلام مکشوف باد کہ صحیفہ ایشاں رسید مرقوم بود کہ چند مرتبہ خطوط فرستادہ اند و جواب آنہا

رسید بایں جانب تا حال خطے نرسیدہ بود والا چہ امکان است در تحریر جواب قصور و تہاون میکردیم کہ ہمیں خط بدست ہرکارہ رسید بلکہ ایں جانب را تفکر و تردد بسیار از طرف آں برادران دینی میماند کہ کجا ہستند و چہ طوری باشند کسے کہ واقف حال ایشاں باشد تا حال در نخوردہ و در یں خط ایشاں از تفصیل احوال چیزے مرقوم نبود بنا برآں انتظار خاطر ہنوز باقی ماند فقیر را در حق خود ہا داعی بالخیر تصور نمائند و آنچہ از سوء اعتقاد اغنیاء و نواباں آں دیار نوشتہ بودند فی الواقعہ کہ ہمچنیں شنیدہ میشود حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم دریں ملک کہ غلبہ عباث و مرہٹہ رو دادہ و صورت اسلام کہ سابق بود اگرچہ خالی از معنی بود برہم خوردہ انواع ایذا بجمیع مسلمین خصوصاً باہل علم و صلاح از طرف ایشاں میرسد بنا براں قصد مصمم میشود کہ طرفے ہجرت باید کرد و مجمع اہل اسلام حالا در ملک ہندوستان غیر از آں مکان بنظر نے لیکن بجہت شنیدن سوء اعتقاد مردم آں دیار دریں مقدمہ توقف مینمائیم - و چار و ناچار تا حال دار الحرب اقامت گزیدہ ایم - اگر نوبت با ضطرار رسید بلے اختیار شدہ شاید بہاں طرف برسیم و ایں اعتقادات فاسدہ اغنیاء و آنجا را رفع سازیم لکن الہدایۃ والضلال بید اللہ تعالیٰ فقیر سابق در رد ایں تہمت رسالہ ہم نوشتہ است انشاء اللہ تعالیٰ نقل آں متعاقب فرستادہ خواہد شد و برادر صاحب کلاں حضرت شاہ محمد صاحب ہنوز در لکھنؤ توقف دارند خطوط ایشاں اکثر مے آیند و خیریت ایشاں دریافت میشود بالفعل

از چند ماه ہمراہ نواب افضل خاں برادر نواب نجیب الدولہ مرحوم مے باشد و نواب افضل خاں خدمت ہم میکند بخیریت اند خاطر جمع باید داشت و تمام جمیع فرزندان حاجی صاحب حاجی محمد سعید چید البتہ علمی قلمی باید نمود کہ در اوقات دعا بہ تعیین اسماء یاد کردہ شود اللہ تبارک تعالیٰ ہمہ را توفیق حسنات و مرضیات خود عنایت فرماید واز مکروہات ظاہرہ و باطنہ محفوظ دارد اخون زادہ میاں عبد اللہ خود سابق ملاقات کردہ اند واز نام ایشاں واقفیت تمام است لیکن دیگر برادراں نہ ملاقات کردہ اند و نہ از نام ایشاں واقف ایم البتہ اطلاع باید داد زیادہ بجز دعائے خیر ظاہر و باطن چہ نویسد از طرف میاں رفیع الدین و میاں عبد القادر و میاں عبد الغنی ہر سہ برادران فقیر سلام و دعائے خیر مطالعہ نمایند بست و ہیجم ربیع الثانی۔

(۳) فضیلت مآب گرامی قدر سلمکم اللہ تعالےٰ از فقیر عبد العزیز بعد سلام محبت التیام مکشوف خاطر عاطر باد کہ رقیمہ کریمہ بعد مدت وصول آورد و احوال مرقومہ بوضوح انجامید شکایت عدم ارسال رقایم و مراسلات کہ بقلم آمدہ بود ظاہراً آں گرامی قدر را احوال فقیر نیست کہ در کدام حالت گرفتار است از مدت چہار سال مرض صعب عارض گذشتہ کہ از ہمہ امور معطل ساخت واز یک و نیم سال شدنے است از مدت اصلا حواس باقی نگذاشتہ خصوصاً دریں ایام کہ گفت و شنید وہم متعذر است واز مدت ابتدا بیکے خط نے نویسم ہر گاہ خط کسے می آید و جواب نوشتن واجب

میگردد و ناچار جواب نگاشته آید و آں ہم بدست خود نمے توانم اکثر خطوط فقیر کہ باشنایاں میروند تفتیش باید کرد کہ دستخطے ایں جانب نمے باشد قبل ازیں عبارت از زبان خود میگفتم و کسے دیگرے نوشت حالا از چند روز املا بر غیر ہم نمیتوانم بلکہ مطالعہ خطوط و دیدن آنہا و دریافت مطالب کہ موافق آنہا جواب نویسانیدیم مشکل شدہ در عجب حالات میگذرد کہ تحریر آں ممکن نیست تعلق بمشاہدہ دارد کسے کہ دریں حالت فقیر را در نیولا دیدہ ازو دریافت باید کرد کہ چگونہ میگذرد غرضیکہ حالتے ست۔ کہ نہ حیات تواں گفت نہ موت و ہر کہ در آں زمان سابق دیدہ بود و الحال ملاقات نماید ہمیں داند کہ گویا آں شخص نیست دریں حالت معذور است و اطلاق لفظ پلید و خبیث کہ بر یزید کہ در تحفہ اثنا عشریہ واقع شدہ بنا بر حدیث است کہ فردوس دیلمی و دیگر کتب و صاحب صواعق محرقہ ہم آں حدیث نقل کردہ بلکہ بروایت حاکم ہم ثابت شدہ کہ، اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیہ یسمی یزید و بروایتی اول من یثلم فی امر امتی" و ہر کہ تبدیل سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کند یا سوراخ یعنی خلل در امر امت جناب انداز و البتہ خبیث و پلید ست در غباتت و پلیدیت وے جائے شک نیست و تعریفات درباب معاویہ رضی اللہ عنہ ازیں فقیر واقع نشدہ اگر در نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے خواہد بود کہ بنا بر فتنہ انگیزی و کید۔ و مکر کہ بنائے مذہب ایشاں یعنی گروہ رفضہ از قدیم بر ہمیں امور است ایں کار کردہ باشد چنانچہ

بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند اللہ خیراً حافظاً وایں تعریفات نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد ومرد قندھاری من بہ معمر کہ شکایت آوردہ بس دفع شکایت او آنست کہ ذلت وقلت باعتبار دینا امر معیوب نیست در فتوح عراق از مغیرہ بن شعبہؓ منقول ست کہ گفت " العرب کانوا ذلیلین فاعزھم اللہ بالاسلام " دریں زمان اشرف الشرفا کہ سادات اند دریں ضلع ملاحظہ باید کرد کہ بچہ طور در دست کفار گرفتار ور عیت گری کفار غنیمت می دانند وذلیل انارا ما نزد مسلمان عزتے کہ بسبب نسب واتصال آنہا در نسب بہ پیغمبر ست موجود ست آں عزت سادات بہ سبب رعیت شدن ودر دست کفار ذلیل ماندن نخواہد رفت اما غنہ قندھار راہمیں قسم ذلت دنیا بود وآں ہم در وقت سلاطین صفویہ بود الحال آں ذلت ہم نماندہ پس جائے شکایت نیست کہ احوال زمان ماضی گفتہ شدہ وایں ہرگز عیب نیست بلکہ مردماں خود بیان می کنند کہ ما در زمان گذشتہ چنیں بودیم الحال اللہ تعالیٰ ما را ایں عزت دادہ بلکہ ایں بیان از قبیل بیان نعمت الٰہی ست واما بنعمۃ ربک فحدث ایں او را یاد کردہ شد باید کہ ما را عزت بعد از ذلت عطا فرمود واما حدیث صحیح است در معنی اشکال نیست ہرگاہ معاویہ رضی اللہ عنہ واتباع ایشاں از اہل شام وغیرہ باغی شدند چنانچہ ہمیں ست مذہب اہل سنت وجماعت ہرگز جائے اشکال نماند ومعنی یدعونھم الی الجنۃ یعنی الی الحق یدعونک الی النار اے الی الباطل صریح است کہ موافق اعتقاد عمار ہمچنیں فی الواقع است یعنی بطرف حق

دعوت مے کردند وآں فتنہ ایشاں را الطرف باطل و برادرم شاہ رفیع الدین از چند روز بست میاں دوآب مسافر شدہ اند اگر ایشاں در آنجا سے بودند ایں ہمہ امور را بہ تحقیق وتفصیل می نوشتند و بسبحہ ہم گفتہ سفرستادہ ہرگاہ خواہند آمد وصحح عربی بخاطر ایشاں خواہد رسید البتہ نوشتہ خواہد شد واسناد دلائل خیرات سردست حاضر نبود انشاء اللہ تعالےٰ بوقت فرصت تلاش کنانیدہ فرستادہ خواہد شد وتعویذ سلاح ودا خیر چہار شنبہ صفر نوشتہ میشود انشاء اللہ تعالیٰ ہرگاہ نوشتہ خواہد شد آں ہم مرسول خواہد گشت وتعویذ برائے ترس وخوف بہ آں گرامی قدر در جواب می رسد۔

ورگلو باید انداخت واخون زادہ میاں عبد اللہ برادر بزرگ آں گرامی قدر معلوم نیست کہ کجا ہستند احوال ایشاں و دیگر برادراں ہم مفصلاً بقلم باید لحال ہرگاہ رقیمہ بفرستند احوال ایشاں بہ تفصیل باید نوشت و بہمہ سلام مسنون رسانند۔

(۴) فضائل مآب حاجی الحرمین اخون زادہ عبد اللہ و عبد الرحمٰن ، سلمہ اللہ تعالےٰ از فقیر عبد العزیز سلام مسنون الاسلام و دعوات ترقی دارین مطالعہ نمایند خط مسرت نمط ایشاں مع برادران دریافت گردید حمد الٰہی ادا کردہ شد وخاطر را جمعیت دست داد فقیر ہمیشہ خیال علی الخصوص برائے شما کہ یادگار حاجی محمد سعید مرحوم آید داعی و خیر خواہ است از اشتیاق ملاقات آنچہ قلمی نمودہ بودند چرا نباشد قول مشہور است مودۃ الآبا قرابۃ الابنا محبت حاجی صاحب مرحوم بہ ایں جانب از محبت گذشتہ

بود البتہ احوال اصول در فروع سرایت دارند در دل ما ہم برائے دیدن شما می خواہد لیکن اللہ تعالیٰ بخیریت و جمعیت لظہور آرد تا وقوع ایں معنی از شنیدن اشتغال بدرس تعلیم کہ شما دارند خاطر را مسرور ساختہ سلام و خواہان آنیم کہ اللہ تعالیٰ شما را در باطن و ظاہر بر وضع محمود سلف خود قائم دارند نوشتہ بودند کہ بدست حافظ معین الدین خطے ارسال داشتہ بودند کہ جواب آں ازیں طرف نرسیدہ بدست حافظ معین الدین از آں طرف خطے نیامدہ بود لیکن مدت است کہ از جہت دیگر خطے رسیدہ بود و جوابش نیز فرستادہ بودیم اغلب کہ رسیدہ باشد و احتمال است کہ در راہ ضائع شدہ بہر حال ما را در حق خود داعی بالخیر دانند از طرف برادران دیگر سلام برسد و مضمون ہمیں است بہ برادران خود سلام و دعوات رسانید

بنام منشی محمد نعیم خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم منشی صاحب عالی مراتب زبدۂ اہل اخلاص خلاصہ ارباب اختصاص صانہ اللہ تعالیٰ و نزل علیہ برکاتہ فی الدنیا والآخرۃ از فقیر عبد العزیز بعد سلام مسنون باد دعائے مقرون بر ضمیر صفا پذیر واضح و لائح باد کہ رقیمہ بہجت ضمیمہ ایشاں مع خط میر سید احمد صاحب نفع اللہ بہ المسلمین بملاحظہ درآمد و سوال نیز در مفصل دریافت شد صاحب من ہمیں قسم قصہ در وقت حضرت الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بعضے یاران ایشاں را پیش آمدہ بود کہ علو مراتب خود برایشاں مکشوف می شد

وعدہ ہائے دور دراز عیب بر ایشاں وعدے نمود مردم ہمیں استفسار نمودند
سید الطائفہ فرمودند کہ تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبِّيْ بِهَا أَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ
یعنی ایں خیالات ہیچ اصل نیست یعنی از جانب خدا برائے تربیت طفلان
طریقت کہ تابع شخصے حی شوند آنہا را دعوت بسوئے خدا می کنند اتفاق شود
مانند آنکہ طفلے را کہ در مکتب مے برند استاد او یا مادر یا پدر او را مواعید
عمدہ مے دہند کہ برائے تو غلیلے ساختہ ایم و شیرینی آمادہ کردہ ایم و فلاں
نعمت بتو خواہیم داد و اگر تو بسیار خوش و خرم باشیم و لوح سیمیں در کنار
تو خواہیم نہاد و علیٰ ہٰذا القیاس از کبرا اولیا و سابقین مثل غوث الاعظم قدس
سرہٗ و دیگر بزرگان وعدہ ہائے مغفرت و رحمت تابعان و مریدان و بہ طفیل
ایشاں نظر رحمت بر سائر خلائق منقول شدہ و آں ہمہ وعدہ ہائے صادق برآمد
و در حدیث مشہور وارد شدہ در حق چہل ابدالان کہ دریں امت ہیچ زمانہ
ازاں خالی نمے باشد کہ بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ أَهْلُ الْأَرْضِ وَبِهِمْ يُنْصَرُوْنَ وَبِهِمْ
يُرْزَقُوْنَ یعنی مردم زمین را بطفیل ایشاں باراں می بارد و نصرت و رزق
حاصل میشود پس چہ تعجب است کہ میر سید احمد رح را بعضے ازیں مراتب حاصل
شدہ باشد و بالقائے معاصران ایشاں را اثرے ازاں رسیدہ باشد غرضیکہ
انکار ایں معنی خوب نیست بلکہ انتظار باید کشید کہ حق تعالیٰ آثار ایں مواعید
را بر منصۂ ظہور جلوہ گر سازد پس ایں ہمہ صادق اند زیادہ بجز ترقی دارین
ہیچ نرسانند

بنام مولوی نور محمد صاحب

مجمع کمالات و مناقب قیم احکام شریعت مولوی نور محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

وزادلہ حرصًا علی الحفظ الشرع و نفع الدین فقیر عبدالعزیز بعد از ابلاغ سلام مسنون

ملتمس میدارد کہ رقیمہ کریمہ درباب استفسار از مسئلہ توحید وجودی و توحید

شہودی و انکار اقاویل وحشت ناک میاں رمضان شاہ وصول عزت شمول نمود

مہربان من حقیقت الامر اکہ صوفیہ علیہ از قدیم اشارات باین مسئلہ میفرمودند و چون

کہ محل تاویل بود گاہے بحکایت تاویل میتوان کردند و گاہے محمول بر سکر میتوان

داشت چنانچہ آں صاحب خود از چند بزرگ نقل فرمودہ اند لیکن بعد از مرور

طبقہ سلف از صوفیہ و گذشتن پانصد سال از ہجرت نبویہ ایں حضرات دو

فرقہ شدند جمعے کثیر اشارات را بر حقیقت حمل نمودند و قائل شدند بآنکہ وجود

واحد در مراتب وجوب و امکان و قدیم و حادث و مجرد و جسمانی و مومن و کافر

و نجس و طاہر ظاہر ست لیکن ہر مظہر حکم جدا دارد فرق در احکام مظاہر ضرور است

مومن را حکم نجات است و کافر را حکم نقمت و امر علی ہذا القیاس در جمیع

صفات متضادہ چنانچہ گفتہ اند

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　گر فرق مراتب نکنی زندیقی

و ہمیں فرق و البتہ است احکام ظاہر شریعت چہ زن منکوحہ حلال است و اجنبیہ حرام و پدر

واجب التعظیم است و کافر معاند واجب التحقیر و ہر کہ فرق در احکام نکند و محض وحدت وجود را

ملاحظہ نماید خلاف شرع است و الحاد و زندقہ است و ہمچنیں وجود را کہ عین ذات حق است

نزد ایشاں با وصف ظہور در مظاہر مختلفہ در مرتبۂ احدیت صرف پاک و منزہ از نقائص و متصف بکمالات بداند و نیز بداند کہ نقصان مراتب کثرت با دعائد نمیشود و چنانچہ شعاع آفتاب با وجودیکہ بر نجاسات می افتد نجس نمیشود و حقیقت کلیہ انسان مثلاً با وجودیکہ در مسلمان و کافر و صالح و فاسق و عالم و جاہل ظہور کردہ و خود نقصان نمے پذیرد ہمیں مذہب را اکثر حضرات صوفیہ و علمائے نامدار اختیار کردہ اند و دریں باب رسائل و کتب نوشتہ اند عمدۂ اینہا از قادریہ شیخ اکبر محی الدین بن العربی و شیخ صدر الدین قونوی و شیخ عبد الکریم جیلی و شیخ عبد الرزاق جھنجانوی و شیخ امان پانی پتی و از کبردیہ مولانا جلال الدین رومی شمس الدین تبریزی و از سہروردیہ شیخ فرید الدین عطار و از چشتیہ سید محمد گیسو دراز و سید جعفر مکی و از نقشبندیہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار و ملا نور الدین جامی و ملا عبد الغفور لاری و حضرات خواجہ باقی باللہ کابلی و علی ہذا القیاس شیخ عبد الرزاق کاشی و شمس الدین تفتازی و قیصری و سعید الدین فرغانی وغیرہ ایشاں گذشتہ اند و تصانیف اینہمہ بزرگان موجود و مشہور ست چنانچہ بملاحظہ آں صاحب برآمدہ باشد و جماعہ دیگر اینہمہ اشارات را بر تاویل حکایت یا سکر حمل نمودہ انکار وحدت وجود کردہ اند و گفتہ اند کہ وحدت وجود در بعضے اوقات بنظر سالک مے آید بے آنکہ در حقیقت باشد چنانچہ در روشنی آفتاب ہمہ ستارے بے نور مے شوند و بنظر نمے آیند حالانکہ در نفس الامر موجود و نور ہم دارند لیکن در وقت نہار بسبب غلبۂ نور آفتاب نور آں ہا مضمحل ہمیگردد و ہیچ ہیچ است حال چراغ پیش مشعل پس کسانیکہ بتوحید صرف راہ پیمودہ اند

توحید ایشاں محض در شہود و در نظر است نہ آنکہ در وجود باشد و ہمچنیں است
مذہب شیخ علاؤ الدولہ سمنانی و جماعہ دیگر از قدما و مذہب امام ربانی و اتباع
ایشاں وایں حضرات ہمہ در اثبات ایں عقیدہ رسائل و مصنفات بسیار پرداختہ
چنانچہ معلوم خاطر شریف خواہد بود پس ما مردم را کہ بعد ازیں اختلاف پیدا شدہ ایم
جزم با حدی الطرفین نمیتواند شد پس سبیل ما مردم نیست کہ چنانچہ در مذہب اربعہ
حق را دائری انگاریم و میگوئیم مثلاً مذہب حنفی صواب محتمل الخطا است و مذہب
غیر ایشاں مثل شافعی و مالکی خطا محتمل الصواب است ہمچنیں دریں دو مذہب توحید
وجودی و توحید شہودی نظر نیک دلیل یک طرف را جح شدہ طرف دیگر را
باہم ضلال و گمراہی نباید انگاشت کہ تضلیل و تکفیر جمع کثیر از علماء و مشائخ
کبار لازم نمے آید آرے اگر بتقلید یک طرف غلو پیدا کردہ و فرق مراتب
را از نظر انداختہ پائے از جادہ اعتدال بیروں نہادہ عابد را معبود حادث را
قدیم و ملوث را منزہ و حرام را حلال و نجس را طاہر انگاشتہ از ملحدان و زندیقان
میگردد حاصل کلام آنکہ اختلافیکہ درمیان سنی و رافضی یا سنی و خارجی است
مثل آں نیست کہ موجب تضلیل و تکفیر احد الجانبین باشد بلکہ مانند اختلاف
مذاہب اربعہ است آرے ہر کہ از قائلان توحید وجودی پائے از جادہ اعتدال
بیروں نہد نوبت بالحاد و زندقہ رساند البتہ ضال و گمراہ گردد و ہمچنیں قائلان
ہر کہ از توحید شہودی پائے از جادۂ اعتدال بیروں نہادہ تکفیر و تضلیل جمعے
کثیر از علمائے صوفیہ نماید البتہ مطعون و ملام شود ایں ست حال محصل دریں باب
اما حال میاں رمضان صاحب ملاحظہ باید فرمود اگر قید شرع دارند و مردم

را بنماز روزه و تلاوت قرآن و ذکر و خوف و رجا و تقویٰ و صلاح دعوت میکنند پس از الحاد و زندقه بسیار دور اند و اگر معاذ اللہ قید احکام شریعت نمی نماشند و مردم را باباحت و زندقه دعوت میکنند پس البتہ قابل تضلیل و تکفیر اند در کتب فقہ مینویسند که در مسئلہ اگر چند وجوہات باشد که موجب کفر اند و یک وجہ عدم کفر پس بر مفتی لازم ست که میلان بر عدم کفر بکند مگر در صورتیکه قائل خود تصریح وجہ کفر کرده باشد در فتاویٰ عالمگیری مرقوم است مذا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و وجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی فلا ینفعہ التاویل حینئذٍ ثم ان کان نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان کان نیۃ الوجہ الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ فتوی المفتی انتہی۔

بنام حافظ مصری صاحب

حافظ صاحب مہربان عالی مراتب مجمع حسنات و مناقب حافظ مصری صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ از فقیر عبد العزیز بعد از ابلاغ سلام مسنون الاسلام مکشوف خاطر عاطر باد عنایت نامہ سامی در مقدمہ مناقشہ میاں محمد رمضان صاحب و مولوی نور محمد صاحب بابت توحید وجودی و انکار آں وصول عزت شمول نمود مہربان من قائلین توحید وجودی اکثرے از اولیاء اللہ که خواص اہل سنت و جماعت اند گذشتہ اند در ہر طریقہ چنانچہ که برائے مولوی نور محمد صاحب سابق ازیں مرقوم شده مشتمل بر اسمائے بعضے از آنہا است پس کسیکه قائل بتوحید وجودی می باشد او را کافر گفتن و از نماز پس پشت او احتراز کردن و مناکحت باو نه نمودن

و ذبیحہ او نخوردن ہرگز روا نیست بلکہ آنہا را مسلمان و اہل سنت باید دانست
و معاملہ مسلمانان اہل سنت از ابتداء السلام و جواب عطسہ و عیادت مریض و شہود
جنازہ و دعائے مغفرت و رحمت نمودن باید نمود آرے ایں اعتقاد یعنی اعتقاد
توحید وجودی داخل در ضروریات عقائد اسلام نیست اگر کسے اعتقاد آں نکند
و آنرا نداند در اسلام او نقصانے نیست اما باید کہ اولیاء اللہ را کہ قائل
بتوحید وجودی گذشتہ بہ تحقیر و اہانت و تکفیر و تضلیل پیش نباید آمد و اولیٰ
در حق عوام الناس آنست کہ ازیں مسئلہ نفیاً و اثباتاً سکوت ورزند و
مشغول بہ بحث و تکرار ایں مسئلہ نشوند کہ عقل ہر کس بہ فہم آں نمیرسد و موجب
فساد عقیدہ میگردد و ابیات کتاب بلبل باغ نبی نیز مشتمل برہماں الفاظ است
کہ مانند آں الفاظ در مثنوی مولانا جلال الدین رومی و شیخ فرید الدین عطار و
فخر الدین عراقی و دیگر بزرگاں و مانند آں فرمودہ اند اما ایں قسم الفاظ را نقل
در مجلس عوام نباید نمود کہ بسبب کم فہمی در فتنہ نیفتند و لفظ حقیقۃ الحقائق نیز در
اصطلاحات قدمائے صوفیہ واقع ست کہ در شرع نیامدہ و ہر فرقہ را از
فرقہ ہائے اہلسنت بعضے الفاظ مصطلح شدہ کہ در شرع اطلاق آں وارد نشدہ
مثل واجب الوجود در عرف متکلمین اہل سنت و ہمچنیں لفظ وجود مطلق در عرف
صوفیہ اہلسنت مثل قیصری و فرغانی و مولانا جامی بسیار وارد است و در شرع
وارد نشدہ پس اطلاق ایں الفاظ ہر چند بدعت است اما بدعت سیئہ
نخواہد بود چہ ایں قدر علمائے باحتیاط و تقویٰ استعمال آں نمودہ اند و
شاہ محمد رمضان صاحب کہ مردم را اہانت و زدوکوب مشغول مے ساختند

واز قتل بنات وتحریم نکاح اقارب وبنی الاعمام وذبح لغیر اللہ ورسوم کفر منع
مے نمایند ہمہ خیر وصلاح ست درآں مانع نباید شد بلکہ در ترویج وتشہیر
ایں احکام کوشش باید فرمود کہ احیائے سنت وازالہ بدعت ثواب بسیار دارد
ومولوی نور محمد صاحب بحضور جمع کثیر از مسلمین کہ فقیر از جملہ آنہا بود
از طعن وتشنیع قائلین وحدت وجود انکار محض نمودہ اند وفرمودہ اند کہ اگر
احیاناً از راہ سہو ونسیان چیزے از ہمیں قبیل از زبان برآمدہ باشد از آں
توبہ نصوح نمودم وبیشتر انکار من بر تشنیع وترویج ایں عقیدہ بر السنہ عوام
است کہ حقیقت ایں مسئلہ را دریافت نمے نمایند پس دریں صورت لازم است
کہ درآں نواح منادی واشتہار باید فرمود کہ بابت ایں مسئلہ انکاراً واقراراً
اصلا کسے گفتگوئے نکند وایں مسئلہ را بر زبان نیارد والا قابل تعزیر وتنبیہ
باشد وباہم مسلمین شیر وشکر ومتحد المشرب زندگی نمایند وبکارہائے دین
کہ ضروری است از عقاید واعمال مشغول ومصروف گردند والسلام۔

بنام شاہ غلام علی صاحب مجددی

شاہ صاحب عرفان مراتب سلمکم اللہ تعالیٰ بعد از سلام مسنون الاسلام
مکشوف خاطر عاطر باد کہ رقیمہ کریمہ وصول عزت شمول نمود آنچہ متردد بخاطر
شریف از مذکور نوکری فرنگیاں وقبول خدمت افتاد از ایشاں کہ درایں مدرسہ
از چند روز میشود لاحق گردید بوضوح انجامید بعض ایں خبر صحیح است و
بعض ناصحیح اصل حقیقت ایں است کہ مولوی رعایت علی خاں مختار کار

فرنگی بسیار مستعد اند مکرر بایں جانب نوشتند که شخصے را از علما و متدین که مرتشی
نباشد و اطلاع بر مسائل فقه داشته باشد نزد ایں جانب باید فرستاد تا بنده
در هر واقعه و حادثه بموجب روایات فقه حکم میکرده باشد ازیں جانب نوشته
شد که صاحب نوکر و مجبور فرنگیاں اند مبادا آنها تکلیف حکم نامشروع و بند
تا ایں شخص را که بالفرض مقیم اختلاط صحبت فرنگیاں ضرور افتد و موجب مداهنت
در امور اسلام شود ایشاں ازاں طرف بتاکید تمام قلمی نمودند که اصلا آں
شخص را اختلاط فرنگیاں نخواهد شد نه آنرا تکلیف حکم نامشروع داده خواهد
شد بلکه در مکان جداگانه در شهر بالاستقلال سکونت خواهد ورزید و آنچه
موافق شرع محمدی باشد علی صاحبها الصلوٰة والسلام بے دغدغه و بے وسواس
حکم نماید بعد از ورود ایں قسم رقایم ایشاں تامل و تفکر نموده شد که ایں قسم
معامله با کفار که امداد در ترویج احکام شرعیه باشد موافق شرع جائز است
یا نه حضرت عزوجل ایں آیة در خاطر انداخت وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ
أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ قَالَ
اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ قال البیضاوی فیه
دَلِیلٌ عَلیٰ جواز طلب التولیة واظهار انه مستعد لها والتولی
من ید الکافر اذا علم انه لا سبیل الی اقامة الحق وسیاسة
الا بالاستظهار به الحق ایں است آنچه تعلق بشریعت
دارد اما آنچه تعلق بطریقت دارد پس ترک و تجرید و اختیار فقر و ترک
مکاسب در طریقت همه بر کسے مے شود که باختیار خود التزام ایں ترک کرده

باشد و بدست شخصے عہد بستہ و تا وقتیکہ التزام ایں فقرہ عہد بریں از شخصے
بوقع نیامدہ باشد باوجود تعلق بعلائق قیام بخدمات شغول باطن و ذکر و
فکر مراقبہ و مشاہدہ حاصل مے شود بالجملہ کسب و تعلق رخصت ست از
محرمات طریقت نیست والا قضاۃ و دیگر اہل مکاسب را تلقین طریقت جائز
نمے شد و حال آنکہ بسے ازیں فرقہ اولیائے کبار گشتہ اند بمرتبہ کمال تکمیل
رسیدہ چہ جائے کسے کہ ہنوز مبتدی باشد آرے ترک و تجرید دریں طریقت
عزیمت است و آنہم بشروط یعنی عدم عیال یا عدم والدین کہ خدمت
آنہا فرض باشد یا اقارب دیگر کہ واجب الشفقت باشند عذر کردہ شود
کہ دریں از ہیچ محذوری از صحبت کفار و مداہنت در حدود اسلام
یا موافقت باتہا در رسوم کفر یا خوشامد آنہا و مبالغہ در کذب دیگر مفاسد
کہ صاحبان اغنیا را راہم میرسد اصلا موجود نیست پس در اباحت آں
در شریعت و طریقت ہیچ شبہہ نماندہ مانند ایں کہ خلفا و اصحاب مختار ہم
اولیا را دیدہ و شنیدہ ایم کہ معلم گری و تعلیم اشغال ہم میکردند و مبشر بہ
بشارات عمدہ بودند چہ جائے کسے کہ ہنوز حد ابتدا وادی قدم نہادہ و زمام
اختیار خود را در دست ترک و تجرید ندادہ بنابر ایں امور مرقومہ تجویز کردہ شد
کہ مولوی عبدالحی صاحب از تجارت اگر مفاسد مظنونہ موہومہ نباشند
تنہا والا مع خواستہ بیاید چوں اینقدر معلوم شد خاطر شریف را بدرجہ انزعاج
نباید داد و اینقدر اجمالاً ذہن نشین باید ساخت کہ ایں جانب ہم عمرے دریں
مذکورات صرف کردہ و آثار با اجداد ہمیں وضع را دیدہ و شنیدہ لیکن یک

بے حجت شرعی و بلے تجویز در باب طریقت حرکتے ناملائم کہ دریں ہر دو راہ مستہجن و مستقبح باشد انشاء اللہ تعالیٰ نہ برائے خود نہ غیر خود تجویز خواہد کرد زیادہ چہ نویسد والسلام والاکرام۔

شاہ صاحب عرفان مراتب سلکم اللہ تعالیٰ بعد از سلام مسنون مکشوف باد معارج القدس تصنیف امام غزالی است رحمۃ اللہ علیہ فی معرفۃ النفس در قواعد تہذیب اخلاق و اصلاح فساد ہا لیکن بیان بطور حکمت مع شوب قلیل من قواعد التصوف والسلوک و کتاب الطاف القدس فی معرفۃ النفس تصنیف ولی نعمت مرحوم علیہ الرحمۃ در معرفۃ لطائف نفس بر قواعد تصوف و سلوک ست محض بالفعل ایں طریق ثانی انفع و سہل ست اگر مطالعہ منظور باشد الطاف القدس مطالعہ باید فرمود کتاب معارج القدس اخلاق غایت بسیار دارد معہذا غور در مطلب آں دریں زماں صعوبتے دارد زیادہ بجز دعائے مراتب عرفان و کمال چہ نویسد والسلام المرقوم ۲۰ رجب ۱۱۳۶ھ ہجری۔

بنام مولوی امین اللہ صاحب

دریں ولا مولوی صدرالدین صاحب کہ از فضلائے نامدار ایں بلدہ ما بودہ اند در اکثر فنون عقلی و نقلی از عربیت و ادب و اصول و فقہ و کلام و ہم فنون فارسی مہارت تمام دارند و اکثر مراجعت تحقیقات نفیسہ علوم در فقیر خانہ نمودہ اند و معہذا بہ سنت الارادت و اتحاد با فقیر موبدتی دارند و عبدالمجید الشان از فضلائے معتبر و مخلص اصحاب و تلامذہ در جناب حضرت والد ماجد فقیر

دارند. عازم دارالامارت کلکتہ بہ تقریبات چند در چند اند انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات
سامی اند نمود مراعات مہمات مذکورہ در حسن تلقی، اعزاز و اکرام ایشان مہما امکن
مد نظر سامی باشد

بنام شاہ اہل اللہ دہلوی

(۱) جزی اللہ عنا قوم سکھ ومرھٹہ
عقیبتہ شرعاجلا غیر اجل
وقد قتلوا جمعا کثیرا من الوریٰ
وقد اوجعوا فی اھل شاء وجاھل
لھم کل عام نھبۃ فی بلادنا
یخوضون فینا بالضحیٰ والاصائل
فھل ھٰھنا من معاذ لعائذنا
وھل من مغیث یتقی اللہ عادل
(۲) انفاھم اللہ عن ھذا الدیار فھم
شرالاعادی وھم عن جنۃ غول
فوضت امری وامر الناس جمعھم
الی اللہ وان الحفظ مامون
(۳) ثم ان البلاد فاسد ۃ
عن ایادی الغشوم واظلم

غیرخاف علیک ماصنعت
قوم سکھ کانت انشام

بنام مولوی عبدالرحمن صاحب

فضائل مآب وکمالات اکتساب روالدین الثاقب والفہم الصائب اخون
زادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وزادہ بسطۃ فی العلم والعمل
وبلغہ الی کل الامل از فقیر عبدالعزیز بعد ابلاغ سلام مسنون السلام مقرون
بالتعظیم والاکرام واضح رائے شریف ذہن لطیف باد کہ بہ قبیہ کریمہ در
توثیقہ نواب صاحب بہجت شمول نمودہ حق تعالےٰ مراتب علم وعمل درترقی
وتزاید دارد واز جمیع مکروہات وبلیات دارین درامان خود نگہدارد فقیر
از عرصہ چند سال بسبب ہجوم امراض گوناگوں از مراجعت کتاب فقہ محروم
ست بلکہ بسبب فقدان بصارت ہیچ کتاب مطالعہ نمیتواند کرد ولہذا
جمع نمودن کتب بے فائدہ دانستہ موقوف نمود لیکن آنچہ دیدہ وشنیدہ بفضل
الٰہی محفوظ است در مسئلہ حکم کرگدن استفسار رفتہ بود حقیقت آنست کہ
شیخ الاسلام در صیدیہ دو قول درحق او نقل نمودہ یکے قول آنکہ حرام ست
زیراکہ انسان ودیگر حیوانات حملہ میکند ومیکشد اگرچہ گوشت نمی خورد پس
معنی سبعیت درا وپیدا شدہ والسباع کلہا حرام ودر کتاب حیوٰۃ الحیوان
نوشتہ اند کہ ہو شدید العداوۃ للانسان یتبعہ اذ سمع صوتہ فیلحقہ دلایاکل
منہ شیئا کذا فی المستطرف وقول دیگر آنکہ نقل کردہ ست ایں کہ

حلال ست زیراکہ کاہ ونباتات میخورد و فھو من البھائم لا من السباع این وقت
صیدیہ حاضر نبود کہ عبارت آنرا نقل کردہ شود امامضمون عبارت بالیقین ہمیں
است کہ مرقوم شد درکتاب حیوۃ الحیوان قول کمال الدین موسیٰ دمیری شافعی
ہم برحرمت این جانور مذکوراست کتاب مذکور ہم این وقت میسر نشد کہ
عبارت نقل کردہ شود این محفوظ ست کہ کرگدن را حمار ہندی گویند وکرگدن
ہم گویند لیکن لفظ مشترک است درمیان این جانور وبجانور دیگر کہ خردتر
ازین باشد ومشابہت دارد باگاومیش کہ درحق آن جانور روایت صحیح است
کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ درکوفہ حلال بودن آن فرمودہ لہذا
بعضے علماء سابقین را اشتباہ روداد وحکم بحلیت این جانور ہم دادہ اند
واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال وبہ ذہن سابق سامی نخواہد پوشیدہ بود کہ این
جانور بہ سہ جانور مشابہت دارد بدن وپایہا مانند فیل مے باشد وسطش
مانند گاومیش ودردہن دندان دارد وشاخیکہ برسردارد مشابہت باخوک
پیداکند ودرکتب مصرح است کہ ہرگاہ درمیان جانور حلال وحرام مشابہت
بیشتر دارد پس حلال ست واگر جانور حرام مشابہت بیشتر دارد حرام
است چنانچہ میان سگ وبزاگر بچہ پیدا شود ہمیں حکم دروے جاری ست
پس درین صورت کہ مشابہت خوک وفیل درین جانور موجود ست حکم بحرمت
اولیٰ وانسب است ومن القواعد المقررہ اذا اجتمع الحلال والحرام حکم
بحرمۃ انتہیٰ کلامہ فقیر بتوفیق الٰہی تعالیٰ میگوید کہ درفتاوی رحمانی مذکورست
کہ فیل وکرگدن نزد امام اعظم وابویوسف حکم حل دارد نزد محمد حرمتہ و

نقل از ذخیرہ کردہ است و دلیل ہر دو جانبین قائم کردہ لیکن مخالف است از ہدایہ کہ در باب بیع فاسد مرقوم است امام محمد فیل را نجس العین میگویند و بیع او جائز ندارند و ہمچنیں کرگدن را امام ہمام اعظم و امام ابو یوسف میگویند کہ فیل از سباع است پس ازیں معلوم شد کہ فیل و کرگدن ہر دو حرام اند خوردن نباید اگرچہ بیعش نزد امامین ہر دو جائز است پس کسیکہ حکم خوردنش میکند جائز نیست فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

بنام شخصے

مہربان من تصرف جن و شیاطین در بدن آدمی یعنی در روح ہوائی و نسیمہ او کہ حامل قوی است و آنرا الصرع الجن در عربی مے نامند و آسیب و خبط در عرف تعبیر میکنند نزد اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلام مسلم است چنانچہ در تفسیر نیشاپوری وغیرہ در تحت یتخبطہ الشیطان من المس، مذکور است و اکثر المسلمین علی ان الشیطان قادر علی الصرع والقتل والایذاء بتقدیر اللہ تعالیٰ و مخالف دریں مسئلہ غیر از فرق معتزلہ دیگرے نیست و آنہا دریں ابواب توجیہات رکیکہ مینمایند چنانچہ در تفاسیر آنہا مرقوم است و نقل آں واہیات بے حاصل در اناجیل اربعہ لوقا و متی وغیرہما دہ پانزدہ قصۂ آسیب جن و اخراج آں از بدن مصروع بدم عیسوی مذکور است و در احادیث نیز قدرے کثیر ازیں باب آمدہ ہرگز کسے را جائے انکار نیست آمدیم برآنکہ انسان ہم بعد موت ایں کار میکند یا نہ دریں مسئلہ علمائے

اہل سنت را اختلاف است اکثر محققین تجویز آں کردہ اند بعضے با متناع آں رفتہ دلیل منکراں آنست کہ اگر انسان نیز ایں کار کند باید کہ حقیقت او مقلوب بحقیقت جن گردد و انقلاب حقائق محال است و نیز اگر انسان صالح است پس ایں نوع ظلم و ایذا از چہ قسم از وے بوقع مے آید کہ خلاف اصلاح است و اگر فاسق است یا کافر پس او از دست موکلاں عذاب چگونہ خلاص شدہ فرصت ایں عمل مے باید بنا بر آں مجوزیں دریں باب دو گروہ شدہ اند جماعہ می گویند کہ ایں از باب انقلاب نیست بلکہ نوعے است از مسخ اخروی کہ اصل آں در آخرت و ما بعد الموت از روئے احادیث بسیار ثابت است و در جامع صغیر سیوطی از کتب متعددہ و در تتمہ حدیث معراج منامی آنحضرت نقل کردہ کہ رأیت من تخلہ خنوسۃ الشیاطین عند الموت فجاءہ لعلہ من الجنابۃ فتشرعنہ من ایدیہم او کما قال و از یں حدیث بوئے از یں عالم بمشام میرسد و چوں ایں معاملہ از باب مسخ اخروی شد پس خلاص از عذاب فاسق را چرا لازم آید بلکہ ایں ہم نوعے است از عذاب کہ در آں گرفتار است مسلک علمائے حنفیہ ماتریدیہ ہمیں است ملا معین در شرح برزخ کہ از معتمدان علمائے ماوراء النہر است میگوید الانسان یصیر جناً فی عالم البرزخ بالمسخ وھذا تعذیب وعذاب من اللہ تعالیٰ علی من شاء کما کان المسخ فی الامم السابقۃ والقرون الماضیۃ قردۃ وخنازیر الا انہ رفع ھذا العذاب عن ھذہ الامۃ المرحومۃ فی عالم الشہادۃ ببرکۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم الا ما ھو من علامات الساعۃ الکبریٰ فقد ہ

ر د فی الاحادیث الصحیحۃ ان یکون فی ھذہ الامۃ مسخ وخسف
وقذف عند القیامۃ ذٰلک مسخ الانسان فی البرزخ یکون
غالبا فی الکفار والمومنین الظالمین الموذیین والزانین والمغلمین
سیما اذا ماتوا وقتلوا علی جنابۃ کالمرتدین غیر تائبین
فلیس کل من کان کذالک یکون ممسوخا بل من شاء اللہ مسخہ
وعذبہ والمسخ لا یکون فی الصلحا والاولیاء اصلاً وان ماتوا
علی جنابۃ ویکون المسخ فی القیامۃ کثیر کما ورد ان کلب
اصحاب الکھف یجعل بلعما والبلعم یجعل کلبا ویدخل ذالک فی
الجنۃ ویلقی ھذا فی النار ومن ھذا القبیل جعل راس من رفع
او وضع راسہ فی الصلوۃ قبل الامام راس حمار ومنہ مسخ اخذ
الرشوۃ وواضع الاحادیث وامثال ذلک کثیر انتہیٰ وجماعۃ دیگر میگویند
کہ ایں نہ از باب انقلاب ست ونہ از باب مسخ است بلکہ نوع است از مشابہت
در افعال وحرکات کہ اوصاف مختلفہ را باہم بہم میرسد بمنزلہ آنکہ درو دورہٗ
روہیلہا جماعۃ از مبتدیاں دستار زاغ بستہ وزلفیں را آویختہ
چند لفظ پشتو آموختہ خود را روہیلہ وضع کردند و مانند آنہا خشونت
در معاملات وضرب وقلاق بموجب عمل سے آوردند کذا ھذا بحکم من
تشتبہ بقوم فھو منھم آں افراد انسان کہ کار خبیثاں میکنند در عرف خبیث
میگویند وبہ ہندی بھوت سے نامند لیے آنکہ تغیرے درحقیقت آنہا واقع
شود ہمیں است کہ اکثر علماء عراق وعرب ایں را مسلک مختار گفتہ اند بہ الاتوی

والاصح نظر الی الدلیل و الیہ کان میل سیدی الوالد قدس سرہ فی اثناء البحث فی ہذا المسئلۃ کما وقع مرارا عدیدۃ سنہ ۱۲۰۱ھ۔

بنام امام شاہ صاحب

گرامی منشی امام شاہ جیو سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر عبد العزیز و فقیر رفیع الدین بعد از سلام مسنون الاسلام واضح باد رقیمہ کریمہ رسید مطالب چند مرقوم بود اجوبہ آں نوشتہ میشود یکے سوال اول ۔ آنکہ پیش فقہائے حنفیہ فرض است و در حدیث شریف است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیر زنخ را تر کردند اگر ربع لحیہ مسح ربع لحیہ را مسح فرض شد زیر زنخ را تر کردن چہ احتیاج است ۔ جواب ۔ مسح ربعہ لحیہ فرض است و تر کردن زیر زنخ سنت است کہ رتبہ او از مرتبہ اکتفا بہ فرض بزرگ تر ست زیر زنخ از وجہ خارج است شستن آں بالضرورۃ از فرض خارج و ہمچنیں کث اللحیۃ را غسل جلد مخفی سنت است پس از فرضیت مسح ربع لحیہ شستن زیر زنخ تعارض نیست ۔ سوال دوم ۔ بعد ز قیامت کہ لقائے حضرت باری جلشانہ خواہد شد چہ طور خواہد شد در تجلی ذات یا صفات ۔ جواب ۔ ایں تقریر در رسالہ دراز بہ تفصیل مستوفی دریں باب نوشتہ است کہ اظہار آں دریں مقام طولے دارد اما سخن مختصر انیست کہ متفق علیہ اہل سنت وجماعۃ است کہ دیدار الٰہی در جنت بے کیف خواہد بود یعنی بغیر لون و شکل و ابعد و جہت تصویر ایں مقام محققان اہل عقل و کشف بچند

وجہ بیان فرمودہ اند حکیم ابونصر فارابی در کتاب فصوص خود میگوید کہ انکشاف
شئے گاہے بر وجہ جزئی شخصے میباشد و گاہے بوجہ کلیہ کہ عنوان یک شخص
یا اشخاص کثیرہ شود اول را رویت و ثانی را معرفت و ثالث را علم گویند
حاصل در وقت تعلق بدن از حق تعالےٰ شانہ قسم ثانی است و بعد
خلع بدن ایں معرفت ترقی نمودہ بدرجہ اول خواہد رسید ایں را تعبیر برویت
نمودہ مے شود بقدرت الٰہی جل شانہ بہ نسبت آں ذات مقدسہ
ہمچناں جرم و لذات در مبصر و بصیر پیدا خواہد شد و ایں را بجز ابصار
رویت تعبیر نتواں کرد کہ عبارت دیگر مشعر بر کمال انکشاف نیست و
دریں نقل ہم اندک تغیرے و اصلاح کردہ شد یعنی در کلام شریف ایشاں
حصول جرم و لذات در باصرہ نبود و اتفاق علماء است کہ نام رویت ہماں
ادراک است کہ بتوسط حاسہ باشد نہ مجرد ادراک قلبی و الا ایں قول
موافق تاویل اہل اعتزال میشود بنا برآں دو سہ حرف دریں زیادہ
کردہ شد و از کلام بعضے دیگر مستفاد میشود کہ رویت در مشارہ تحقیق
میشود بحصول ظل مرئی در جلیدیہ و از آنجا مجمع النور و از آنجا در حس
مشترک و از آنجا نفس ناطقہ صورت خیالیہ و وہمیہ و عقلیہ تحریر میکند
و در ہمیں نزول میکند کہ علم عقلی بواسطہ وہم و خیال حس مشترک نزول
میکند و شبیہ حالت ابصار حاصل میشود اما چونکہ تا جلیدیہ نزول نیست
ابصار حقیقی نتواں گفت و در آں جہاں کہ نفوس مقدسہ و مطہرہ گشتہ کمال
اتصال بجانب مبداء پیدا میکند اشعۂ نورانی آں ذات مقدسہ بہ قوت

عقلیه و وهمیه پرتو میزند و آنجا بر خیال و حس مشترک نزول میکند و بسبب
شیوع فضل الهی به قوت مدرکهٔ انسانی رفع موانع نوم و تعطل و حواس
در جمع النور و جلیدیه نیز ریزش خواهد کرد، همچنان که خیالات درین جهان
در جهت و مکان نیست آن معاینهٔ حقیقت نیز در جهت و مکان نخواهد
بود و دیگرے گفته است که در حدیث شریف آنچه در باب رویت
وارد شده بر نفی جهت و سلب لوازم جسمیت ایمائے نمیدارد این قدر هست
که آن تجلی عبارتی صورتے از سائر مظاهر بلند وجه امتیاز میدارد و آنها از
از سائر مخلوقات که نیز مظاهرِ صفات آنجناب اند پس با آنکه ظهور ذات
دران مقام بعنوان الوهیت است و در سائر مظاهر خلقیه و انواع کائنات
چنانچه از نار حضرت کلیم ندائے انی انا الله لا اله الا انا سر میزد و آنها
از سائر تجلیات صوری و خیالی و حسی این جهانی بیش بدین وجه است
که ظهور ذات مقارنست و دران مقام بصورتے خیال ضرور کائنات معلومه
و مقرون بحدے از عظمت و کبریائی و نور و بها و جمال و صفا و شمول
کمالات ذاتی و اسمائی خواهد بود که حوصله ناظر اکمل و اشرف را انسان
در وهم و عقل خود گنجائش ندارد و به اکثر ازان در تصور آوردن نمیتواند
و آنچه اهل سنت نوشته اند که رویت آنجهانی بے کیف است
برائے دفع اشکالات معتزله از ثبوت لوازم جسمیت گفته اند چون
حقیقت تجلی دریافت شود جمله اشکالات از هم مے پاشند و بعض
اکابر میفرمایند که نفس را بسبب استغراق قوی در شهود حق احساس هیچ

غیر از مکان و مکان و جہت وجود خود و غیر خود نخواہد بود ہمیں را معائنہ بے جہت و شکل و لوازم جسمیت میتواں گفت با لجملہ ہمچناں کہ گفتہ میشود کہ زید و عمر را صریحا دیدیم و حال آنکو سوائے بعضے اعراض ایشاں ندیدہ ایم ہر گاہ ایں مسامحہ تعبیر در شاہد کہ موضوع لغوی لفظ رویہ است جاری باشد در غائب بدفع آں چرا باید کوشید و چرا التزام باید کرد کہ کنہ ذات صرف از تعلق فہم و ادراک معرا است در قید احساس و ابصار رفتہ آید ایں رویت در حق خواص و عوام بہ وجہ مختلف میشود یکے بحسب قرب و بعد و دیگر بحسب قلت و کثرت حجب و دیگر بسبب زیادتی معرفت صفات و کمی آں کہ در دار دنیا مکتسب شدہ و تائید ایںست کہ شبہہ نیست کہ بدن ارضی را بہ نسبت روح حیوانی در وجدان بدل ذات مقدسہ حجاب زیادہ تر است و روح حیوانی را ہمچنیں بہ نسبت عالم مثال سفلی را بہ نسبت عالم مثال علوی کہ مقام ملائکہ مقربین است چوں بعالم مثال ترقی نماید صورت ہماں عالم اکتساب کند و بدن از حکم ارواح علویہ پیدا کند آنچہ در اینجا غیب است آں جا شہادت گردد و اشرقت الارض بنور ربہا و حقائق اعمال و ہیاکل ملائکہ و احوال جنت و نار معائنہ شود لاجرم اعظم تجلیات الٰہی را کہ کارخانہ تدبیر و فیضان قضا و قدر و نزول شرائع بر انبیاء و صدور امر و نہی ملائکہ از آنجا است بحسب مراتب اتصال نفس آشکار اگردد و متجلی شود و جوارح بدل بمعیت قوائے روح مطمئنہ آں واردات گردد یقین است حالت معائنہ بصری حاصل خواہد

کرد واللہ اعلم بالصواب۔ سوال سوم آنچہ نوشتہ کہ ذات حق الآن
کما کان ست ودر اکثر ادعیہ فی آید سبحان من لا یتغیر بذاتہ ولا
بصفاتہ بحدث الاکوان وحق تعالیٰ بایستد ظہور مخلوقات در ذاتش
وصفاتش تغیر نباید نہ فہم سطے آید جواب مثال ظہور کائنات از حق سبحانہ
وتعالیٰ وللہ المثل الاعلیٰ من کل مافہم دیدی ظہور صور در آئینہ است
را ذاتے است کہ جرم معین است وصفاتے است خانہ لازمہ از قدر
وشکل ورنگ وشفافی ونشیب وفرازی در سطح مانند آں وصفاتے است
خارجیہ عارضیہ مانند برگشتن روئے او از جنوب واز زمین بفلک پس تغیر
دو قسم صفات در ظرف حصول جوہر آئینہ حاصل است واما صورت منتشر
آئینہ در آں مطلقاً در آں ظرف حاصل ہستند در الظہور وصفاتے آنہا
در ذات وصفات آئینہ تغیرے مے افتد اگرچہ ہزاراں ہزار صورت
نیک وبد وپاک وناپاک در وے نمودار گردد واللہ اعلم۔

سوالے چہارم۔ کافراں بزور خود بر ملک تصرف یابند ووارث مدعی
ملک مذکور در تصرف آنہا مانند پس ملک مذکور را کدام وقت وعرصہ
مالک میشوند وکدام شرائط است کہ دادن ایشاں ازاں ملک وہبہ کردن
ازاں ملک در حق کسے حلال شود اگر ہمیں صورت مسلماناں متصرف
شوند ویکے بدہند گرفتن آں رواں باشد یا نہ۔ سوالے پنجم۔ اگر کفار
بر اشیائے منقولہ متصرف شوند ویکے بدہند گرفتن آں رکھا باشد یا نہ
جواب۔ اگر کفار بر اشیائے منقولہ متصرف شوند چوں بدار خود ببرند

مالک میشوند اما چوں بر ملک متسلط میشوند پس اہل ملک دارالحرب کے میشود اختلاف ست بعضے میگویند کہ دارالاسلام ہیچگاہ دارالحرب نمے شود مگر بدارالحرب متصل گردد دارالحرب میشود و بعضے میگویند کہ مادام کہ یک شعار از شعائر اسلام بوجہ اعلان ظاہر باشد دارالحرب نمے گردد چوں ہمہ شعائر اسلام موقوف گردد دارالحرب میگردد بعضے میگویند کہ یکے از شعائر اسلام موقوف سازند دارالحرب میشوند اما اصح ارجح آں آنست کہ مادام حرب قائم است و مسلمانان از استخلاص آں ملک عاجز گردیدہ منقاد ناگشتہ اند و استیلاء کفار بحدے نشدہ کہ ہر چیزے را از شعائر اسلام کہ خواہند موقوف سازند و مسلمانان بے استیمان ایشان اقامت دارند و بر املاک خود بے اذن ایشان متصرف اند آں ملک دارالاسلام است و دارالحرب نشدہ و تصرفات عارضی ایشان معتبر نیست و بعد تسلط اسلام آں تصرفات اعتبار ندارد و چوں مسلمان از جنگ برگردند و منقاد شود گو کہ فکر جمع اسباب در دل داشتہ باشند اما از مقاومت در مانند و اقامت مسلمانان باستیمان ایشان گردد و تصرف بر املاک خود باذن ایشان کنند و جریان شعائر اسلام از راہ بے تعرضی ایشان باشد نہ از روئے قوت مسلمانان آں ملک دارالحرب میگردد و تصرفات ایشان جائز است نہ بعد ایشان جاری و اما غلبہ و تسلط مسلمانان بر املاک کفار پس تصرفات ایشان در آں ملک جائز است در اموریکہ موافق شریعت اند در غصب اموال مسلمین نیست واللہ اعلم بالصواب۔

سوال ششم صلوٰۃ الوسطے کدام است و فرضاً اگر یکے وسطی میشود چہار نماز باقی مے مانند و تصدیق کمال از انہا بر منجر د جواب ۔ در صلوٰۃ الوسطیٰ ہفت قول است تعین ہر یکے از پنج نماز و مجموع نمازہا مثاً قول ششم مبہم بودن بدستور ساعت جمعہ و لیلۃ القدر و اسم اعظم قول ہفتم اصح و اسح ہمیں است کہ صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر ست و چہار نماز باقی کمال تقیید از آنہا بر نمی خیزد و زیرا کہ تقیید صلوٰۃ وسطیٰ در نفس او نیست بلکہ در محافظت آداب زائدہ است چوں وقت مستحب و جماعت و مسجد و اسباغ وضو و مسواک و اذان و امامت و مزید اطمینان و کثرت اذکار و مزیت تاکید درایں امور از قبیل مزیت افضل بر فاضل است نہ فاضل بر ناقص ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و در ثبوت ایں قدر تفاوت خود شبہہ نیست واللہ اعلم ۔ سوال ہفتم ۔ شریعت معلوم است کہ احکام ظاہری را گویند و بداں مامور ہستند و طریقت و حقیقت و معرفت کہ ذکر آں در رسائل مے آید در فہمید نمے آید کہ چہ چیز است ۔ جواب ۔ لفظ شریعت دو معنی وارد عام و خاص معنی اول ما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امور دین من اعتقاد و عمل و خلق و حال و نیت و رخصت و عزیمت و امر و نہی و معنی دوم آنچہ تعلق و عمل جوارح دارد از عبادات مالی و بدنی و بیان آں عہدہ فقہ است و در کتب فقہ مذکور میشود ہمیں را مقابل طریقت است و آنچہ تعلق با خلاص و عین الیقین و تحصیل مشاہدہ و استغراق در آں دارد حقیقت ست و آنچہ تعلق بمکاشفہ اسرار اعتقادات دارد و لذ کیفیت

توحید و معیت و قربیت و اسرار محبت و ولا و مراتب ولایت و اولیاء و مانند آں آنرا معرفت گویند و ایں ہمہ در معنی اول شریعت داخل اند از سے دہر فنے کاملان آں فن غیر منصوص را استنباط نمودہ یا منصوص لحق ساختہ شرح و بسطے دیگر دادہ علم جداگانہ استخراج کردہ اند و بہمیں اسماء مسمی نمودہ اند۔ سوال ہشتم ۔ معرفت کمال ہر شئی بچہ طور میشود زیرا کہ از دیدن و شنیدن و خوردن معرفت کامل حاصل نمیشود۔ جواب ۔ حقائق اشیاء اظلال صفات الٰہی اند و ظہور آنہا در خارج مربوط بعلل اربعہ است فاعلی و غائی و مادی و صوری و ظہور کمال ایں حقائق بہ ترتیب آثار مختص آنہا است و حصول ثمرات خاصہ بانہا پس معرفت کمال ہر چیز بالاجمال بہ تجلی ذات حق است بر سالک در ضمن آں شئے کہ ایں تجلی بعد مشاہدہ کثرت در وحدت در مقام سیر باللہ فی الاشیاء حاصل میشود بالتفصیل باحاطہ مبادی و خواص اوست از قوانین حکمیہ مع تحقیق مبدا تعین و مراتب تنزل او از قوانین کشفیہ و اگر از محسوسات باشد ادراک بحواس نیز در تتمیم معرفت حقیقت او داخل است ۔ واللہ اعلم

سوال نہم ۔ قصہ ابلیس کہ در کلام اللہ وارد ست معلوم نیست کہ سوال جواب او بچہ طور گردیدہ بطور الہام یا بطور دیگر ــــــ ......

جواب ۔ طور ایں کلام در نقلیات ہیچ وارد نشدہ اما وجدان چناں دریافت میکند کہ از راہ ہاتف بود یعنی شقی ایں ندائے میشنید و میدانست کہ ایں ندائے حق است و در نفس الامر یکے از ملائکہ مظاہر قہر

کلام الٰہی را او امی ساخت کہ ایں اور ا منیدید و نمے شناخت لیکن باید دانست کہ کفر ایں ملعون کفر جہل و احتجاب نیست بلکہ کفر جحود و عناد است پیش از نفخ قوت ملکیہ کہ بہم رسانیدہ بود تلقی از غیب میکرد زائل نکردہ اند و سلب نمودہ تا اکہ الہم تبض در فرط تعطش بیقرار نگردد و قدم در راہ تجدید نہند بلکہ ہمیں راہ را ممزوج بسخط و عتاب نمودہ در کسوت اہانت ظرو برپا داشتہ اند اما در ہیچ مہر رسح اور تبقیہ مظلم افگندہ اند کہ گاہے خود را مستحق حبس دگاہے در لباس استغنا و ناامیدی گمان کردہ بقوت طاعات و اسما مکتسبہ در شیاطین و مردم تصرف میکند و آں بحقیقہ مظلم را بقرائن آں ممرو ساختہ خلق را بالضلال و جہل وقسوت و تکبر امانی باطلہ ترکین میماید نعوذ باللہ منہ واللہ اعلم۔

سوال دہم مشہور است سجدۂ ارواح ذات کلام اللہ ہمیں قدر معلوم و گردیدہ کہ الست بربکم قالوا بلٰی و تعبیر نیست معلوم بیچہ وجہ بود و ساجد بیک سجدہ و دو سجدہ و تارک آں و محل امر مذکورین کدام کس شدند۔

جواب۔ سجدہ دریں موقف مروی نیست مومنین کہ خاتمۂ ایشاں بر ایمان میشود جواب بے توقف دادہ و کافراں بتوقف اما بعض فقہا میگویند کہ انبیاء دو سجدہ کردہ اند و عوام مومنین یک سجدہ کافراں نکردہ سند ایں سخن معلوم نیست آرے در احادیث و آیات گرفتن چہار میثاق معلوم می شود اول از غیر اولو العزم دوم از سائر انبیاء سوم از علماء چہارم از ناس قال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسٰی وعیسی ابن مریم واخذنا

منهم میثاقا غلیظا وجاے دیگر فرموده اند واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه وجاے ارشاد شد واذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه وجاے دیگر فرموده واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلی والله اعلم ....

سوال یازدہم۔ در حالت برہنگی کلام حرام نیست و چون زن و شوہر فراہم آیند ذکر اللہ ضرور است یعنی این امر بنیامین مبانیت دارند۔

جواب۔ در حالت برہنگی کلام حرام نیست بلکہ مکروہ است و این مکروہ ہم بایکدیگر ست نہ بمجرد تلفظ بر زبان و ذکر اللہ و رہائے نفس و نجاست منع است و در شغل جمع نہ و معہذا علما نوشتہ اند کہ اما ذکر اللہ در بیت الخلا و ہم در وقت جماع پیش از آمدن و کشف عورت کردن پس مسنون است مبائن و منافات نیست واللہ اعلم۔

سوال دوازدہم:۔ دیدن جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در حالت منام فرقہ سنیہ و شیعہ ہر دو را میسر میشود و ہر یک الطاف آنجناب بیان میکنند و احکام موافق خود نقل مینمایند اغلب کہ ہر دو کسان را افراط کردن ..... در آں جناب خوش نمے آید و خطرات شیطانی را آنجا دخل نیست این را چہ تصدیق تواں کرد۔ جواب۔ مضمون حدیث من رانی فی المنام فقد رانی اکثر علما تخصیص بصورت مادونہ در روضہ منورہ نمودہ اند

و بعضے تعمیم کردہ بجمیع صور تہا کہ آنجناب از ابتدائے نبوت تا وفات در جوانی و کلان سالی و سفر و حضر و صحت و مرض بران بودہ اند تواردستی در شیبی بہالی صورت احتمال بیش نیست و وقوع ان ثابت نشدہ ولا نقص بالفرضیات اما تحقیق این ست کہ دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خواب بر چہار قسم میتواند شد یکے رویائے الہی کہ اتصال تعین بآنجناب است دیگے علی التحقیق کہ دیدن متعلقات آنجناب است از دین ایشان و سنت ایشان و مرشد ایشان و نسب مظہر ایشان و درجہ سالک در متابعت و صحبت ایشان و مانند آن بصورت آنجناب مقدس دیدہ مناسبات کہ در فن تعبیر اند و رویائے نفسانی کہ ظہور صورت اعتقاد بہ خود است کہ بیلاج خیال منقوش است مثل انتقاش صورت بر کاغذے این ہر سہ قسم در حق آنجناب جائز ست و قسم چہارم کہ شیطانی است یعنی تمثل شیطان بصورت آنجناب بہیں متفق و ممتنع است اما در قسم سوم شیطان گاہے آوازے و کلامے تلبیس میکند و وسوسہ می انداز چنانچہ شنیدند بعض روایات کہ در وقت قرأت سورۂ نجم وقت سکوت آنجناب شیطان حروف وسوسہ گفتہ بعض سامعین مشرکین را مشتبہ ساخت در عین حیات ایںمعنی ممکن باشد در خواب ہم ممکن نیست لہذا در شریعت مرا احکام خواب را بالعصمت نمی شوارند و در احادیث مشہورہ نمی شمارند احیانًا اگر از اہل بدعت دیدن آنجناب بصحت رسد ازیں قبیل خواہد بود واللہ اعلم بمواردہ اثناسدہا محفوظ کردہ باشید- والسلام-

بنام شخصے

رقیمہ کریمہ رسید مشتمل بر سہ مطلب بود۔ اول طریقہ سہروردیہ حضرت مجدد الشیخ احمد السرہندی عن ابیہ الشیخ عبدالاحد عن شیخ رکن الدین گنگوہی عن ابیہ الشیخ عبدالقدوس گنگوہیا عن شیخہ الشیخ قاسم درویش عن شیخہ السید بڈھن بہرائچی عن شیخہ السید اجمل عن شیخہ ـــــ السید جلال المعروف بمخدوم جہانیاں السندی احدہما عن ابیہ السید احمد الکبیر عن ابیہ السید جلال البخاری عن شیخ بہاء الدین زکریا الثانی عن الشیخ رکن الدین ابی الفتح عن ابیہ الشیخ بہاء الدین زکریا عن صاحب الطریقۃ الشیخ شہاب الدین السہروردی و نیز شیخ رفیع الدین امام کہ از اجداد حضرت مجدد اند پیش امام شیخ بہاء الدین زکریا از خلفاء ایشان بودند پس محتمل است کہ ایشان را از اجداد خود اجازت ایں طریقہ رسیدہ باشد بلکہ موروث خاندان ایشان ہمیں طریقہ باشد و طریقہ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ از مکتسبات ایشان و والد ایشان باشد دیگر اعتذار لشغل ہمہ اوست تحقیق ایں آں است کہ مراد تحصیل حالتے است کہ اضطراری قلب شود و اختیار رفع آں نماند اگر کسے را اعتقاد حقیقت وحدت وجود ثابت است ملازمت ایں شغل بایں حالت میکشد والا ہرگز نمیکشد بلکہ ہمیشہ باطنش حکم میکند کہ ایں خیال من خلاف واقع است ایں شغل صاحب را ہرگز نفع نخواہد داد و شبہ نیست کہ ظہور ایں معنی خود بخود بہ تصفیہ قلب اولیٰ و اقویٰ است

وازبدغلیت تقنع وتکلیف بعید تراست وخواجہ خرد رحمتہ اللہ علیہ نوشتہ اند
ما دام شخصیکہ معتقد توحید وجودی نیست حصول فنا فی اللہ وجود اورا ممکن نیست
درحق منکر اور ہمہ فناہا در حجب نورانیہ است کہ غیر حق است وتجلیات
اوہمہ لذائذ ولطایف وغیرہ نہ ظہورات حق تعالیٰ وتحقیق توحید وجودی طولے
میخواہد مجمل آنکہ آیات کلام اللہ واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
معیت وقرب ذاتی صریحاً اثبات میکنند وجوابش بآنکہ ہمہ مصروف از ظاہر
اند بلے امتناع او نمیواند شد وایں ہمہ از خلاف عقل ماست نہ از کتاب
وسنت چہ انصاف است کہ منصوصات شرع را غیر شرعی ومخیلات عقل
ناقص خود را شرعی نام کنیم در جامع ترمذی در حدیث لو انکم دلیتم بحبل اسے الارض
السا لجنۃ السفلی لہبط علی اللہ ودر حدیث ان اللہ یقبل الصدقۃ من
الطیب ہمیشہ صریح مینویسد کہ مذہب سلف اجرائے آں بر ظاہر است
کہ بلا کیف بالجملہ نفی غیرت محضہ واتحاد ووحدت فی الجملہ منصوص
است وآواز انی انا اللہ از آتش وکنت سمعہ وبصرہ دلیل واضح است
ولبشرط انصاف از کلام حضرت مجدد نفی وحدت وجود مطلقاً ثابت نیست بلکہ
نفی بعض اقسام آں اما آنچہ در ذہن مستقر میشود ازالہ آں نبرددی دشوار
ودوام تکرار متعذر الطرفین دیگر حقیقت ذکر جہر وحق آنست کہ انکار آں سفاہت
واضح است در تلاوت قرآن جہر صریح است ما اذن اللہ لشی ما اذن
لنبی تغنی بالقرآن بجہریتہ و در تلبیہ حج آمدہ افضل الحج العج والثج اسے
رفع الصوت بالتلبیہ واراقتہ الدم وقرآن را فضیلت معروف است وکنا

نعرف انقضاء صلوٰۃ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم بالذکر و نقل الذکر الذی یسمعہ الحفظۃ علی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعین ضعفاً و بناء طریقہ چشتیہ و اویسیہ و قادریہ کہ ہمہ پیران ما اند بر ذکر جہر است حکم بآنکہ فعل حرام موجب قرب الٰہی نمیشود باطل است بلکہ ذکر جہر موجب جمعیتے است کہ بالا تر از ان جمعیتے نیست چوں خواجہ علاؤ الدین غجدوانی بعد رفتن حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ بہ حج ذکر جہر التماع کردند و بعد مراجعت عذر آوردند بآنکہ شمارا بسبب قوت باطن حاجت این نبود مارا ازین نفع بسیار شد حضرت خواجہ نقشبندیہ انکار آں نکردند و چوں خود از روح حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی ذکر خفیہ و عمل بر عزیمت گرفتہ بودند خود نمیکردند و مثل شما را کہ در فقہیات تقدیم حدیث با اجتہاد یا میکنند یعنی تردد بے جا است اگرچہ مذہب حنفیاں باشد در اں روایت اگرچہ مشہور است لیکن فقیر را بعینہٖ آں کتاب یاد کردن محتاج تفحص است یک دفعہ خواجہ سرائے عالم بفقہیات از طرف بادشاہ روم امیر حج شدہ آمد در مدینہ با شیخ ابراہیم کردی ملاقات نمود گفت کہ درین سفر بدعت عظیم ازیں مردم دور کردم فرمودند کدام بدعت گفت ذکر جہر از مسجد شریف تقدس موقوف کنانیدم ایشاں این آیۃ خواندند و من اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا چند روایت کہ از فتاوی نوشتہ بود پیش نمود و فرمودند اگر کار بتقلید است شما مقلد دیگر و من مقلد دیگر و روایات شما بر من حجت نیست و اگر کار بتحقیق است نیک گوئے و میدان بعد ازیں چند رسالہ در اثبات ذکر جہر نوشتہ اند بعض ازیں رسائل پیش فقیر ہم موجود است بالجملہ الحق احق بالاتباع والسلام

مکتوبات

جناب

شاہ رفیع الدین رح دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام عبدالرحمٰن صاحب

فضیلت اکتساب مودت انتساب اخون زادہ عبدالرحمٰن بن اخون حاجی محمد سعید بریلوی سلمہم اللہ تعالےٰ از فقیر رفیع الدین بعد سلام تحیۃ الاسلام معلوم بعد رقیمہ کریمہ ایشاں رسید فقیر بخیریت ست و درحق دوستاں حاضر غائب دعوات خیریت ہا میکند از صحبت ہا کہ با مولوی مدن صاحب اتفاق افتاد ومذکور علمی بامیان آمدہ استفسار نمودہ بودند صحبت اول با ایشاں در مراد آباد شدہ بود مولوی نور الاسلام صاحب فرزند مولوی سلام اللہ صاحب حاضر بودند شخصے سوال کرد کہ بیت مثنوی مولوی روم۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام　　ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

چہ معنی دارد گفتم یک معنی عام فہم دارد و یک معنی خاص فہم تقریر معنی ثانی لواقفان فن تصوف مے تواند شد ازاں سکوت کردہ بمعنی اشتغال ییمایم انہ روئے کتاب و سنت معلوم ست کہ حق تعالےٰ ارواح بنی آدم را از صلب حضرت آدم برآوردہ اخذ میثاق نمود باز در صلب حضرت آدم مستور ساخت بعد ازاں قدر الواح کہ از صلب کسے برآوردن مقدمہ فرمودہ بود در صلب او مستور کرد چنانچہ در وقت ندائے حضرت ابراہیم علیہ السلام برائے حج بعض ارواح از اصلاب جواب دادند وہماں کساں را در دنیا حج میسر میگردد ولبیک دلبیہ جواب ہمیں ندا است ایں احوال عوام را منتہی گشتہ وانساں را بسبب

کمال معرفت بیاد دادند واشارت بانتقال خود از اصلاب آبا بارحام امہات وازارحام امہات باصلاب آبا بیان کردہ تعین عدد ہفت صد و ہفتاد محتمل ست کہ محض برائے تکثیر باشد و محتمل کہ بیان واقع باشد ایشاں گفتند کہ ایں معنی نیست بلکہ معنی دیگر است گفتم آں معنی دیگر کدام است و دریں معنی چہ قباحت ست ایشاں قباحت کہ دریں معنی تقریر کردہ و گفتند کہ مراد آنست کہ انساں را ہفت طور انقلاب ست یکے خاک بودن۔ دوم غذا شدن۔ سوم خون شدن، چہارم نطفہ شدن، پنجم علقہ شدن، ششم گوشت واستخواں و عروق شدن۔ ہفتم زندہ گشتن مراد ہمیں قوالب ست گفتم اول ازیں ہفت مرتبہ تعبیر بہفت صد و ہفتاد کردن بسیار مستبعد ست دوم متکلم دیدہ ام در شیدہ ام یا روح است یا بدن ظاہر ست کہ آں ہفت روح است و مراد از بدن مجرد ہیولیٰ است فقط یا مع الصورۃ ظاہر ست کہ صورجسمیہ و نوعیہ باقی نمے ماند۔ تا در ہمہ قوالب یک شخص باقی ماند واگر ہیولیٰ است محققان حکماء گفتہ اند کہ ہیولیٰ وحدت ابہامی دارد و ہیولیٰ عام اجسام واحد بالشخص فی ذاتہ نہ کل شخص نہ جزء بحدوث صور اجزاء و امتیاز می باشد و بعد مفارقت صور ہمہ یکے میگردد در اجزا اشخاص متمائزہ باقی نماندند گفتند کہ شاید ہیولیٰ مراد باشد و عدم امتیاز اجزا کہ تقریر میکنند غلط است گفتم ایں خود بر صدرا خوانندگان مشہور و معروف ست ایں را انکار کردند گفتم کہ صدرا اگر موجود باشد ملاحظہ بفرمایند مولوی نورالاسلام جیو کہ بریں انکار تعجب بسیار کردند و صدرا موجود نبود یک صحبت ایں ست صحبت دویم

دربیلی اتفاق افتاد کہ بطریق ضیافت بخانہ ایشاں رفتہ بودم مذکور وقت حواشی مرزا زاہد شد گفتم فی الواقع نظر ایشان بسیار غامض ست واکثر اعتراضات مردم بر ایشاں از سوء فہم وقلت تدبر ست وما خود شاگرد ایشاں نیم واکثر اعتراضات را دفع کردہ ایم اما در بعض جاہا حق بطرف مخالف است گفتند ایں چنین کدام مقام ست گفتم مثلاً مرزا میفرمایند کہ اسماء کتب فی الحقیقۃ اعلام جنسیہ است۔ بعد ازیں میفرمایند کہ واما دخول الالف واللام فی کلام المولدین وشرح الکافیہ الشافیہ فالنظر الی المعانی الاصلیہ فانہا فی الاصل اوصاف دریں کلام دو بحث ست اول آنکہ دخول الف ولام تنہا در کلام مولدین نیست بلکہ در قرآن مجید ست ...

انزل التوراۃ والانجیل وانزل الفرقان ولقد کتبنا فی الزبور

بحث دویم آنکہ الف ولام جزو او ست مثل النجم والصعق دویم آنکہ ممنوع الدخول است مثل محمد وعلی سوم آنکہ جائز الدخول والنزع است مثل الحسن والعباس پس دخول الف ولام چوں بر اعلام جائز ست چہ حاجت توجیہ است گفتند ایں راہم جوابی است گفتم چہ جواب ست گفتا تنہا در کافیہ وشافیہ ومانند آں ایں جواب است چوں ایں جواب را اعلے تفہیدم قصور فہم قائل دیدہ بجواب نہ پرداختم وسودائے ایں چنداں مذکور مذکور است کہ سخنے بمیاں نیامدہ۔

(۲) فضیلت پناہ محبت دستگاہ مولوی عبدالرحمٰن بن حاجی محمد سعید سلمہ اللہ تعالےٰ از فقیر رفیع الدین بعد سلام مسنون الاسلام لائح باد در فہم

رسیدہ و خاطر دوستی و محبت را رنجشے بسبب صعوبت معاش شما رسید
بموجب ایمائے رقعہ بنام مولوی جمال الدین صاحب و رقعہ بنام سید قاسم علی
شاہ صاحب نوشتہ فرستادہ ام خواہند رسانید امید کہ خدائے تعالیٰ بسعیٔ
عزیزاں گرہ کشائی فرماید آئندہ احوال خود مینوشتہ باشند والسلام۔

(۳) فضیلت و محبت دستگاہ مولوی عبدالرحمٰن بن حاجی محمد سعید
سلمہم اللہ تعالےٰ از فقیر رفیع الدین بعد سلام تحیۃ السلام مکشوف باد سابق
ازیں دو رقعہ آں عزیز القدر رسیدہ بود در یکے سوال معنی شعرے بود
کہ نہ الفاظ او درست بودند و نہ وزن او ظاہر از کتابے سقیم نقل نمودہ باشند
و در رقعہ دویم استفسار از مسئلہ بود کہ شاہ صفی القدر صاحب آں
را از نوشتہ فقیر بر فضلائے آنجا عرض کردند و آنہا بانکارش آمدند فقیر را ایں
مسئلہ مطلقاً محفوظ نہ بود کہ کدام مسئلہ است و از کدام باب است واکنوں
رقعہ کہ رسید در وے دو خط برائے حکیم غلام حسین خاں و حکیم عطاء اللہ خاں
مرقوم بود دو خط بنام ہر دو صاحب نوشتہ ملفوف ہمیں خط ساختہ فرستادہ
است حق تعالےٰ نافع گرداند و آنچہ در مقدمہ استفتا ارقام نمودہ بودند
معلوم شد و سراں بکنایہ مفہوم گشت و صراحۃً آں موعود علی اللقا ماند اما ہنوز
استفتائے از آں طرف نرسیدہ مگر از طرف لکھنؤ در مقدمۂ وحدت وجود و وحدت
رسیدہ بود صاحبان رام پور را ازیں باب بحثے والتفاتے نیست جواب
آں را فقیر ہنوز فرصت نوشتن نیافتہ اما دو رسالہ ہمراہ آں بودند یکے رسالہ
میاں عبدالرحمٰن نام مرد سندھی دویم رسالہ مولوی عبدالحکیم نام معترض آں

میاں محمد اسماعیل برادر زادہ ما فرزند میاں عبدالغنی و مولوی عبدالرشید الدین
خاں شاگردِ ما شدہ اند و در مسائل شرعیہ فقہیہ از طرف رام پور خطے نرسیدہ
والسلام حاجی عبداللہ صاحب و میاں عبدالرحیم برادران را سلام ہا خوانند
و مسماۃ محمدی بیگم دختر حاجی محمد شاہ را سلام رسانند و خیریت
ایشاں مینویسند والسلام ۔

مکتوبات

شاہ عبد العزیزؒ

و

شاہ رفیع الدین دہلویؒ

(اردو ترجمہ)

از مولوی محمد سلیمان بدایونیؒ

و

مولوی محمد جمیل الدین بدایونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل مراتب و گرامی قدر اخون زادہ عبدالرحمٰن اور ان کے بھائیوں کو (اللہ برتر انہیں سلامت رکھے) فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد سلام شوق معلوم ہو کہ بعافیت ہونے پر خدا کا شکر ہے اور اس کی درگاہ کرم میں درخواست ہے کہ ہمیں اور تمہیں معاف کرے۔ آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اور خیریت معلوم ہوئی خدا کا شکر ادا کیا۔ رسالہ مذکور انشاء اللہ تعالیٰ محمد صالح کی دکان پر بھیج دیا جاوے۔ بڑے بھائی صاحب شاہ محمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ لکھنؤ شہر میں محمد افضل خاں کی چھاؤنی میں رہتے ہیں اور خیریت سے ہیں ان کے اکثر خطوط آتے ہیں اطمینان رکھئے اور ہر طرح سے خیریت ہے مگر کافروں کے غلبہ اور ان کی کاروائیوں سے مسلمانوں کے ذرائع معاش خصوصاً علماء اور فقراء کے گروہ کے مسدود ہیں اور زندگی تلخ ہے خدائے تعالیٰ اسلام کو غلبہ اور ظاہری اور باطنی اطمینان عطا فرمائے۔ دعاء خیر کے سوا اور کیا لکھوں۔ والسلام

(۲) فضائل مآباں عزیز القدر اخون زادہ میاں عبدالرحمٰن و دیگر فرزندان حاجی صاحب مرحوم سلمہم اللہ تعالیٰ، کو فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد مسنون واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ اس میں لکھا ہے کہ چند بار خط بھیجے گئے لیکن جواب نہ ملا۔ ادھر تو اس وقت تک کوئی خط نہ پہنچا ورنہ کیسے ممکن تھا کہ جواب میں قصور ہوتا یا کاہلی سے کام لیا جاتا۔ یہی خط ہرکارہ کے ذریعہ سے پہنچا۔ بلکہ مجھے خود آپ برادران دینی کی طرف سے فکر و تردد تھا کہ

کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ اور کوئی شخص ایسا نہ ملا جو آپ کے حالات سے واقف ہوتا۔ اور اس خط میں بھی اپنا حال تفصیل سے نہیں لکھا ہے لہٰذا انتظار ابھی باقی ہے اور فقیر کو اپنا دعاگو خیال کریں اور اس ملک کے نوابوں اور امیروں کی بداعتقادی کی بابت لکھا ہے۔ ایسا ہی سننے میں آیا ہے۔ اللہ ہمیں کافی ہے۔ اور سب سے اچھا کارساز ہے اور خدائے بزرگ و برتر کے سوا کسی کو قوت اور توانائی نہیں ہے۔ اس ملک میں جب سے جاٹ اور مرہٹوں کو غلبہ حاصل ہوا اسلام کی ظاہری صورت جو پہلی تھی اگر مردہ تھی حقیقت سے خالی تھی بگڑ گئی اور مسلمانوں کو عام طور پر اور علماء اور زاہدوں کو خاص کر طرح طرح کی تکلیف ایسی پہنچتی ہے لہٰذا یہاں سے ہجرت کا ارادہ ہے اور ہندوستان میں اس ملک کے سوا کہیں مسلمانوں کا مجمع نہیں ہے۔ لیکن اس ملک کے لوگوں کی خرابی اعتقاد کو سنکر اس معاملے میں دیر کر رہا ہوں۔ اور مجبورًا اس وقت تک وادیٔ محزب میں قیام اختیار کیا ہے۔ اگر پریشانی کی نوبت ہوئی مجبورًا اسی طرف پہنچیں گے اور وہاں کے امراء کے فاسد عقیدوں کو دور کریں گے۔ لیکن ہدایت اور گمراہی لامذہبی کے ہاتھ نہیں ہے فقیر نے گذشتہ زمانے میں اس تہمت کے رد میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کی نقل بعد میں بھیجی جاوے گی۔ اور بڑی بھائی صاحب شاہ محمد صاحب کے ہاں اب تک لکھنؤ میں ٹھہرے ہیں ان کے خطوط اکثر آتے ہیں۔ اور خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے اس وقت چند ماہ نواب افضل خاں برادر نجیب الدولہ مرحوم کے ساتھ رہتے ہیں اور نواب افضل خاں

سلوک بھی کرتے ہیں۔ خیریت سے ہیں اطمینان رکھئے۔ حاجی محمد سعید جیو کے سب لڑکوں کے نام تحریر فرمائیے تاکہ دعا کے وقت نام لے کر دعا کیجائے۔ اللہ برتر سب کو نیکی اور رضائے الٰہی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ظاہری و باطنی مکروہات سے محفوظ رکھے۔ افون زادہ یہاں خود پہلے مل چکے ہیں اور ان کے نام سے پوری واقفیت ہے اور دوسرے بھائیوں سے نہ ہی ملاقات ہوئی اور نہ نام معلوم ہوئے۔ ضرور اطلاع دیجئے۔ ظاہری اور باطنی دعائے خیر کے سوا کیا لکھوں۔ میرے تینوں بھائی میاں رفیع الدین و میاں عبدالقادر اور میاں عبدالغنی دعا کہتے ہیں۔ ۱۱ ربیع الثانی

(۱۷۴)

فضیلت مآب گرامی قدر اللہ برتر آپ کو سلامت رکھے۔ فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد سلام محبت کے واضح ہو کہ آپ کا گرامی نامہ بڑے عرصہ بعد ملا۔ اور حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ خط و کتابت نہ کرنے کی جو شکایت آپ نے لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری حالت معلوم نہیں ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ میں کس حال میں گرفتار ہوں۔ چار سال سے مجھے سخت مرض ہو گیا ہے اور سب کام چھوٹ گیا ہے۔ ڈیڑھ سال سے اتنی زیادتی ہے کہ حواس ہی نہ رہے خصوصاً آج کل کہ بات کرنے اور سننے سے بھی مجبوری ہے۔ اس بیماری کے شروع ہی سے میں نے کسی کو خط نہیں لکھا ہے جب کسی کا خط آتا ہے تو جواب ضروری ہوتا ہے اور جواب لکھوا دیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتا میرے اکثر خطوط جو دوستوں کو جاتے ہیں انہیں دیکھ لیجئے کہ میرے

دستخط نہیں ہوتے۔ اس سے پہلے میں عبارت لکھوا دیا کرتا تھا اور دوسرے لکھ دیتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے میں لکھوا بھی نہیں سکتا ہوں۔ بلکہ خطوں کا دیکھنا اور یہ دیکھنا کہ خطوں کا جواب جو میں نے لکھوایا وہ ٹھیک ہے مشکل ہو گیا ہے اور دن رات عجیب حالت میں گزرتے ہیں جس کا لکھنا ممکن نہیں وہ تو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں جس نے فقیر کو دیکھا ہو ان سے دریافت کیجئے کہ کیسی گذرتی ہے۔ الغرض ایسی حالت ہے کہ جسے نہ زندگی کہہ سکتے ہیں نہ موت۔ جس نے مجھے پہلے دیکھا تھا وہ اب دیکھے تو یہی جانے گا کہ یہ شخص جو اس مجبوری کے عالم میں ہے۔ اور تحفۂ اثنا عشریہ میں یزید کے لئے پلید اور خبیث استعمال کیا گیا ہے حدیث کی بنا پر ہے جس سے فردوس دیلمی اور دوسری کتابوں میں اور نیز صاحب صواعق محرقہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ بلکہ حاکم کی روایت سے یہی ثابت ہے کہ سب سے پہلے جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک یزید نامی ہوگا۔ اور روایت اول کے مطابق کہ جو میری امت کے امر میں سوراخ کرے یعنی خلل ڈالے وہ ضرور پلید اور خبیث ہے اور اس کی پلیدی اور خباثت میں کوئی شک نہیں ہے اور میں نے کوئی بات اشارۃً یا کنایۃً معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت نہیں لکھی اگر تحفۂ اثنا عشریہ میں ایسی کوئی بات ہے تو وہ الحاق ہے جو لوگوں نے فتنہ انگیزی کے لئے کیا ہے اور گروہ رفضہ کے مذہب کی بنیاد ابتدا ہی سے مکر و فریب پر ہے۔ بنا بریں میرے کلام تک یہ پہنچا ہے کہ الحاق کرنا شروع کر دیا ہے۔

یزید پلید

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اللہ ہی سب سے اچھا نگہبان ہے مگر یہ تعریفات معتبر نسخوں میں نہ ملیں گے اور لوطیشے قندھاری نے جو شکایت کی ہے۔اس کا دفعیہ یہ ہے دنیاوی ذلت اور کمی کوئی امر معیوب نہیں۔فتوح عراق میں مغیرہ بن شعبہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ عرب والے ذلیل تھے اور اسلام سے اللہ نے انہیں عزت دی،، آج کل اس ضلع میں دیکھو کہ سید جو اشراف الشرفا ہیں وہ کافروں کے ہاتھوں میں کیسے پھنسے اور ذلیل ہیں اور کافروں کی رعیت ہونے کو غنیمت سمجھتے ہیں۔لیکن مسلمانوں کے دل میں ان کی عزت نبی کریمؐ کی اولاد ہونے سے ہے وہ کافروں کی رعیت ہونے اور ذلیل ہونے سے نہ جائے گی۔قندھار کے افغانوں کو بھی اسی قسم کی دنیا کی ذلت تھی اور وہ بھی سلاطین صفویہ کے عہد میں تھی۔اب وہ ذلت بھی نہ رہی لہذا کوئی شکایت کی بات نہیں گذشتہ زمانہ کا حال بیان کیا گیا اور ہرگز یہ عیب نہیں ہے بلکہ لوگ تو خود بیان کیا کرتے ہیں کہ ہم پہلے زمانہ میں ایسے تھے اب اللہ برتر نے ہمیں عزت دی ہے بلکہ ایسا ذکر تو اللہ کی نعمت کا بیان کرنا ہے۔بمصداق آیۂ کریمہ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس میں جیسا بیان کیا گیا اسے یاد کرنا چاہیئے کہ اللہ نے ہمیں ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی۔یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے معنی میں بھی کوئی دقت اور شبہ نہیں ہے۔جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیرو شامی وغیرہ باغی ہوگئے چنانچہ اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے اب تو کوئی بھی شبہ نہ رہا اور یدعونہم الی الجنۃ کے معنے ہیں وہ انہیں حق کی طرف بلاتے تھے۔

اور یدعونک الی النار کے معنی ہیں تجھے باطل کی طرف بلاتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عمار کے عقیدہ کے موافق اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ لوگ اس گروہ کو حق کی طرف بلاتے تھے اور وہ گروہ انہیں باطل کی طرف بلاتے تھے۔ میرے بھائی رفیع الدین کچھ دن سے دوآبہ میں سفر کر رہے ہیں۔ اگر وہ وہاں ہوتے تو سب باتوں کو تحقیق و تفصیل سے لکھتے اور صحیح بھی کہہ کر بھیجتے جب وہ آئیں گے اور ان کا حرج سمجھ آگیا تو ضرور لکھ دیا جاویگا دلائل الخیرات کے اسناد اس وقت موجود نہیں ہیں انشاء اللہ تعالیٰ کبھی فرصت میں تلاش کر کے بھیجدیا جاوے گا۔ اور اس کے تعویذ ماہ سفر کے آخری چہارشنبہ کو لکھے جاتے ہیں۔ جب لکھے جاویں گے بھیجے جاویں گے اور آپ کے خوف اور ترس کا تعویذ بھیجا جاتا ہے۔ گلے میں ڈالنا چاہیئے۔ اخون زادہ میاں عبداللہ آپ کے بڑے بھائی کہاں ہیں۔ ان کا حال اور دوسرے بھائیوں کا حال مفصل لکھو۔ جب آپ خط لکھیں تو ان کے حالات تفصیل سے لکھیئے۔ اور سب کو سلام کہہ دیجیئے

(۴)

فضائل مآب حاجی الحرمین اخون زادہ عبداللہ و عبدالرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر عبدالعزیز کی طرف سے مسنون الاسلام اور ترقی دارین کے لئے دعائیں پہنچیں۔ تمہارا خط مسرت نمط ملا۔ تمہاری اور تمہارے بھائیوں کی خیریت معلوم ہوئی خدا کا شکر ادا کیا اور طبیعت کو اطمینان ہوا فقیر ہمیشہ دوستوں کے لئے خاص طور پر تمہارے لئے کہ حاجی محمد سعید مرحوم کی یادگار ہو دعاگو اور خیر خواہ ہے۔ ملاقات کا اشتیاق جب کہ لکھا ہے۔

کیوں نہ ہو۔ مثل مشہور ہے باپ دادا کی محبت دنیا کی قرابت داری سے ہے
حاجی صاحب مرحوم کی محبت مجھے حد سے گزر گئی تھی ۔ البتہ اہل کے حالات
فروع میں سرایت کئے ہوئے ہیں اور ہمارا دل پھر تمہارے دیکھنے کو چاہتا
ہے لیکن اللہ تعالیٰ بخیریت نا طمینان کے ساتھ عمل میں لائے ساکن معنی
(ملاقات) کے واقع ہونے تک تعلیم دہ۔ اس کے مشاغل سننے سے جو
تم رکھتے ہو مجھے خوشی ہوتی ہے اور ہم اس بات کے خواہشمند ہیں۔
کہ اللہ تعالیٰ تم کو ظاہر و باطن میں اپنے نیک بزرگوں کے پسندیدہ رُتبے
پر قائم رکھے ۔ تم نے لکھا تھا کہ حافظ معین الدین کے ذریعہ سے ایک خط
بھیجا ہے جس کا جواب اس طرف سے نہیں بھیجا گیا ۔ تمہاری طرف سے حافظ
معین الدین کے ذریعہ کوئی خط نہیں آیا تھا لیکن بہت دن ہوئے ایک
دوسرے ذریعہ سے ایک خط پہنچا تھا اور ہم نے اس کا جواب بھی بھیج دیا
تھا ۔ شاید ہے کہ پہنچا ہوگا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ راستہ میں ضائع
ہو گیا ہو ۔ بہر حال ہم کو اپنے حق میں دعا گو سمجھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام منشی محمد نعیم خاں

مریدوں کی حمایت

منشی صاحب عالی مراتب زبدۂ اہل اخلاص خلاصہ ارباب اختصاص اللہ تعالے محفوظ رکھے، دنیا اور آخرت میں برکتیں نازل ہوں، فقیر عبدالعزیز کی طرف سے سلام مسنون اور دعائے نزدیک کے بعد معلوم ہو کہ آپ کا محبت آمیز خط میر سید احمد صاحب دالتٰہ ان سے مسلمانوں کو نفع بخشے کے مکتوب کے ساتھ ملا اور سوال بھی تفصیل سے معلوم ہوا میرے دوست اس قسم کا قصہ ..... حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی ان کے دوستوں کو پیش آیا تھا کہ ان کے بلند مرتبے ان پر ظاہر ہو جاتے تھے اور دور دراز کے وعدے غیب سے ان پر ظاہر ہو جاتے تھے لوگوں نے یہی بات پوچھی سید الطائفہ نے فرمایا تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ یعنی یہ خیالات بے اصل نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں کہ جو طریقت میں تربیت حاصل کرتے اور کسی شخص کے تابع ہوتے ہیں جو ان کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ان کی ایسی مثال ہے کہ جس بچے کو مکتب میں لے جاتے ہیں تو استاد یا ماں باپ اس سے اچھے وعدے کرتے ہیں کہ تیرے لئے ہم نے اچھا لباس بنایا ہے اور مٹھائی تیار کی ہے اور تمہیں ہم فلاں اچھی چیز دیں گے، اور ہم تم سے بہت خوش ہیں۔ اور تمہارے لئے چاندی کی تختی بنوائی ہے۔ وغیرہ

ہذا القیاس پہلے تمام بزرگوں اور اولیائے کرام مثلاً غوث اعظم قدس سرہ اور دوسرے بزرگوں سے مغفرت کے وعدے، متبعین اور مریدوں کے لئے رحمت اور ان کے طفیل سے تمام مخلوق پر نظر رحمت کی، روایات منقول ہیں۔ اور وہ سب وعدہ سچ ہوئے مشہور حدیث میں آیا ہے کہ اس امت میں چالیس ابدال ہیں کہ ان سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا۔ بھم یمطرون اھل الارض و بھم ینصرون و بھم یرزقون، کہ دنیا والوں کے لئے ان کے طفیل سے بارش ہوتی ہے نصرت اور رزق حاصل ہوتا ہے پس کیا تعجب ہے کہ ان مراتب میں سے چند مرتبے میر سید احمد کو بھی حاصل ہوگئے ہوں اور اُن میں سے ان کے معاصرین کو بھی کچھ اثر پہنچا ہو۔ غرض کہ اس کا انکار اچھا نہیں ہے بلکہ انتظار کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ان وعدوں کے اثرات کو ظاہر فرمادے پس یہ سب باتیں سچ ہیں۔ ترقی دارین کے سوا اور کیا لکھوں۔

بنام مولوی نور محمد صاحب

مولوی صاحب مجمع کمالات و مناقب اور پا دارندہ احکام شریعت مولوی نور محمد صاحب سلمہٗ۔ سلام مسنون کے بعد احقر عبد العزیز الناس کرتا ہے کہ آپ کا خط جس میں توحید وجودی اور توحید شہودی کا مسئلہ دریافت کیا ہے۔ اور وحشت ناک باتوں کا انکار کیا ہے ملا۔

توحید وجودی اور شہودی

مہربان من حقیقت امر یہ ہے کہ صوفیہ کرام قدیم سے اس مسئلہ کی طرف

اشارہ کرتے تھے اور اس کی تاویل کبھی حکایت سے ہو سکتی تھی اور کبھی سکر پر محمول کی جاتی تھی چنانچہ اپنے چند بزرگوں کے قول لکھے ہیں۔ لیکن پانچسو ستّر سال بعد کہ طبقہ سلف گذر گیا ان حضرات کے دو فرقے ہو گئے اور کثیر جماعت نے ان اشارات کو حقیقی سمجھ کر اس کے قائل ہوئے کہ وجوب اور امکان قدیم و حادث و مجرد اور جسمانی و مومن اور کافر و طاہر و نجس کے مراتب ہیں اگرچہ وجود واحد ظاہر ہے لیکن ہر مظہر کے لئے جدا حکم ہے اور مظاہر کے احکام میں فرق ضروری ہے۔ مومن کے لئے نجات، اور کافر کے لئے قتل اور قید کا۔ اور یہی حالت تمام متضاد صفتوں میں ہے چنانچہ لکھا ہے کہ

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر فرق مراتب نکنی زندیقی

اور شریعت کے ظاہر احکام بھی اسی فرقے سے وابستہ ہیں کیونکہ بیاہی عورت حلال اور غیر منکوحہ حرام ہے۔ باپ کی تعظیم ضروری ہے اور بیر میں پکار کا فرد اجب التحقیر۔ احکام میں فرق نہ کرنا اور محض وحدت وجود کا لحاظ رکھنا خلاف شریعت اور الحاد اور بے دینی ہے اور اسی طرح وجود کو جو ان کے خیال میں عین ذات حق ہے باوجودیکہ وہ مختلف مظاہر میں ظاہر ہے ، حدیث محقق میں ہر نقص سے پاک صاف اور کمالات سے متصف جانتا اور یہ بھی یقین کرے کہ کثرت کے مراتب کے نقائص اس پر عائد نہیں ہو سکتے مثلاً شعاع آفتاب باوجودیکہ نجاستوں پر پڑتی ہے۔ مگر وہ نجس نہیں ہوتی اور مفہوم انسانی کی حقیقت اگرچہ مسلمانوں و کافروں و صالح و کافر اور عالم و جاہل میں ظہور کرتی ہے لیکن خود نقصان قبول نہیں کرتی اور اکثر صوفیوں اکر

مشہور علماء نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے اور اس بارے میں رسالے اور کتابیں لکھی ہیں ان میں سے قابل اعتماد دو ہیں جو سلسلہ قادریہ کے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی و شیخ صدر الدین قونوی و شیخ عبدالکریم جیلی شیخ عبدالرزاق جھنجانوی و شیخ امان پانی پتی نے اور سلسلہ کبرویہ کے مولانا جلال الدین رومی اور شمس الدین تبریزی نے اور سلسلہ سہروردیہ کے فریدالدین عطار نے اور سلسلہ چشتیہ کے سید محمد گیسو دراز نے اور سید جعفر مکی نے اور سلسلہ نقشبندیہ کے حضرات خواجہ عبیداللہ احرار و ملا نورالدین جامی اور ملا عبدالغفور لاری اور حضرت باقی باللہ کابلی نے لکھی ہیں۔ اور اسی خیال کے شیخ عبدالرزاق کاشی اور شمس الدین فناری و قیصری و سعدالدین فرغانی ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کی تصانیف موجود اور مشہور ہیں چنانچہ وہ آپ کے ملاحظہ سے گذری ہوں گی دوسری جماعت ان اشارات کو تعریف بیان اور مستی پر محمول کرتے ہیں اور وحدۃ وجود سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض وقت سالک کی نظر میں وحدۃ وجود آتی ہے مگر حقیقت میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ آفتاب کی روشنی میں ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے حالانکہ موجود ہوتے ہیں اور نور بھی رکھتے ہیں لیکن دن کے وقت نور آفتاب کے غلبہ کی وجہ سے ان کا نور بانہ ہو جاتا ہے اور یہی حال چراغ کا مشعل کے سامنے ہے۔۔۔۔

ہاں اگر کوئی ایک طریقہ کی تقلید میں غلو پیدا کرے اور فرق مراتب کو بھی نظر انداز کر دے اور اعتدال کو چھوڑ کر عابد کو معبود اور حادث کو قدیم اور ملوث کو منزہ اور حرام کو حلال اور نجس کو پاک سمجھے تو وہ ملحد اور

زندیق ہو جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس گروہ نے خالص توحید کی راہ اختیار کی ہے اون کی توحید محض مشاہدہ اور نظر میں ہے نہ وجود میں اور یہ مذہب شیخ علاء الدین سمنانی اور قریباً دیگر جماعتوں کا اور امام احمد ربانی اور ان کے متبعین کا ہے اور ان حضرات کے اس عقیدہ کے ثبوت میں بہت سے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں، جیسا آپ کو معلوم ہوگا۔ پس ہم لوگوں کو جو اس اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک سے غلطی کی اور دوسرے اعتقاد میں ہو سکتا۔ پس ہمارے لئے یہی رائے ہے کہ جس طرح ہم اربعہ مذاہب میں حق کو دائرہ سمجھ کر کہتے ہیں کہ مذہب حنفی صحیح ہے جس میں خطا کا احتمال ہے اور دیگر مذاہب شافعی مالکی وغیرہ غلط اور اس میں صحت کا احتمال ہے۔ اسی طرح ان دو مذہبوں توحید وجودی اور توحید شہودی میں ایک دلیل کو مرجح جان کر دوسری کو گمراہی اور بے راہی نہیں ماننا چاہیئے، کیونکہ اس سے بہت سے بڑے علماء اور مشائخ کی گمراہی اور تکفیر لازمی آتی ہے۔ یہ اختلاف سنی و رافضی یا سنی و خارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہے کہ تکفیر اور تذلیل دونوں میں سے کس طرف کی کیجاوے ہاں یہ اختلاف مذاہب اربعہ کے اختلاف کی مانند ہے۔ ہاں اگر توحید وجودی کے قائلوں میں سے کوئی اعتدال سے بڑھ جائے اور الحاد اور زندقہ کے درجہ تک پہنچے تو وہ بے راہ اور گمراہ ہے اور اسی طرح توحید شہودی کے قائلوں میں سے اعتدال کی راہ سے نکل کر علماء اور صوفیہ کی جماعت کثیر کی تکفیر اور تذلیل کرے وہ بھی قابل طعن اور ملامت ہوگا۔ یہ ہے آپ کا معاملہ

تکفیر کا قاعدہ

کا لب لباب، میاں رمضان صاحب کے حال کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر وہ پابند شریعت ہیں اور لوگوں کو نماز و روزہ و تلاوت قرآن و ذکر و رجا و خوف صلاح و تقویٰ کی طرف بلاتے ہیں تو وہ الحاد اور زندقہ سے بہت دور ہیں اور اگر معاذاللہ احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے ہیں اور اگر آدمیوں کو اباحت اور بے دینی کی طرف بلاتے ہیں تو ضرور تکفیر اور تذلیل کے قابل ہیں اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند اسباب ہیں جو موجب کفر ہیں اور ایک وجہ کفر کی ہے پس مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدم کفر کی طرف مائل ہو۔ سوائے اس صورت کے کہ قائل نے خود کفر کی تصریح کر دی ہو۔ فتاوی عالمگیری میں مرقوم ہے

بنام حافظ مصری صاحب

توحید وجودی اور توحید شہودی

حافظ صاحب مہربان عالی مراتب مجمع حسنات و مناقب حافظ مصری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد ابلاغ سلام مسنون معلوم ہو کہ آپ کا خط بابت مسئلہ وحدۃ وجود اور اس کے انکار کرنے پر جو معاملہ میاں محمد رمضان صاحب اور مولوی نور محمد صاحب کے درمیان ہوا، اطلاع مہربانامہ سے توحید وجودی کے قائل اکثر اولیاءاللہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے تو اکابر ہیں اور ہر طریقہ کے ہیں چنانچہ ان میں سے بعض کے نام نور محمد صاحب کے خط میں لکھے ہیں۔ پس جو توحید وجودی کے قائل ہیں انہیں کافر کہنا اور ان کے پیچھے نماز ادا کرنے سے پرہیز کرنا اور ان سے شادی بیاہ نہ کرنا اور ان کا فیصلہ نہ کرنا ہرگز جائز

نہیں بلکہ انہیں مسلمان اور اہلسنت جاننا چاہیئے۔ اور ان سے سلام اور چھینک کے جواب اور مریض کی مزاج پرسی اور نماز جنازہ اور دعائے مغفرت میں اہل سنت مسلمانوں کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ ہاں توحید وجودی کا اعتقاد اسلام کے ضروری اعتقادات میں داخل نہیں ہے اگر کوئی اس پر اعتقاد نہ رکھے اور اسے نجانے تو اس کے اسلام میں کوئی نقصان نہیں ہے لیکن یوں اولیاء اللہ کی جو توحید وجودی کے قائل ہیں ان کی تحقیر و توہین اور تکفیر و تذلیل نہیں کرنی چاہیئے اور عوام الناس کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس مسئلہ کے اثبات اور انکار میں خاموش رہیں اور اس مسئلہ میں بحث و تکرار نہ کریں۔ کیونکہ ہر شخص کی عقل اس مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتی۔ اور کتاب "بلبل باغ نبی" کے ابیات میں وہی الفاظ ہیں جو مولانا جلال الدین رومی و شیخ فرید الدین عطار و فخر الدین نے استعمال کیئے لیکن ان الفاظ کو عوام کی مجلس میں بیان نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ کم فہمی سے فتنہ میں نہ پڑ جائیں اور قدماء صوفیہ کے اصطلاحات میں حقیقۃ الحقائق آیا ہے جو شرع میں نہیں آیا۔ اہل سنت کے ہر فرقے میں بعض اصطلاحیں ایسی ہیں جو شرع میں مستعمل نہیں ہے۔ مثلاً متکلمین اہل سنت کے اصطلاح میں واجب الوجود۔ اور اہل سنت صوفیہ کی اصطلاح میں وجود مطلق۔ قیصری و فرغانی اور مولانا جامی کے کلام میں بہت آیا ہے اور شرع میں نہیں آیا جو پس ان لفظوں کا اطلاق اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت سیئہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کا استعمال بہت سے مقتدیں اور متقی عالموں نے کیا ہے۔ شاہ محمد رمضان صاحب جو لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں اور لڑکیوں کے قتل اور بی اعمام اقاربا

بلاغت

کے نکاح کی حرمت اور ذبح بغیر اللہ اور کفر کی رسموں سے منع کرتے ہیں بالکل صحیح اور ٹھیک ہیں اس میں انہیں نہ چاہیے بلکہ ان احکام کے رائج کرنے اور شہرت دینے میں کوشش کرنا چاہیے کیونکہ سنت کے قائم کرنے اور بدعت کے مٹانے میں بہت ثواب ہے۔ اور مولوی نور محمد نے مسلمانوں کی جماعت کثیر کے سامنے جس میں ہی بھی تھا وحدت وجود کے قائلوں کی طعن و تشنیع سے بالکل انکار کیا اور فرمایا کہ اگر دانستہ یا نا دانستہ بھول و چوک سے کوئی بات اس قسم کی زبان سے نکلی ہو تو میں اس سے توبہ نصوح کرتا ہوں۔ میں نے زیادہ تر مخالفت اس امر کی کی کہ یہ مسئلہ عوام کی زبان پر رائج اور شائع نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ اس مسئلہ کی حقیقت کو دریافت نہیں ..... کرتے۔ اس حالت میں یہ ضروری ہے کہ اس نواح میں منادی کی جائے اور اشتہار دیا جاوے کہ اس مسئلہ کے اقرار یا اثبات میں کوئی گفتگو نہ کی جاوے اور اس مسئلہ کو زبان پر نہ لاوے۔ جو اس پر عمل نہ کرے گا اسے سزا اور سرزنش کی جاوے گی اور مسلمان آپس میں شیر و شکر کی طرح مل جل کر رہیں اور دین کے ضروری کاموں میں جن کا تعلق عقیدہ اور عمل سے ہے اہمیں مشغول رہیں۔ والسلام۔

فرنگی کی ملازمت

بنام شاہ غلام علی مجددی

شاہ صاحب عرفان مراتب سلمکم اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اس مدرسہ میں چند روز سے فرنگی کی نوکری

عہدہ مفتی قبول کرنے کی خبر سنکر متفکر ہونے کا حال لکھا ہے کچھ خبر تو صحیح ہے اور کچھ صحیح نہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ مولوی رعایت علی فرنگی کے مختار کا بہت امادہ ہیں اور بار بار مجھے لکھا کہ ایک عالم جو متدین ہو اور رشوت خور نہ ہو اور فقہی مسئلوں سے خوب واقف ہو میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ میں ہر واقعہ اور حادثہ میں فقہ کے بموجب فیصلہ کر سکوں۔ یہاں سے یہ لکھا گیا کہ آپ فرنگی کے نوکر اور دبلے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خلاف شریعت احکام کی تعمیل کا حکم دیں اور ایسی حالت میں اس شخص کو فرنگیوں سے ملنے کی ضرورت پڑے اور امور اسلام میں سستی کا باعث ہو۔ وہاں سے بڑی تاکیدوں کے ساتھ تحریر آئی کہ اس شخص کو فرنگیوں سے ملنے کی قطعاً ضرورت نہ ہوگی اور نہ انہیں خلاف شرع حکم کی تکلیف دی جاوے گی، بلکہ شہر میں ایک علیحدہ مکان میں قیام کریں گے اور شرع محمدی کے مطابق بے کھٹکے حکم کریں۔ ان تحریرات کے موصول ہونے پر اس پر غور و فکر کیا گیا کہ کافروں کے ساتھ ایسا تعاون عمل جس سے شرعی احکام کا رواج مقصود ہو شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ آیت دل میں (سورۂ یوسف) قال اجعلنی . . . انی حفیظ علیم۔

بیضاوی نے کہا کہ اس آیت میں کافر سے ملازمت چاہنا اور اس کے متعلق مدد کرنا اور ملازمت کرنا جبکہ خلق پر اقامت حق اور سیاست کی کوئی راہ نہ ہو سوائے اس کے اس کے جواز کی دلیل ہے۔ یہ تو شریعت سے تعلق رکھتا ہے۔ رہا طریقت کی بابت تو ترک و تجرید اور فقر کا اختیار کرنا اور

کسب کو چھوڑنا جملہ طریقوں میں اس شخص کے لئے ہے جو اپنے اختیار سے اس ترک کو اپنے اوپر لازم کرلے اور کسی کے ہاتھ پر اس عہد کی بیعت کرے۔ جب کوئی شخص ایسے فقر کا التزام اور اس پر عہد نہ کرے اور دنیاوی علائق سے تعلق اور ملازمت کرنے باوجود اسے مشغولی باطن ذکر و فکر کرنے سے اور مشاہدہ حاصل ہوتا ہے بالجملہ کسب معاش اور تعلق کی اجازت ہے ہر طریقت میں حرام نہیں ہیں ورنہ قاضیوں اور دیگر اہل پیشہ کو طریقت کی تعلیم دینا جائز نہ ہوتا۔ حالانکہ اس فرقہ کے بہت اشخاص اولیائے اکابر ہوئے ہیں اور تکمیل اور کمال کے درجہ پر پہنچے ہیں۔ پھر ایک مبتدی کا کیا ذکر ہے اس طریقت میں ترک اور تجرید قصد اور ارادے سے ہوتی ہے اور وہ بھی چند شرطوں کے ساتھ یعنی بال بچے نہ ہوں اور والدین نہ ہوں کیونکہ ان کی خدمت فرض ہے اور قرابت دار نہ ہوں جن پر شفقت واجب ہے پس قابل غور یہ ہے کہ اس میں کافروں کی صحبت اور حدود اسلام میں سستی یا کفر کی رسوم میں ان کی موافقت یا ان کی خوشامد یا کذب یا دیگر مفاسد کا کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہے جو مالدار مصاحبوں کو لاحق ہوتا ہے پس بہ شریعت اور حقیقت دونوں میں بلا شک و شبہ مباح ہے۔ مثلاً ہم نے سنا ہے اور دیکھا ہے کہ خلفاء اور بعض اصحاب اور اولیاء معلم گری کرتے اور یہودی بچوں کو پڑھاتے اور عمدہ بشارات حاصل کرتے تھے۔ پھر ایسے شخص کا کیا ذکر ہے جس نے ابھی اس وادی میں قدم نہ رکھا ہو اور ترک اور تجرید کو اختیار نہ کیا ہو۔ ان امور مرقومہ کی بنا پر یہ تجویز کیا گیا تھا کہ مولوی عبدالغنی صاحب یہاں سے جاویں اور اگر وہ

برائیاں نہ ہوں جن کا وہم و گمان ہے تو خیر ورنہ لوٹ آویں۔ جب اتنا معلوم تھا تو دل میں برافروختگی نہ ہونی چاہیئے تھی اور اتنا ذہن نشین مجملاً ہونا چاہیئے تھا کہ میں نے بھی عمر بھر ان مذکورات میں صرف کی ہے اور اپنے آباؤ اجداد کی وضع کو دیکھا اور سُنا ہے۔ دفعتہً کوئی ناپسندیدہ حرکت بلا حجت شرعی اور حقیقت کی بابت بلا سوچے سمجھے نہ ہو گی جو مکروہ اور بری ہوں نہ اپنے لئے اور نہ دوسرے کے لئے تجویز کی جاوے گی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام والاکرام

شاہ صاحب عرفان مراتب اللہ آپ کو سلامت رکھے سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ معارج القدس امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نفس اور اس کی قوتوں کی شناخت اور اس کے اخلاق کے سنوارنے اور ان کے فساد کی درستی کے بارے میں لیکن یہ حکمت کے طور پہ بیان کئے گئے ہیں اور اس میں تھوڑی سی آمیزش تصوف اور سلوک کے قواعد کی بھی ہے اور کتاب الطاف القدس فی معرفۃ النفس ولی نعمت علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے اس میں تصوف اور سلوک کے قاعدوں کے مطابق لطائف نفس کی شناخت کرنا ہے۔ بالفعل یہ دوسرا طریقہ زیادہ فائدہ مند اور سہل ہے اگر مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو الطاف القدس کو پڑھئے کتاب معارج القدس میں انتہائی دشواریاں ہیں اور اس زمانہ میں اس کے مطالب پر غور کرنا مشکل ہے

دعائے مراتب عرفان و کمال کے سوا کیا لکھوں۔

والسلام

لہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

مفتی صدر الدین کے حالات

بنام مولوی امین اللہ صاحب

مولوی صدر الدین صاحب جو اس شہر (دہلی) کے نامور فاضل ہیں۔ اکثر علوم عقلی و نقلی، عربی ادب، اصول، فقہ، کلام اللہ، فنون فارسی میں سب مہارت رکھتے ہیں، اور فقیر کے یہاں اکثر علوم نفسیہ انہوں نے حاصل کئے ہیں اس طرح ان کی ارادت اور تعلق فقیر کے ساتھ موروثی ہے۔ ان کے دادا معتبر فاضل اور میرے والد ماجد (شاہ ولی اللہ دہلوی) کے خاص دوست اور شاگرد تھے۔ اس وقت (مفتی صدر الدین) چند معاملات کی وجہ سے کلکتہ آ رہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات ہو گی ان کے معاملات کے متعلق۔ ملاقات اور اعزاز و اکرام میں جس قدر ممکن ہو سکے رعایت کیجئے۔

بنام شاہ اہل اللہ دہلوی

اللہ تعالیٰ سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھائے بہت بڑا مزہ بہت جلد بلا تاخیر۔ مہلت کے ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق شہید کر ڈالا اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں آیا کوئی پناہ گزینوں کے لئے پناہ گاہ ہے اور آیا فریادی کے لئے کوئی فریاد رس ہے جس کے دل میں خوف خدا اور انصاف ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اس ملک سے ان کو ناپید فرمائے یہ بدترین دشمن

ہیں اور غول بیابانی ہیں۔ میں اپنا ان لوگوں کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں اس امید پر کہ وہ ہماری حفاظت کرے گا۔

(۳) پھر معلوم ہوا کہ ملک تباہ و برباد ہو رہا ہے ظالموں اور بد معاشوں کے ہاتھ سے، آپ پر غالباً یہ مخفی نہ ہوگا —— جو کچھ قوم سکھ نے کیا ہے جو نشان نحوست ہیں۔

گینڈے کا حکم

بنام مولوی عبدالرحمٰن صاحب

اخون زادہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کا خط ملا۔ ... فقیر چند سال سے طرح طرح کی بیماریوں کی کثرت سے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے محروم ہے اور بینائی نہ رہنے کی وجہ سے کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا کتابوں کے جمع کرنے کو بیکار سمجھ کر بند کر دیا لیکن جو دیکھا یا سنا وہ یاد ہے۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ گینڈے کی بابت کیا حکم ہے۔ شیخ الاسلام نے صیدیہ میں دو حکم نقل کئے ایک قول یہ ہے کہ گینڈا حرام ہے کیونکہ وہ انسان اور دوسرے جانوروں پر حملہ کرتا اور مار ڈالتا ہے اگرچہ گوشت نہیں کھاتا ہے۔ پس اس میں درندگی کی صفت پیدا ہوئی اور سب درندے حرام ہیں۔ اور کتاب حیات الحیوان میں لکھا ہے کہ گینڈا انسان کا سخت دشمن ہے انسان کی آواز سن کر اس کا پیچھا کرتا اور مار ڈالتا ہے اگرچہ اس میں سے کچھ نہیں کھاتا۔ یہی مستظرف میں ہے۔

دوسرا قول جو نقل کیا ہے کہ وہ حلال ہے کیونکہ وہ گھاس اور پتی کھاتا ہے اس لئے وہ چرندوں میں ہے درندہ نہیں ہے۔ اس وقت کتاب صیدیہ موجود نہ تھی کہ اس کی عبارت نقل کی جاتی لیکن عبارت کا مضمون یقیناً یہی ہے اور کتاب حیات الحیوان میں کمال الدین موسیٰ اور دمیری شافعی کے قول اس کے حرام ہونے کے بابت درج ہیں۔ یہ کتاب بھی نہ ملی جو عبارت نقل کی جاتی۔ لیکن یہ یاد ہے کہ کرگدن کو حمار ہندی بھی کہتے ہیں۔ لیکن کرگدن مشترک ہے اس جانور اور ایک دوسرے جانور میں جو اس سے چھوٹا ہوتا ہے اور بھینسے کی شکل کا ہوتا ہے اور آخر الذکر کی بابت صحیح روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے کوفہ میں حلال ہونے کا حکم دیا تھا۔ بعض پرانے علماء کو اشتباہ پیدا ہوا اور انہوں نے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور حقیقت حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ جانور تین جانوروں سے مشابہ ہے اس کا بدن اور پیر فیل کی مانند ہیں اور اس کا وسط بھینسے کی مانند ہے اور اس کے منہ میں جو دانت ہیں اور سر پر جو سینگ ہے اس سے سؤر سے مشابہت پیدا ہوتی ہے اور کتابوں میں صاف طور پر لکھا ہے کہ جب حلال اور حرام جانوروں کی مشابہت پیدا ہو تو اس جانور کی صورت یہ حکم دیا جائے گا جس سے زیادہ مشابہ ہو۔ اگر حلال جانور سے زیادہ مشابہ ہے تو حلال ہے اور حرام جانور سے زیادہ مشابہ ہے تو حرام ہے چنانچہ بھیڑیئے اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے یہی حکم لگایا جاتا ہے۔ چونکہ کرگدن میں فیل اور خوک سے مشابہت موجود ہے اس لئے اس کے حرام ہونے کا حکم بہتر اور مناسب تر ہے اور یہ مقربہ

قاعدہ ہے کہ جب حرام اور حلال جمع ہوں تو حرمت کا حکم ہے (اس کا قول ختم ہوا) فقیر توفیق اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ فتاویٰ رحمانی میں مذکور ہے کہ فیل اور کرگدن امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہیں۔ اور امام محمد کے نزدیک حرام۔ یہ ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں طرف کی دلیلیں بیان کی ہیں۔ لیکن یہ مخالف ہدایہ کے ہے کیونکہ بیع فاسد کے باب میں میں لکھا ہے کہ امام محمد فیل کو نجس العین کہتے ہیں اور اس کی خرید و فروخت کو جائز نہیں سمجھتے اور یہی رائے کرگدن کے لئے ہے۔ امام اعظم اور امام ابو یوسف کا کہنا ہے کہ ہاتھی درندہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فیل اور کرگدن دونوں حرام ہیں۔ کھانا نہیں چاہیئے۔ اگرچہ اس کی خرید و فروخت دونوں اماموں کے نزدیک جائز ہے۔ پس کوئی اس کے کھانے کا حکم دے جائز نہیں دے۔

بنام شخصے

مہربان من اکثر اسلامی فرقوں میں اور اہل سنت کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ انسان کے بدن یعنی پریشان روح میں جن و شیاطین تصرف کرتے ہیں اور اس کے نام ہی سے اس امر کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ عربی میں اسے صرع الجن کہتے ہیں اور عام طور سے آسیب اور خبط کہتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے تحت میں یتخبطہ الشیطان من المس مذکور ہے اور اکثر مسلمان یہ مانتے ہیں کہ تقدیر الہٰی کے ماتحت شیطان

کو مرگی وقتل وایذا رسانی کی قدرت ہے اور مسئلہ میں فرقہ معتزلہ کے سوائے کسی کو مخالفت نہیں ہے۔ اور معتزلہ نے اس آیت کی رکیک توجیہات کی ہیں جو اپنی تفاسیر میں درج نہیں اور انہیں نقل کرنا فضول ہے۔ چاروں انجیلوں میں بھی پندرہ حصے آسیب جن کے لکھے ہیں جو دم عیلے سے بدنوں سے نکلے۔ اور مخطوطا بہت اس بارے میں حدیث میں ہے اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔ آیا انسان مرنے کے بعد تصرف کرتا ہے یا نہیں اس مسئلہ میں علما اہلسنت مختلف الرائے ہیں۔ اکثر محققین نے مرنے کے بعد انسان کا تصرف تجویز کیا ہے اور بعض نے اس سے انکار کیا ہے ان انکار کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر انسان بھی یہ کام کرے تو اس کی حقیقت جن کی حقیقت میں منقلب ہوجائیگی اور حقائق کی تبدیلی محال ہے اور اگر انسان صالح ہے تو وہ اس قسم کا ظلم اور ایذا رسانی کیسے کرسکتا ہے کیونکہ یہ نیکی کے خلاف ہے اور اگر وہ فاسق یا کافر ہے تو وہ موکلان عذاب سے اس عمل کے لئے کیسے فرصت پاتا ہے لہذا مجوزین اس بارے میں دو گروہ ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ انقلاب نہیں۔۔۔۔ بلکہ آخرت کا منح ہے جس کی اصلیت آخرت اور مرنے کے بعد بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ جامع صغیر سیوطی میں متعدد کتابوں سے اور معراج مناحی کے تتمہ میں آنحضرتؐ سے نقل کیا ہے کہ میں نے بہت سے پوشیدہ شیاطین کی کھالی کو دیکھا جنہوں نے اس مردہ کے کفش کو یکبارگی پکڑ لیا جو حالت ناپاکی میں مرا تھا پس میں نے انہیں ان کے ہاتھوں سے چھڑا دیا۔ یا جیسا کہا گیا اور اس حدیث سے

اس قسم کے معاملہ کی بو دماغ میں پہنچتی ہے۔ جب یہ بات آخرت کے مسخ کی قسم ہو گیا تو عذاب سے خلاصی کا کیا سوال بلکہ یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے جس میں وہ گرفتار ہے۔ علماء حنفیہ ماتریدیہ کا یہی مسلک ہے۔ ملا معین جو ماوراء النہر کے معتمد علماء میں سے ہیں برزخ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انسان عالم برزخ میں مسخ ہو کر جن ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور غضب ہے جس کو چاہتا ہے اور یہ بھی اس طرح پر ہے جیسا کہ گذشتہ زمانے میں سابق امتوں میں مسخ ہو کر بندر اور سور جاتے تھے۔ لیکن یہ عذاب اللہ تعالےٰ نے عالم شہود میں اس امت مرحومہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اٹھا لیا باستثناء اس کے جو قیامت کے علامات سے ہوں گے۔ اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب اس امت میں مسخ اور زمین میں دھنس جانا اور فحش ہو گا۔ یہ تو برزخ میں انسان کا مسخ ہے اور غالباً یہ کافروں اور ظالم و موذی اور زانی اور مغلم مسلمانوں کا مسخ خاص کر ہے جبکہ وہ حالت جنابت میں مرے یا قتل ہوئے اور یہی حال مرتدوں کا جو بلا توبہ کئے مرے۔ اور ایسے سب لوگ مسخ نہ ہوں گے بلکہ صرف وہ جنہیں اللہ تعالیٰ مسخ کرنا چاہے اور عذاب کرے لیکن صالحین اور ولیوں کا مسخ نہ ہو گا خواہ وہ حالت جنابت میں مریں اور قیامت میں کثرت سے مسخ ہو گا، جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بلعم ہو جائے گا۔ اور بلعم کتا ہو جائیگا اور کتا جنت میں جائے گا اور بلعم دوزخ میں ڈالا جائیگا اور یہی حال اس شخص کے سر کا ہے جو امام سے پہلے سر سجدے میں رکھے یا اٹھائے اس کا سر گدھے

کا ہو جائیگا اور اسی طرح رافضی اور حدیث بنانے والے وغیرہ کا مسخ ہوگا۔ اور دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ یہ تو انقلاب ہے اور نہ مسخ بلکہ گوناگوں گروہوں کے آپس میں ملنے سے افعال و حرکات میں مشابہت کی ایک قسم ہے اور اس طرح کی کہ روہیلہ گردی میں بہت سے ہندیوں نے ٹیڑھی پگڑی باندھ کر اور دو زلفیں لٹکا کر چند پشتو کے الفاظ سیکھ کر روہیلہ کی وضع بنالی اور معاملات میں سختی اور بلا وجہ مار پیٹ کرتے تھے یہ بھی اسی طرح کی ہے اور بموجب اس کے کہ جس نے جس قوم کی مشابہت پیدا کی وہ اسی قوم سے ہے۔ اور جو انسان جن کا کام کرنے میں انہیں عام طور پر خبیث کہتے ہیں اور ہندی میں بھوت کے نام سے پکارتے ہیں اور ان میں کوئی حقیقتاً تبدیلی نہیں ہوتی اکثر علمائے عراق و عرب نے اسی کو مسلک مختار کہا ہے اور وہ سب سے زیادہ قوی اور صحیح ہے بہ نظر دلائل کے۔ اور میرے والد صاحب کا بھی اسی طرف میلان تھا۔ جیسا کہ اس مسئلہ کے بحث کے دوران میں متعدد بار ظاہر ہوا۔ ۱۲۰۱ھ۔

بنام امام شاہ صاحب

گرامی منش امام شاہ جیو سلمہ سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ آپ کا خط جس میں چند مطالب تحریر تھے ملا۔ ان کے جواب لکھے جاتے ہیں

سوال اول۔ بہ حقیقی تشہدوں کے نزدیک چہارم داڑھی کا مسح فرض ہے ــــ اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھوڑی کے نیچے تر کرتے تھے۔ جب چہارم ریش کا مسح فرض ہے تو ٹھوڑی کے نیچے تر کرنے

کی کیا ضرورت تھی - جواب - ربع ریش کا مسح فرض ہے اور ٹھوڑی کے نیچے تر کرنا سنت ہے اور اس کا درجہ محض فرض پر اکتفا کرنا بڑھ کر ہے - زیر زنخ چہرہ سے علیحدہ ہے لہٰذا اس کا دھونا بھی فرض سے باہر ہے - اسی طرح گھنی داڑھی کی ڈھکی ہوئی جلد کا دھونا سنت ہے - لہٰذا چہارم ریش کے مسح کے فرض ہونے سے زیر زنخ دھونے کی ممانعت نہیں ہوتی -

سوال دہم! اللہ جل شانہٗ کا دیدار قیامت میں کس طرح ہوگا - ذات کی تجلی ہوگی یا صفات کی - جواب ـــ اس بات کو مستوفی نے ایک بڑے رسالہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہاں اسے بیان کرنا باعث طول ہوگا - مختصراً یہ ہے کہ علمائے اہل سنت وجماعت اس پر متفق ہیں - دیدار الٰہی جنت میں بے کیف ہوگا - یعنی بغیر کسی رنگ، شکل ومسافت وسمت کے کے ہوگا - عقلمند اور صاحب کشف محققوں نے اس کی تصویر چند طریقوں پر بیان کی ہے - حکیم ابونصر فارابی نے اپنی کتاب نصوص میں لکھا ہے کہ بعض وقت کلی طور پر ایک شخص کے فہم میں آتی ہے یا بہت سے آدمیوں کی سمجھ میں آتی . . . ہوتی ہے - اول کو رویت دوسری کو معرفت اور تیسری قسم کو علم کہتے ہیں - مختصر یہ کہ بدن سے تعلق رہنے کے وقت خدا تعالیٰ سے انکشاف قسم ثانی سے ہے اور بدن کے نکل جانے کے بعد یہ معرفت ترقی کر کے اول درجہ میں پہنچ جائے گی اور اسے رویت سے تعبیر کرتے ہیں اور جل شانہٗ کی قدرت سے ناظر و نظر میں ولیسا ہے جرم اور ملذات پیدا ہوں گے جو اس ذات مقدسہ کے سزاوار ہے - اور اس کی تعبیر کے صرف ابصار اور روایت سے ہو سکتی ہے کیونکہ

کوئی دوسری عبارت کمال ایک چند کی خبر نہیں دیتی۔ اور اس نقل کرنے میں کچھ تبدیلی اور اصلاح کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے باصرہ میں جرم اور لذات کا پایا جانا نہیں لکھا ہے اور علماء متفق ہیں کہ رویت اسی ادراک کو کہتے ہیں کہ جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ محض ادراک قلبی کو نہیں کہتے ہیں۔ چونکہ یہ قول معتزلہ کی تاویل کے مطابق ہوتا تھا لہٰذا یہ دو تین لفظ اضافہ کر دیئے گئے۔ اور بعض دوسروں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رویت مشاہدہ میں متحقق ہوتی ہے جبکہ اس چیز کا عکس جسے ہم دیکھ رہے ہیں جلیدیہ میں پہنچتا ہے۔ اور وہاں سے مجمع النور میں اور وہاں سے حس مشترک میں اور وہاں سے نفس ناطقہ خیالی اور وہمی اور عقلی صورتوں کی تجرید کرتا ہے اور اسی سلسلہ سے نزول کرتا ہے جیسا کہ وہم و خیال کے ذریعہ سے معقولات حس مشترک میں اترتے ہیں۔ اور نظروں کی حالت کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے لیکن جب تک جلیدیہ (تری جسم) تک نزول نہیں ہوتا حقیقی نظر آنا نہیں کہہ سکتے اور اس عالم میں کہ نفوس پاکی اور طمانیت حاصل کر کے اپنے پروردگار سے کمال اتصال پیدا کرتے ہیں اس ذات مقدس کی نورانی شعاعیں عقلی اور وہمی قوتوں پر سایہ ڈالتی ہیں اور وہاں سے خیال اور حس مشترک میں نزول کرتے ہیں۔ اور فضل الٰہی کے ظاہر ہونے سے منافی قوت ادراک کی رکاوٹیں مثلاً نیند اور بے حواسی دور ہو جائیں گے اور مجمع النور اور جلیدیہ میں ہی ریزش ہو گی۔ جیسا کہ اس دنیا میں خیالات بے جہت و بے مکاں ہیں وہ معائنہ حقیقت بھی جہت و بے مکان ہو گا۔

ایک اور کا یہ کہنا ہے کہ رویت کے بارے میں جو کچھ حدیث میں وارد ہوا ہے
اس میں جہت کی نفی اور لوازم جسمانی کی سلب کا کوئی اشارہ نہیں ہے ماننا
ہے کہ اس بیان کردہ تجلی کی صورت تمام مظاہر سے دو سبب سے امتیازی صورت
رکھتی ہے مگر تمام مخلوقات الٰہی سے کہ وہ بھی صفات الٰہی کے مظہر ہیں اسی
طرح امتیاز ہے کہ وہاں تو ظہور ذات بعنوان الوہیت ہے اور تمام مظاہر میں
بعنوان آفرینش اور اقسام کائنات ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے آگ سے یہ آواز
"بے شک میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں" سنی۔ اور اس جہاں
کی کل صوری و خیالی و حسی تجلیات سے امتیاز اس وجہ سے ہے کہ ذات پاک
کا ظہور وہاں کائنات معلومہ صورتوں میں کسی صورت ہوگا اور وہ اسمائی عظمت
و کبریائی نور و چمک و جمال و صفا سے پیوستہ ہوگا اور اس میں ذاتی اور
اسمائی کمالات اس درجہ کے شامل ہوں گے کہ اکمل اور اشرف ناظر کے وہم
اور عقل میں ان کے سمانے کا حوصلہ نہ ہوگا۔ اور اس میں سے زیادہ تر کا تصور
ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ اہل سنت نے لکھا ہے کہ آخرت میں رویت بلا
کیف ہوگی اس سے صرف یہ مراد ہے کہ معتزلہ کے لوازم جسمیت کے ثبوت سے
جو دشواریاں پیدا ہوتی ہیں اس کو رد کیا جاوے۔ جب تجلی کی حقیقت معلوم
ہو جائے تمام اشکالات پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے بعض اکابر
فرماتے ہیں کہ نفس کو شہود میں زبردست استغراق ہونے کی وجہ سے کسی غیر
چیز کا یعنی زمان و مکان و جہت اور اپنے وجود اور غیر کے وجود کا احساس نہ
ہوگا۔ اسی کو معائنہ بے جہت و بے شکل و بے لوازم جسمیت کہہ سکتے ہیں فی الجملہ

زید اور عمر کے بعض عرصوں ہی کو ...... دیکھ کر کہتے ہیں کہ ہم نے زید اور عمر کو
صریحاً دیکھا۔ جب رویت کے موضوع لغوی شاہد یعنی حاضرین میں کی سہولت جاری
ہے تو اسے غائب کی بابت دور کرنے کی کیوں کوشش کی جاوے اور کیوں
لازمی کر لیا جاوے کہ ذات محض کی حقیقت معرا ہے کہ فہم اور ادراک کے تعلق
کے احساس اور نظر کی قید میں آسکے۔ لیکن یہ خواص وعوام کے حق میں تین
وجہ سے مختلف ہوتی ہے۔ اولاً نزدیکی اور دوری کے موافق دوسری
حجابوں کی کمی اور کثرت کے موافق اور تیسرے اس دنیا میں جو کچھ حاصل کیا
اس سے معرفت اور صفات میں جو زیادتی یا کمی ہو۔ اور اس کی تائید میں یہ ہے
کہ ذات مقدسہ کے لئے دلی وجدان میں بلاشبہ بدن ارضی کو روح حیوانی کے
مقابل میں زیادہ حجاب ہے اور اسی طرح روح حیوانی کے عالم مثال سفلی کے
مقابل میں جو جن و شیاطین کا مقام ہے زیادہ حجاب ہے اور یہی حالت عالم
مثال سفلی کی بمقابلہ عالم مثال علوی کے ہے جو ملائکہ مقربین کا مقام ہے۔ اور
جب عالم مثال میں ترقی کرے گا تو اسی عالم کی صورت حاصل ہو جائے گی
اور اس کا بدن ارواح علویہ کا حکم پیدا کرے گا اور جو چیز غیب میں ہے وہ پیش
نظر ہوگی اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگی اور اعمال کی حقیقتیں اور خلقتوں
کی صورتیں اور جنت دوزخ کا حال نظر آئے گا۔ اعظم تجلیات الٰہی کے لئے
ناگزیر ہے کہ نفس کے اتصال کے مراتب کے موافق ظاہر اور روشن ہو کیونکہ
اسی سے تدابیر کا کارخانہ اور قضا و قدر کا فیض اور نبیوں پر شریعت کا نزول
اور فرشتوں پر ان ہی کا صدور ہوتا ہے اور قوای روح کی اس پیروی سے

اعضاء اس وارِ دات کے لئے آزاد ہو جائیں گے اور یقین ہے کہ چشم دید حالت حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوالِ سوم :- کہا جاتا ہے کہ ذات حق اس وقت بھی ویسی ہی ہے جیسی تھی اور اکثر دعاؤں میں آیا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو مخلوقات کے پیدا ہونے اور مٹنے سے نہیں بدلتی۔ اتنی مخلوقات کے ظاہر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کوئی تبدیلی نہ ہو سمجھ سے باہر ہے۔

جواب :- حق سبحانہ تعالےٰ سے کائنات کے ظہور کی مثال داور ہمارے فہم قیاس سے برتر اس کے لئے مثل ہے، ایسی ہے جیسے آئینہ میں صورتوں کو ظہور، آئینہ کا جسم معین ہے اور صفات میں کچھ لازمی و خارجی ہیں (In Separable Accident) اور عارضی خارجی ہیں (Separable Accident) لہٰذا آئینہ کے صفات میں دو قسم کی تبدیلی موجود ہے مگر جو صورت آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اسے کوئی دخل ان تبدیلیوں میں نہیں ہوتا اور ان کے ظاہر اور پوشیدہ ہونے سے آئینہ کے ذات اور صفات میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

سوالِ چہارم : اگر کافروں نے اپنی زبردستی سے ملک پر قبضہ کر لیا عرصہ دراز تک وہ ملک ان کے قبضہ میں رہا پس وہ ملک کسی وقت اور کتنی مدت میں ان کی ملکیت ہو جاتا ہے۔ اور کن شرائط پر جو کچھ اس ملک سے دیں یا ہبہ کریں وہ حلال ہو۔ اور اگر مسلمان اسی طرح قابض ہوں اور کسی کو دیں تو اس کا لینا جائز ہے۔

سوال پنجم :- اگر کافر مال منقولہ پر قابض ہو جائیں اور کسی کو دیں تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب :- اگر کافر مال منقولہ پر قابض ہو کر اپنے شہر اور گھر کو لے جاویں مالک ہو جاتے ہیں ۔۔۔ اور اگر ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو اس میں اختلاف کہ یہ ملک کب دارالحرب ہو جائے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ دارالسلام کبھی دارالحرب نہیں ہوتا باستثناء اس کے کہ وہ دارالحرب میں سے مانا جاوے۔ بعض کہتے ہیں جب تک شعائر اسلام میں ایک شعار بھی علانیہ ظاہر ہو دارالحرب نہیں ہوتا اور جب کل شعائر اسلام موقوف ہو جائیں تو دارالحرب نہیں ہوتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ صحیح اور قابل ترجیح یہ ہے کہ جب تک لڑائی قائم ہے اور مسلمان اس ملک کے چھڑوانے سے عاجز ہو گئے ہیں لیکن مطیع نہیں ہوئے ہیں اور کفار کا غلبہ اس درجہ کا نہیں ہوا ہے کہ وہ شعائر اسلامی میں سے جس چیز کو چاہیں موقوف کر دیں مسلمان بھلا ان سے اس طلب کئے ہوئے رہتے ہوں اور اپنی جائداد ول پر بلا ان کی اجازت کے تصرف رکھتے ہوں وہ ملک دارالسلام ہے اور دارالحرب نہیں ہوا اور ان کے تصرفات قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اور اسلام کے تسلط کے بعد ان تصرفات کا کوئی اعتبار نہ رہے گا۔ اور جب مسلمان لڑائی میں ہار جائیں اور ان کے مطیع ہو جائیں گو کہ دل میں سامان جمع کرنے کی فکر ہو۔ لیکن مقابلہ سے عاجز ہیں۔ اور مسلمان ان کی امان دینے سے قیام پذیر ہیں اور اپنی املاک پر بھی ان کی امانت سے تصرف رکھیں اور ان کی عدم تعصب کی وجہ سے شعائر اسلام جاری ہوں نہ کہ مسلمانوں کی طاقت کی وجہ سے ملک دارالحرب بھی ہو سکتا

ہے اس لئے ان کا تصرف جائز اور ان کا ہبہ جاری ہے۔ لیکن مسلمان کافروں کے شہروں پر غالب آئیں اور قبضہ کریں تو اس ملک میں ان کے تصرفات جائز ہیں۔ ان باتوں میں جو شریعت کے موافق ہیں اور مسلمانوں کا مال غصب کرنے کا حق نہیں ہے اور صحیح بات جاننے والا اللہ ہے۔

سوال ششم: صلوٰۃ الوسطیٰ کون سی نماز ہے اور اگر ایک وسطیٰ مان لیا جائے تو باقی چار نمازوں سے کامل پابندی اٹھ جاتی ہے۔

جواب:۔ صلوٰۃ الوسطیٰ میں سات قول ہیں۔ پانچوں نمازوں میں سے ہر ایک کا تعین اور پانچوں نمازیں ایک ساتھ مجموعی طور پر، قول ششم یہ ہے کہ یہ بھی ساعت جمعہ اور لیلۃ القدر اور اسم اعظم کی طرح مبہم ہے۔ اور قول ہفتم اور یہی اصح اور ارجح ہے کہ نماز عصر ہے۔ اور باقی چار نمازوں سے کمال تقلید اس لئے نہیں دور ہوتی کیونکہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تقلید اس کے نفس میں نہیں ہے بلکہ زیادہ آداب کی محافظت میں ہے۔ جیسے وقت مستحب و جماعت و مسجد اور وضو و مسواک کو کامل طور پر کرنا و اذان و اقامت اور زیادہ اطمینان رکھنا اور کثرت اذکار کرنا۔ اور ان امور میں تاکید کی زیادتی اس قسم کی ہے جیسے افضل کو فاضل پر برتری ہے نہ ایسے جو فاضل کو ناقص پر ہے اور اس قدر فرق ثابت کرنے میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے واللہ اعلم۔

سوال ہفتم:۔ شریعت کی بابت معلوم ہے کہ احکام ظاہری کو کہتے ہیں ہم بامحمد میں اور رسائل میں جو طریقت و حقیقت اور معرفت کا ذکر آتا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کیا چیز ہیں۔

جواب: لفظ شریعت کے دو معنی ہیں ایک عام اور ایک خاص۔ معنی اول یعنی عام تو یہ ہیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امور دین میں متعلق اعتقاد و عمل و خلق و حال و نیت اور عزیمت اور امر و نہی کے فرمایا۔ معنی دوم وہ ہیں جس کا تعلق جوارح سے از قسم عبادت مالی اور جسمانی کے ہے اور اس کا بیان کرنا فقہ کا منصب ہے اور فقہ کی کتابوں میں اس کا بیان ہوتا ہے اور اسی کو طریقت وغیرہ کے مقابل کرتے ہیں۔ پس جس چیز کا تعلق اخلاق اور نیتوں اور عبادتوں کے آداب سے بالارادہ رکھتے ہیں وہ طریقت ہے اور جس چیز کا تعلق اخلاص اور عین الیقین اور تحصیل مشاہدہ اور استغراق سے ہے وہ حقیقت ہے اور جس چیز کا تعلق اعتقادات کے رموز کے مکاشفہ سے اور توحید کی کیفیت و معیت و قربیت سے اور محبت اور ولا کے اسرار اور ولایت اور اولیاء کے درجات سے ہے اسے معرفت کہتے ہیں۔ اور یہ سب شریعت کے اول معنی میں داخل ہیں۔ ہاں ہر فن میں اس فن کے کاملین نے غیر منصوص کو اخذ کر کے منصوص سے ملا کر سب کچھ شرح اور وسعت دے کر ایک جداگانہ علم نکال لیا ہے اور انہیں ناموں سے اس علم کو موسوم کرتے ہیں۔

سوال ہشتم: ہر چیز کے کمال کی شناخت کس طرح ہوتی ہے کیونکہ کامل کی شناخت، دیکھنے سننے اور کھانے سے نہیں ہوتی۔

جواب: اشیاء کی حقیقتیں اللہ تعالیٰ کے صفات کا پرتو ہیں۔ اور عالم ظاہر میں ان کا رونما ہونا چار علتوں یعنی فاعلی و غائی و مادی اور صوری سے وابستہ ہے۔ اور ان حقائق کے کمال کا ظہور ان کے مختصر

نشانیوں کے ترتیب اور ان میں خاص خاصیتوں کی پیدا ہونے میں ہے۔ پس ہر چیز کے کمال کی شناخت اجمالاً ذات حق کی تجلّی ہے جو سالک پر اس چیز کے ضمن ظاہر ہوتی ہے اور یہ تجلّی کثرت در وحدت کو بصر بالبید فی الاشیاء کے مقام میں مشاہدہ کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور مفصلاً یہ کہ حکمت کے قوانین کی رو سے اس کے مبادیات اور خواص کا احاطہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی قوانین کشفیہ کی رو سے اس کے مبداء کا تعین اور تنزل کے مراتب تشخیص کی جائیں۔ اور اگر وہ چیز محسوسات میں سے ہے تو حواس سے دریافت کرنا بھی اس کی حقیقت کی معرفت کے اتمام میں داخل ہے، واللہ اعلم

نواں سوال ابلیس کا قصہ کلام اللہ میں آیا ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہے کہ سوال و جواب کس طرح ہوئے، الہام کے طریقہ پر یا دوسرے طریقہ پر۔

جواب :- اس بات چیت کے طریقہ کی بابت منقولات میں کچھ نہیں آیا ہے لیکن عقل سلیم یہ بتاتی ہے کہ ہاتف کے ذریعہ سے تھا۔ یعنی یہ شقی ایک آواز سنتا تھا اور سمجھتا تھا۔ کہ یہ خدا کی آواز ہے لیکن اصل مظاہر قہر کے فرشتوں میں سے ایک کلام الٰہی کو ادا کرتا تھا اور وہ اسے نظر نہیں آتا تھا اور نہ پہنچانتا تھا لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا کفر نادانی یا حجاب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ انکار اور دشمنی کا کفر ہے ملعون بچپنے سے اس نے ملکوتی قوت پیدا کرلی تھی اور غیب سے اس پر

القاء ہوتا تھا ۔ اس کی یہ قوت نہ زائل ہوئی اور نہ سلب کی گئی تاکہ وہ انقباض کے رنج اور تشنگی اور فراوانی سے بے قرار نہ ہو اور توبہ کا اقدام نہ کرے بلکہ اسی راہ سے اس کا غصہ اور عتاب نکلتا رہے اور راندۂ درگاہ ایزدی ہونے کو حقیر سمجھتا رہے ۔ لیکن اس کے جوہر روح میں رقیق سیاہی .. ڈالی گئی جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو کبھی سزاوار قید اور کبھی اپنے آپ کو مستغنی اور مایوس خیال کر کے اپنی عبادتوں اور اسماء الٰہیہ کی قوت سے شیاطین اور آدمیوں میں تصرف کرتا ہے اور اس تاریک رقیقہ کو اس کی مناسبت سے طمع کر کے مخلوق کو خوشنما دکھا کر گمراہی و جہالت و درشتی و من گھڑت غلط کاریوں کی طرف لے جاتا ہے ۔

سوال دہم! روحوں کا سجدہ مشہور ہے اور کلام اللہ سے الست بربکم تا ولیلٰے ہی معلوم ہوا اس کی تفصیل معلوم نہیں کہ کس وجہ سے یہ ہوا اور کن لوگوں نے دو سجدے کئے اور کس نے ایک سجدہ اور کون تارک اور کون فرمانبردار مندرجہ بالا امور کے ہوئے ۔

جواب :- اس مقام پر سجدہ کا ذکر نہیں ہے وہ ایمان والے جن کا تمام تر ایمان پر ہوتا ہے انہوں نے فوراً جواب دیا ۔ کافروں نے توقف سے بعض فقیہوں کا کہنا ہے کہ انبیاء نے دو سجدہ کئے عام مومنین نے ایک اور کافروں نے نہیں کیا ۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی کیا سند ہے ۔ لیکن کلام اللہ کی آیتوں اور حدیثوں سے چار عہد و پیمان

جیسے معلوم ہوتا ہے اول پانچ اولوالعزم انبیاء سے دوم کل انبیاء سے سوم علماء اور چہارم عوام سے۔

سوال یازدھم:- ننگے ہونے کی حالت میں کلام حرام ہے اور جب میاں اور بیوی جمع ہوں تو اللہ کا ذکر ضروری ہے۔ یہ احکام آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔

جواب:- برہنہ ہونے کی حالت میں کلام حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور یہ کراہیت ایک دوسرے سے بات کرنے کے متعلق ہے۔ تنہا زبان سے تلفظ کرنے سے متعلق اور اللہ کا ذکر نجاست وغیرہ کی جگہ پر منع ہے اور جماع کی حالت میں منع نہیں ہے اور عالموں نے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ اللہ کا ذکر بیت الخلاء اور جماع کے وقت داخل ہونے اور ننگا ہونے سے پہلے مسنون ہے۔ کوئی اختلاف اور فرق نہیں ہے۔

بارھواں سوال:- سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کے لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھتے ہیں۔ اور اپنی موافقت میں احکام نقل کرتے ہیں اور آنحضرت کی مہربانیوں کا بیان کرتے ہیں۔ اور آنجناب کے بارہ میں دونوں فرقے کے لوگوں کو اچھا معلوم نہیں ہوتا اور خطرات شیطانی کا یہاں دخل نہیں۔ اس سے کیا خیال کرنا چاہیئے

جواب:- حدیث من رانی .... (جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے دیکھا) کے مضمون کے بارہ میں اکثر علماء نے روضہ مبارک میں مدفونہ صورت کی ہے۔ اور بعض نے ان تمام صورتوں کی تعمیم کی بعثت

سے اور وفات تک خواہ جوانی کی یا پیرانہ سالی کی خواہ حضر میں ہو یا سفر میں سُنی اور شیعہ کا قول احتمال سے زیادہ نہیں اور چونکہ اس کے وقوع کا ثبوت نہیں اور مفروضہ باتوں کی کوئی نقیض نہیں ہے لیکن تحقیق بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں چار قسم کا ہو سکتا ہے۔ اولاً رویا رالہٰی جس میں آنجناب سے اتصال مخصوص ہے دوسرے رویائے ملکی جس میں آنجناب متعلقات دوبارہ دین اور سنت اور ان کے وارثوں اور نسب مطہر کے بارے میں اور سالک کو آپ کی پیروی اور محبت میں جو درجہ ہے وغیرہ آنجناب مقدس کی صورت میں ان مناسبتوں سے نظر آتے ہیں۔ تیسرے رویا نفسانی یعنی جس صورت کو اپنے خیال میں مقرر کر رکھا اس اعتقادی صورت کا اظہار یہ تینوں قسم کا خواب آنجناب کے بارے میں جائز ہے۔ اور چوتھی قسم کہ شیطانی ہے۔ یعنی شیطان آپ کی صورت سے تمثل پیدا کرے بالکل منتفی اور ممتنع ہے۔ لیکن تیسری قسم میں شیطان اپنی آواز اور کلام سے فریب دیتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے۔ بعض روائیتوں کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت جب سورۂ نجم پڑھ رہے تھے تو جب آپ خاموش ہوتے تو شیطان وسوسہ کے حرف کہتا جس سے مشرکین سامعین کو اشتباہ ہوا۔ جب یہ بات آپکی زندگی میں ممکن تھی تو خواب میں کیوں ممکن نہیں۔ لہٰذا شریعت میں خواب کے احکام کو صحیح شمار نہیں کرتے اور مشہور حدیثوں میں نہیں مانتے۔ اگر اہل بدعت میں سے کوئی کبھی

آنحضرت کا دیکھنا صحیح سمجھے تو وہ اسی طرح کا ہوگا ۔ واللہ اعلم ہمیشہ خط بھیجتے رہا کیجئے والسلام

بنام شفیع

خط مِلا جو تین مطالب پر مشتمل تھا

اول :- مجدد الف ثانی کا سلسلہ سہروردیہ کا ہے کہ مجدد صاحب اپنے باپ شیخ عبدالاحد ان کو شیخ رکن الدین گنگوہی سے ان کو اپنے باپ شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے ان کو شیخ قاسم درویش سے ان کو شیخ بڈھن بہرائچی سے ان کو سید اجل سے ان کو سید جلال المعروف بہ مخدوم جہانیاں انہیں دو سندوں سے اولاً اپنے باپ سید احمد کبیر ان کو اپنے باپ سید جلال بخاری سے ان کو شیخ بہاؤالدین ذکریا سے دوسری سند شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ان کو اپنے دادا شیخ بہاؤالدین زکریا ان کو صاحب طریقت شیخ شہاب الدین سہروردی سے۔ علاوہ ازیں شیخ رفیع الدین جو مجدد صاحب کے اجداد میں ہیں شیخ بہاؤالدین زکریا کے پیش امام اور خلفاء سے تھے۔ خیال ہے کہ اس طریقہ کی اجازت اپنے اجداد سے پہنچی ہوگی بلکہ خاندانی طریقہ یہی تھا اور طریقہ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ ان کے اور ان کے کسب کردہ طریقے ہوں گے۔

مطلب دوم ! ہمہ اوست کے شغل سے عذر خواہی ۔ اور اس میں تحقیق یہ ہے کہ اس سے اس حالت کا حاصل کرنا ہے جو قلب کے اضطرار کے لئے

ضروری ہے اور اسے دور کرنے کا اختیار نہ رہے۔ اگر کسی کو وحدت وجود کی حقانیت
کا اعتقاد پکا ہے تو اس شغل کی ملازمت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے اور
اگر اعتقاد نہیں ہے تو یہ حالت پیدا نہ ہوگی۔ بلکہ اس کا باطن حکم کرے گا
کہ یہ میرا خیال واقعہ کے خلاف ہے اور شاغل کو کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور بلاشبہ
تصفیہ قلب کے ذریعہ سے اس معنی کا خود بخود پیدا ہونا اولیٰ اور قوی تر ہے
اور تصنع اور تکلف کے دخل سے زیادہ بعید ہے۔ خواجہ خسرو رحمۃ اللہ علیہ
نے لکھا ہے کہ جب تک کسی کو وحدت وجود کا اعتقاد نہ ہوا سے فنا فی اللہ کا
درجہ ملنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے منکر کے حق میں تمام فنائیں نورانی حجابوں میں
ہیں جو ماسوائے حق ہے اور اس کی تجلیات لذائذ و لطائف وغیرہ ہیں نہ کہ
حق تعالےٰ کا ظہور۔ توحید وجودی کی تحقیق طویل ہے مجملاً یہ ہے کہ کلام اللہ
کی آیتوں اور احادیث نبوی سے معیت اور قرب ذاتی صاف ثابت ہوتا ہے
اور جب تک ان کا انکار نہ کیا جاوے یہ جواب کہ یہ ظاہر کے خلاف میں ہے
صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سب ہماری عقل کے خلاف ہیں نہ کہ کتاب اور سنت
یہ کیا انصاف ہے کہ منصوصات شرعی کو خلاف شرع اور اپنی ناقص عقل
کے خیالات کو شرعی کہیں۔ جامع ترمذی میں اس حدیث میں اگر تم رسی کے
ذریعہ سے زمین کے ساتویں طبقے میں لوٹ جاؤ تو ہبوط علی اللہ ہوگا۔
اور اس حدیث کہ اللہ تعالیٰ پاک چیزوں کا صدقہ قبول کرتا ہے صاف لکھا
ہے کہ سلف کا مذہب کہ اس کا ظاہر پر اجرا اور بلا کیفیہ ہوتا ہے مختصر یہ
کہ نفی غیریت محضہ اور اتحاد و وحدت فی الجملہ منصوص ہے؟ اور آگے سے اتنی نفا تعد

کی آواز اور کیفیت سمعہ دلبصرہ روشن دلیل ہے اور لبشرط انصاف حضرت مجدد کے
کے کلام سے وحدت وجود کی نفی مطلق ثابت نہیں ہوتی بلکہ انہوں نے اس کی چند
قسموں سے انکار کیا ہے لیکن جو کچھ ذہن میں بیٹھ جاتا ہے اس کا جلد ازالہ ہونا
دشوار ہے اور ہمیشہ تکرار کرنا مشکل ہے ۔

مطلب سوم :۔ ذکر جہر کے بارے میں حق یہ ہے کہ اس کا انکار کھلی
کم عقلی ہے ۔ تلاوت قرآن میں جہر صاف ہے ما اذن اللہ لشیٔ ما اذن یعنی
قرآن کو جہر سے پڑھنا اور لبیک کہنا ۔

اور تلبیہ حج میں آیا ہے کہ سب سے اچھا حج وہ ہے جس میں عج اور
ثج ہو یعنی لبیک کہنے میں آواز بلند اور اراقۃ الدم ہو اور قرآن کی فضیلت
مشہور ہے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ختم کرنے کو
ذکر سے پہچانتے تھے اور اس ذکر کی فضیلت جسے پرہیز گار سے ستر گنا زیادہ
اس ذکر پہ جسے پرہیز گار نہیں اور طریقہ چشتیہ اور اویسیہ اور قادریہ کی بنا ذکر جہر پہ
ہے اور وہ سب ہمارے پیر ہیں اس پہ یہ حکم لگانا کہ فعل حرام ہے قرب الہی
حاصل نہیں ہوتا غلط ہے بلکہ ذکر جہر سے ایسا اطمینان ملتا ہے کہ اس سے
بڑھ کر کوئی اطمینان نہیں ہے ، خواجہ نقشبند کے حج پر جانے کے بعد خواجہ
علاؤ الدین غجدوانی نے ذکر جہر سنا اور جب واپس آئے تو عذر کیا آپ
کو اپنی قوت باطنی کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ تھی مجھے اس سے بہت
فائدہ ہوا خواجہ نقشبند نے اس سے انکار نہیں کیا اور خود چونکہ خواجہ عبدالخالق
غجدوانی ذکر خفی اور عمل بہ عزیمت سیکھا تھا خود نہ کرتے تھے اور آپ جیسے

کے لئے کہ مسائل فقہی میں اجتہادیات پر حدیث کو مقدم سمجھتے ہو اس معنی میں تردد بیجا ہے۔ اگر آپ متفق ہوں تو اس میں ایک مشہور روایت ہے جس کو لفظ بہ لفظ لکھنا بلا تلاش کے مشکل ہے۔ ایک دفعہ خواجہ سرائے فقیہات کے عالم سلطان روم کی طرف سے امیر حج ہوکر آئے اور مدینہ میں شیخ ابراہیم کردی سے ملے اور بولے کہ اس سفر میں ان آدمیوں سے بڑی بدعت دور کر دی۔ فرمایا کہ وہ کونسی بدعت تھی، کہا کہ میں نے مسجد اور شہر بیت المقدس سے ذکر جہر موقوف کرادیا۔ شیخ نے یہ آیت پڑھی من اظلم ..... خرابہا چند روایتیں فتاویٰ میں سے لکھی تھیں۔ دکھائیں اور فرمایا کہ اگر تمہیں تقلید سے غرض ہے تو تم دوسری طرح کے مقلد ہو اور میں دوسری طرح کا مقلد ہوں، روایات میرے لئے حجت نہیں ہیں اور اگر تحقیق سے غرض ہے تو تیار ہوں اس کے بعد ذکر جہر کے اثبات میں چند رسالے لکھے تھے۔ ان میں سے چند فقیر کے پاس موجود ہیں۔ بالجملہ الحق احق بالاتباع والسلام

مکتوبات شاہ رفیع الدین دہلوی

بنام عبدالرحمٰن صاحب

فضیلت اکتساب و مودت انتساب اخون زادہ عبدالرحمٰن بن اخون حاجی محمد سعید بریلوی سلمہم اللہ تعالیٰ۔ فقیر رفیع الدین کی طرف سے سلام تحت الاسلام کے بعد معلوم ہو کہ آپ کا گرامی نامہ پہنچا ہیں خیریت سے

ہوں اور حاضر و غائب دوستوں کی خیریت کی دعا کرتا ہوں آپ نے مولوی مدن سے ملاقات اور علمی تذکرہ کی بابت دریافت کیا ہے۔ ان سے پہلی ملاقات مراد آباد میں ہوئی، مولوی نور الاسلام صاحب خلف مولوی سلام اللہ موجود تھے کسی نے سوال کیا کہ مثنوی مولوی روم کی اس بیت کے کیا معنی ہیں۔

ہفت صد ہفتاد و قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

میں نے کہا کہ اس کے دو معنی ہیں ایک عام فہم دوسرے خاص دوسری یعنی خاص فہم معنی تصوف کے واقفوں کو بتائے جا سکتے ہیں لہٰذا اس کو چھوڑ کر اول معنی بیان کرتا ہوں۔ کتاب اور سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی روحوں کو (صلب) پشت آدم علیہ السلام سے نکال کر عہد کرایا۔ پھر انہیں پشت آدم میں چھپا دیا۔ اس کے بعد ہر شخص کے صلب سے جس قدر روحیں مقدر کی تھیں اس کی پشت میں چھپا دیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حج کی منادی کی تو کچھ جواب نہیں دیا اور انہیں لوگوں کو دنیا میں حج نصیب ہوتا ہے اور لبیک تلبیہ اسی ندا کا جواب ہے یہ بات عام لوگ بھول گئے اور کمال معرفت کی بنا پر آدمیوں کو یاد دلایا ہے اور روح کا صلب پدر سے رحم اور پھر مادر سے صلب پدر میں منتقل ہونے کی طرف اشارہ کیا اور سات سو ستر کا عدد کی بابت احتمال ہے کہ صرف کثرت اظہار کے لئے ہے یا واقعہ بیان کیا ہے مولوی مدن نے کہا کہ یہ معنی نہیں ہیں۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ...بلکہ دوسرے معنی ہیں میں نے پوچھا کہ دوسرے معنی کیا ہیں اور اس معنی میں کیا غلطی ہے انہیں نے اس معنی کی غلطی بیان کر کے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں سات قسم کے انقلاب ہیں یعنی پہلے خاک ہونا

دوسرے غذا بننا تیسرے خون ہونا چوتھے نطفہ ہونا پانچویں علقہ بننا چھٹے گوشت
دہڈیوں اور رگوں کا بننا اور پھر زندہ ہونا اور یہی قالب مراد ہیں میں نے کہا ان
سات سے سات سو ستر تعبیر بہت لمبی ہے دوسرے دیدہ ام یا رسیدہ ام کا متکلم
یا روح ہے یا بدن یہ بات ظاہر ہے کہ اگر روح متکلم ہے تو یہ ہفت انقلاب روح کے
ہوئے اور اگر بدن متکلم ہے تو بدن سے تنہا ہیولیٰ مراد ہے یا ہیولیٰ مع صورت کے یہ
بات بدیہی ہے کہ جسمانی اور نوعی صورتیں باقی نہیں رہتی ہیں جس سے یہ مانا جائے
کہ سب قالبوں میں ہر شخصیت جداگانہ باقی رہتی ہے اور اگر تنہا ہیولیٰ مانا جائے
تو محقق حکیموں کا قول ہے کہ ہیولیٰ وحدت پوشیدہ اور جسموں کا عام ہیولیٰ
ہر فرد کی شخصیت میں نہ کل ہے نہ جزو بلکہ جیسی صورت پیدا ہوتی ہے اس کے
اجزا کا اعتبار ہوتا ہے اور صورتوں کے جدا ہونے پر سب ایک ہو جاتا ہے اور جزو میں
اعتبار شدہ شخصیت باقی رہتی ہے۔ کہا کہ شاید ہیولیٰ مراد ہوا اور اجزا کا اعتبار نہ ہونا
جو کہا جاتا ہے غلط ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بات تو صدرا کے پڑھنے والوں کے علم اور
مشاہدہ میں ہے اس سے انکار کیا۔ میں نے کہا صدرا ہو تو ملاحظہ کر لیجیے اس انکار پر مولوی
نورالاسلام کو بہت تعجب ہوا۔ صدرا موجود نہ تھا۔ ایک ملاقات تو یہ ہے۔ دوسری
ملاقات بریلی میں جب میں ان کے یہاں دعوت کھانے گیا ہوا تھا۔ اس وقت مرزا
زاہد کے حاشیوں کا ذکر آیا۔ میں نے کہا فی الحقیقت ان کی نظر بہت دور رس ہے اور
اکثر لوگوں نے بے سمجھے اور بے سوچے اعتراض کر دیے ہیں ہم خود ان کے شاگرد ہیں مگر
اکثر اعتراضوں کو دور کیا ہے لیکن بعض جگہ مخالفت حق یہ ہیں۔ پوچھا ایسا کون مقام
ہے۔ میں نے کہا مرزا فرماتے ہیں کہ کتابوں کے نام اعلام جنسیہ ہیں اس کے بعد فرماتے

ہیں کہ علم مبنی پر الف لام کا داخل ہونا مولدین کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً الکافیہ والشافیہ پس اگر ان کے اصلی معنی کو دیکھو تو اصل میں یہ وصف ہیں۔ اس کلام میں دو بحث ہیں اولاً یہ کہ صرف مولدین کے کلام میں کتابوں کے نام پر الف لام نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں بھی ہے مثلاً انزل التوراۃ والانجیل وانزل الفرقان اور ولقد کتبنا فی الزبور۔ بحث دوم یہ کہ الف لام اس علم کے جز ہیں جیسے النجم والسعق دوسرے وہ علم جن پر الف لام ممنوع مثلاً محمدؐ وعلیؓ تیسرے وہ کہ ان پر الف لام کا داخل ہونا جائز ہے اور تنازعیہ مثلاً الحسن والعباس۔ پس اعلام پر الف لام کا داخل ہونا جائز ہے۔ اور کسی توجیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لئے کہ اس کا یہی جواب ہے میں نے پوچھا کر جواب کیا ہے بولے کہ تنہا کافیہ وشافیہ وغیرہ یہی جواب ہے چونکہ اس جواب کے کوئی نتیجہ سمجھ میں نہیں آیا میں نے قائل کی کم فہمی پر محمول کیا اور جواب نہ دیا ان دو باتوں کے سوا مجھے کوئی بحث نہیں ہوئی۔

۲۔ فضیلت محبت دستگاہ مولوی عبدالرحمن بن حاجی محمد سعید سلمہ اللہ تعالےٰ
فقیر رفیع الدین کی جانب سے بعد سلام مسنون الاسلام واضح ہو گرامی نامہ پہنچا آپ کی بیرزگاری سے دلی صدمہ ہوا حسب خواہش آپ کی مولوی جمال الدین صاحب سید قاسم علی شاہ صاحب کو رقعے بھیجے ہیں پہنچے ہونگے امید خدائے بزرگ و برتر ان عزیزوں کی کوشش سے مقصد برآری کرے آئندہ اپنے حالات لکھتے رہنا والسلام۔

۳۔ فضیلت ومحبت دستگاہ مولوی حافظ عبدالرحمن بن حاجی محمد سعید سلمہم اللہ تعالےٰ۔ فقیر رفیع الدین کی طرف سے بعد سلام مسنون کے معلوم

ہو۔ اس سے پہلے دو رقعے تمہارے ملے ایک میں ایک شعر کے معنی دریافت کئے ہیں جس کے نہ الفاظ نہ وزن معلوم ہوتا ہے کہ کسی غلط کتاب سے نقل کیا ہوگا دوسرے رقعہ میں ایک مسئلہ کی بابت استفسار تھا جس کو شاہ صفی القدر نے فقیر کا لکھا ہوا بتا کر وہاں کے فضلاء کے سامنے پیش کیا اور وہ اس کو ضبط تحریر میں لے آئے فقیر کو یہ قطعی یاد نہیں تھا کہ کونسا مسئلہ ہے۔ اور کس بات سے ہے۔

اور اب جو خط آیا ہے اس میں دو خط حکیم غلام حسین اور حکیم عطاء اللہ خاں کے واسطے بھیجنے کو لکھا تھا۔ خط ہذا میں دو خط ملفوف کر کے ہر دو صاحبان کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ کام بن جاوے اور جو کچھ استفتا کی بابت لکھا تھا معلوم ہوا اور اس کی حقیقت اشارتاً معلوم ہوئی تصریح کا دیکھنے پر پتہ چلے گا۔ لیکن استفسار وہاں سے ابھی تک نہیں آیا ہے۔ مگر لکھنؤ سے وحدت وجود اور وحدت شہود کے متعلق استفسار آیا تھا۔ صاحبان رامپور کو اس سے کوئی مطلب نہیں۔ اس کے جواب کی فقیر کو اب تک فرصت نہیں ملی ہے لیکن اس کے ساتھ دو رسالے تھے ایک میاں عبدالرحمٰن سندھی کا دوسرا رسالہ مولوی عبدالحکیم کا ہے جن کو میرے بھتیجے محمد اسمٰعیل پسر میاں عبدالغنی اور مولوی رشید الدین میرے شاگرد نے مجھ کو پیش کئے ہیں مسائل شرعی فقہی کی بابت رام پور سے کوئی خط نہیں آیا ہے حاجی عبداللہ صاحب و میاں عبدالرحیم بھائیوں کو سلام پہنچے اور مسماۃ محمدی بیگم دختر حاجی محمد شاہ کو سلام پہنچانا اور ان کی خیریت لکھنا۔

تمت بالخیر

حجۃ الوداع

آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع پر جبل عرفات میں، جہاں وہ لوگ کثرت سے جمع تھے جو چند ماہ یا چند سال قبل ایسی بت پرستی میں مبتلا تھے جس نے ان کے ضمیروں کو مردہ کر دیا تھا۔ فرمایا:۔

اے لوگو! میری بات خوب سن لو اور سمجھ لو! کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد پھر بھی کبھی اس موقع اور اس مقام پر میں تمہارے درمیان موجود ہونگا۔ آپس میں ایک دوسرے کے لئے تمہاری جان تمہارا مال اور تمہاری آبرو اسی طرح لائق احترام ہے جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہے۔ یاد رکھو! تمہیں خداوند تعالٰی کے روبرو حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

خدا نے ہر حق دار کو وراثت کی رو سے اس کا حق دیدیا، اب کسی وارث کے حق میں وصیّت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا زنا کار کے لئے پتھر ہے اور ان کا حساب خدا کے ذمّے ہے۔

جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعوی کرے، وہ غلام جو اپنے مولی کے سوا کسی دوسری طرف اپنا نسبت کرے، اس پر خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہوگی۔

اے لوگو! تمہاری بیویوں پر تمہارے اور بیویوں کے تم پر حقوق ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق اچھا کھلاؤ، پہناؤ اور ان سے لطف و مروّت اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس امانت ہیں اور اس کے حکم سے تم پر حلال کی گئی ہیں، خدا کی مقرر کی ہوئی حدود کا احترام کرو اور ان سے تجاوز مت کرو۔

سود باطل قرار دیا جاتا ہے۔ مقروض صرف اصل زر ہی واپس کریگا۔ اور میں سب سے پہلے اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔ تمہارے غلام! تمہارے غلام ان کو

وہی کھلاؤ جو خود کھاؤ اور وہی پہناؤ جو خود پہنو۔ اگر ان سے ایسا قصور سرزد ہو جو تم معاف نہیں کر سکتے تو ان کو علیحدہ کر دو کیونکہ وہ بھی تمہارے ہی خدا کے بندے ہیں ان سے بدسلوکی ہرگز مت کرو۔ جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کی طرف سے ربیعہ بن الحرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔ اے لوگو خوب سن لو اور سمجھ لو کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ تم سب ایک آدمؑ کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں کسی شخص کو دوسرے کا حق غصب نہ کرنا چاہیئے ـــــ اپنے آپ کو ناانصافی میں مبتلا ہونے سے بچائے رکھو
جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ یہ پیغام ان تک پہنچا دیں جو یہاں حاضر نہیں۔
اس خطبے کے اختتام پر حضور سرور کائنات نے ان کثیر التعداد اشخاص کے جوشِ عقیدت سے مسرور ہوتے ہوئے جو چند سال یا چند ماہ پہلے دشمنانِ اسلام تھے۔ بآوازِ بلند فرمایا۔

"اے خدا! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا اور اپنی امانت ادا کر دی" اس ارشاد کے جواب میں ہزارہا صدائیں بلند ہوئیں۔

"ہاں آپؐ نے پیغام پہنچا دیا"

حضورؐ نے فرمایا۔ "اے خدا گواہ رہیو!"

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ